بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مختصر اور جامع تفسیری نکات

تذکیر بالقرآن

Reflections from Qur'an

قرآن مجید کی منتخب آیات کی تفسیر

A Summary of Qur'anic Teachings

Part – 8

English - Urdu

حافظ محمد ابو بکر سجاد علوی (خطیب لندن)

Seymour Road

London,

United Kingdom

Telephone: +44 7853099327

پارہ - 8

اہم تفسیری نکات

قرآن مجید کا آٹھواں پارہ سورۃ الانعام آیات 111 تا 165 اور سورۃ الاعراف کی پہلی 87 آیات پر مشتمل ہے۔

آٹھویں پارے کا پہلا رکوع: وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ۔۔۔ (انعام-111)

رکوع کے تفسیری موضوعات

ساتویں پارے کے آخر میں مذہبی رواداری کا حکم دیا گیا تھا: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔(انعام-108)۔دوسرے مذاہب کی توہین کی ممانعت،اسی طرح کسی توہین یا گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے۔اس کے علاوہ پچھلے رکوع میں نور بصیرت،دل کا نور اور روشنی، حق بینی کے ذرائع، آیات کی بار بار تذکیر کا ذکر تھا۔

آٹھویں پارے کے آغاز میں جبری ہدایت کی نفی، اللہ کی مشیت اور رضا میں فرق، شیاطین انس و جن، اسلام کے مشن کو ناکام بنانے والے عناصر، شیطان کے جال کا شکار لوگ، حقیقی منصف اللہ ہے، قرآن مجید کے چار خصوصی کمالات کا ذکر (وھوالذی انزل الیکم الکتاب مفصّلاً)، قرآن مجید کی مزید صفات، اللہ کے دین کو بدلا نہیں جاسکتا(لامبدل لکلمتہ)، محض رائے عامہ معیار حق نہیں (وان تطع اکثر من فی الارض)، اکل لحم حلال (فکلو مما ذکر اسم اللہ)، حالت اضطرار، بلاوجہ حلال کو حرام نہ بناؤ، ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑنے کا حکم (وذرو ظاہر الاثم و باطنہ)۔

جبری ہدایت اسلام کا مقصد نہیں

اگر انسان خود ہدایت قبول نہ کرے تو اللہ اسے زبردستی مسلمان نہیں بناتا

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ۔ (انعام۔111)

اور اگر ہم ان کی طرف ملائکہ نازل بھی کر دیں اور ان سے مردے کلام بھی کر لیں اور ان کے سامنے تمام چیزوں کو جمع بھی کر دیں تو بھی یہ ایمان نہ لائیں گے مگر یہ کہ اللہ (اپنی قدرتِ قاہرہ سے) چاہے تو اور بات ہے۔ لیکن ان کی اکثریت ناعاقبت اندیشی سے ہی کام لیتی ہے۔

Choice to embrace Islam!

Even if We had sent them the angels, made the dead speak to them, and assembled before their own eyes every sign ⌜they demanded⌝, they still would not have believed—unless Allah so willed. But most of them are unaware ⌜of this⌝. (6:111)

The people under discussion are so perverse that they do not prefer to embrace the Truth in preference to falsehood by exercising their freedom of choice. God does not intervene to make someone Muslim by force because this undermines the purpose of the creation of mankind. God wants to test humanity, so they accept the truth by their own choice.

اس آیت میں یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ہم ان کو ان کے فرمائشی معجزات دکھلا بھی دیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ فرشتوں سے ان کی ملاقات اور مردوں سے گفتگو بھی کرا دیں، تب بھی یہ اپنے اختیار و انتخاب سے حق کو باطل پر ترجیح دینے والے نہیں ہیں۔ ان کے قبول حق کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ عمل تخلیق و تکوین سے جس طرح تمام بے اختیار مخلوقات کو قانون فطرت کا پابند بنایا گیا ہے اسی طرح انہیں بھی بے اختیار کر کے جبلّی و پیدائشی طور پر اللہ کا فرمانبردار بنا دیا جائے۔ مگر ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے خلاف ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ لہٰذا یہ توقع نہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ براہ راست اپنی تکوینی مداخلت سے ان کو مومن بنائے گا۔

آیت کا مقصد اہل ایمان کی غلط فہمی کی اصلاح

اس آیت کا مقصد نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے اہل ایمان کو یہ سمجھانا ہے کہ تمہیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی فوق الفطری مداخلت سے ان لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کردے گا جو ایمان نہیں لانا چاہتے، یا ان شیاطین جن و انس کو زبردستی تمہارے راستہ سے ہٹادے گا جو اپنے تمام وسائل و ذرائع کو تمہارے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اگر تم واقعی حق و صداقت کے لیے کام کرنے کا عزم رکھتے ہو تو تمہیں باطل پرستوں کے مقابلہ میں جدوجہد کرکے اپنی اسلام دوستی کا ثبوت دینا ہوگا۔ ورنہ معجزوں کے زور سے باطل کو مٹانا اور حق کو غالب کرنا ہوتا تو تمہاری ضرورت ہی کیا تھی، اللہ خود ایسا انتظام کرسکتا تھا کہ دنیا میں کوئی شیطان نہ ہوتا اور کسی شرک و کفر کے ظہور کا امکان نہ ہوتا۔ اس آیت کے اندر بہت اہم نکتہ بیان کیا گیا کہ اللہ کی مشیت اور اللہ کی رضا میں فرق ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت کے اندر بھی فرمایا گیا کہ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تو ان شیطانی ہتھکنڈوں کو ناکام بنانے پر قادر ہے۔ لیکن بالجبر ایسا نہیں کرے گا کیونکہ پھر امتحان نہیں ہوسکتا۔

اللہ کی مشیت اور اللہ کی رضا میں فرق

قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور اس کی رضا میں فرق ہے۔ کسی عمل کا اللہ کی مشیت کے تحت رونما ہونا لازمی طور پر یہ معنی نہیں رکھتا کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے اور اسے پسند بھی کرتا ہے۔ کسی چور کی چوری، کسی قاتل کا قتل، کسی ظالم و مفسد کا ظلم و فساد اور کسی کافر و مشرک کا کفر و شرک اللہ کی مشیت اور اس کے اذن کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اور اسی طرح کسی مومن اور متقی انسان کا ایمان و تقویٰ، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ بھی مشیت الٰہی کے بغیر محال ہے۔ یہ سب کچھ جو دنیا میں ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہو رہا ہے۔ دنیا میں دونوں قسم کے اعمال چاہے وہ اچھے ہیں یا برے وہ یکساں طور پر اللہ کی مشیت اور اجازت سے رونما ہوتے ہیں۔ مگر پہلی قسم کے اعمال سے اللہ راضی نہیں ہے اور اس کے برعکس دوسری قسم کے اعمال کو اس کی رضا اور اس کی پسندیدگی کی سند حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو چونکہ دارالامتحان بنایا ہے اس لئے یہ مہلت ضروری تھی۔ یہاں فرعون اور موسیٰؑ دونوں کیلئے میدان کھلا رکھا گیا۔ ابراہیمؑ اور نمرود دونوں کیلئے راستہ موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ انسانیت اور شیطانیت، دونوں کو اپنا اپنا کام کرنے کا موقع دیتا ہے۔ اس نے اپنی ذی اختیار مخلوق (جن و انسان) کو خیر اور شر میں سے کسی ایک کے انتخاب کرلینے کی آزادی عطا کردی ہے۔ جو چاہے اس دنیا میں اپنے لیے خیر کا کام پسند کرلے اور جو چاہے شر کا کام۔ دونوں قسم کے کارکنوں کو، جس حد تک خدائی مصلحتیں اجازت دیتی ہیں، اسباب کی تائید نصیب ہوتی ہے۔ لیکن اللہ کی

رضا اور اس کی پسندیدگی صرف خیر ہی کے لیے کام کرنے والوں کو حاصل ہے اور اللہ کو محبوب یہی بات ہے کہ اس کے بندے اپنی آزادی انتخاب سے فائدہ اٹھا کر خیر کو اختیار کریں نہ کہ شر کو۔

شیاطین انس وجن

شیطانی قوتیں ہمیشہ اسلام کے مشن کو ناکام بنانے پر کمربستہ رہتی ہیں!

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔ (انعام۔112)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جنات وانسان کے شیاطین کو ان کا دشمن قرار دے دیا ہے یہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف دھوکہ دینے کے لئے مہمل باتوں کے اشارے کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں (بالجبر) اس کام سے روک سکتا تھا۔ پس تم اُنہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اپنی افترا پردازیاں کرتے رہیں۔

Satanic forces want to derail Prophetic Mission!

And so, We have made for every prophet enemies—devilish humans and jinn—whispering to one another with elegant words of deception. Had it been your Lord’s Will, they would not have done such a thing. So, leave them and their deceit. (6:112)

The Prophet (peace be on him) is told that he should not be worried even if the evil ones among both mankind and the jinn stood united against his mission and opposed him with all their resources. For this was not the first time that such a thing had happened. Whenever a Prophet came and tried to lead people to the Truth, all the satanic forces joined hands to defeat his mission.

یہ وہی بات ہے جو مختلف انداز میں رسول اللہؐ کی تسلی کے لئے فرمائی گئی ہے کہ آپؐ سے پہلے جتنے بھی انبیاء گزرے ان کو جھٹلایا گیا انھیں ایذائیں دی گئیں۔ جیسے ایک اور آیت میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا

عَلٰي مَا كُذِّبُوْا۔ آپؐ سے پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا انہیں بھی ایذائیں پہنچائی گئیں جس پر انہوں نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا (انعام-34)۔ للہذا آپ بھی ان دشمنان حق کے مقابلے میں صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمائیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جنات وانسان کے شیاطین کو ان کا دشمن قرار دے دیا ہے۔ یعنی آج اگر شیاطین جن وانس متفق ہو کر تمہارے مقابلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو تمہارے ہی ساتھ پیش آ رہی ہو۔ ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ جب کوئی پیغمبر دنیا کو راہ راست دکھانے کے لیے اٹھا تو تمام شیطانی قوتیں اس کے مشن کو ناکام کرنے کے لیے کمربستہ ہو گئیں۔

عربی میں ہر سرکش شریر کو شیطان کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نے سیاہ رنگ کے کتے کو شیطان کہا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں شیطان اور شریر ہے۔

حدیث: حضرت ابوذر (رض) ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کیا تم نے شیاطین انس و جن سے اللہ کی پناہ بھی مانگ لی؟ صحابی نے پوچھا کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔۔۔(بحوالہ ابن کثیرؒ)

يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ: وَحْیُ، اشارہ یا خفیہ بات کو کہتے ہیں یعنی انسانوں اور جنوں کو گمراہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو چالبازیاں اور حیلے سکھاتے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کر سکیں۔ اس سے مراد وہ تمام چالیں اور تدبیریں اور شکوک وشبہات واعتراضات ہیں جن سے یہ لوگ عوام کو داعیان حق اور ان کی دعوت کے خلاف بھڑکانے اور اکسانے کا کام لیتے ہیں۔ پھر ان سب کو بحیثیت مجموعی دھوکے اور فریب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ حق سے لڑنے کے لیے جو ہتھیار بھی مخالفین حق استعمال کرتے ہیں وہ نہ صرف دوسروں کے لیے بلکہ خود ان کے لیے بھی حقیقت کے اعتبار سے محض ایک دھوکا ہوتے ہیں اگرچہ بظاہر وہ ان کو نہایت مفید اور کامیاب ہتھیار نظر آتے ہیں۔

یہ بات عام مشاہدے میں بھی آئی ہے کہ شیطانی کاموں میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ خوب بڑھ چڑھ کر تعاون کرتے ہیں جسکی وجہ سے برائی بہت جلدی فروغ پا جاتی ہے۔ منفی پروپیگنڈے ہمیشہ جنگل میں آگ کی طرح پھیلتے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ: یعنی اللہ تعالیٰ تو ان شیطانی ہتھکنڈوں کو ناکام بنانے پر قادر ہے۔ لیکن بالجبر ایسا نہیں کرے گا کیونکہ پھر امتحان نہیں ہو سکتا۔ ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے جو اس نے اپنی مشیت کے تحت اختیار کی۔ ان حکمتوں اور مصلحتوں کو وہی بہتر جانتا ہے۔

شیطان کے جال میں کون لوگ پھنستے ہیں؟

وَلِتَصْغٰٓی اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ۔

(انعام۔113)

اور یہ اس لئے کرتے ہیں کہ جن لوگوں کا ایمان آخرت پر نہیں ہے اُن کے دل اِس (خوشنما دھوکے) کی طرف مائل ہوں اور وہ اس سے راضی ہو جائیں اور پھر خود بھی ان ہی کی طرح افترا پردازی کرنے لگیں۔

Who are the followers of Satan?

So that the hearts of those who do not believe in the Hereafter may be receptive to this attractive delusion, be pleased with it, and be persistent in their evil pursuits. (6:113)

اس آیت (انعام۔113) کے اندر فرمایا گیا کہ شیطانی وسوسہ کا شکار وہی لوگ ہوتے ہیں اور وہی اس کو پسند کرتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔اور یہ حقیقت ہے کی جس حساب سے لوگوں کے اندر عقیدہء آخرت کے بارے میں ضعف پیدا ہو رہا ہے، اسی حساب سے لوگ شیطانی جال میں پھنس رہے ہیں۔

حقیقی منصف تو اللہ ہی کی ذات ہے

قرآن مجید کے چار خصوصی کمالات

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ (انعام۔114)

کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا منصف بناؤں؟ حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصّل کتاب نازل کر دی ہے۔اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب (قرآن مجید) تمہارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے لٰہذا تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

˹Say, O Prophet˺ Shall I look upon anyone apart from Allah for judgement when it is He Who has revealed to you the Book perfectly explained? Those who were previously

given the Scripture know that it has been revealed ˹to you˺ from your Lord. So do not be one of those who doubt. (6:114)

This verse explains that all original Divine Scriptures consists of true understanding of the mission of the Prophets (peace be on them all). Their original teachings will confirm that everything in the Qur'an is perfectly true and in fact constitutes that eternal truth which cannot suffer any alteration or modification.

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا : کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا منصف بناؤں؟ اس فقرہ میں متکلم نبی ﷺ ہیں اور خطاب مسلمانوں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ نے اپنی کتاب میں صاف صاف یہ تمام حقیقتیں بیان کر دی ہیں اور یہ بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ فوق الفطری مداخلت کے بغیر اہل حق کو فطری طریقوں ہی سے غلبہ حق کی جدوجہد کرنی ہو گی، تو کیا اب میں اللہ کے سوا کوئی اور ایسا صاحب امر تلاش کروں جو اللہ کے اس فیصلہ پر نظر ثانی کرے اور ایسا کوئی معجزہ بھیجے جس سے یہ لوگ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں؟

آیت کا مدعا یہ ہے کہ اللہ کا ہر حکم انصاف اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور مستقل ہے۔ کسی بھی دینی جدوجہد کی حکمت عملی قرآن وسنّت کے اصولوں کے خلاف نہیں بنائی جاسکتی۔

اس کے بعد اسی آیت میں قرآن مجید کے چار خصوصی کمالات کو بیان کیا گیا:

وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلاً۔۔ وہی اللہ ہے جس نے تمہاری طرف مفصّل کتاب کی ہے۔

یہاں قرآن مجید کے چار خصوصی کمالات کا ذکر کیا گیا:

اوّل یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

دوسرا یہ کہ وہ ایک کتاب کامل اور معجز ہے کہ سارا جہان اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہے۔

تیسرا یہ کہ تمام اہم اور اصولی مضامین اس میں بہت مفصل واضح بیان کئے گئے ہیں۔

چوتھے یہ کہ اہل کتاب یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا کلام حق ہے، پھر جن میں کوئی سچائی اور حق گوئی کی صفت تھی، انہوں نے اس کو ظاہر بھی کر دیا، اور جو لوگ معاند تھے وہ باوجود یقین کے اس کا اظہار نہ کرتے تھے۔

قرآن کریم کی ان چار صفات کو بیان کرنے کے بعد رسول کریم ﷺ کو خطاب کیا گیا:

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ: پس آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

یعنی ان واضح دلائل کے بعد آپؐ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں، یہ ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ تو کسی وقت بھی شبہ کرنے والوں میں نہ تھے نہ ہو سکتے تھے لہٰذا یہاں اگرچہ لفظوں میں خطاب حضور اکرمؐ کو ہے، لیکن در حقیقت آپؐ کی وساطت سے قرآن کے مخاطبین عام لوگوں کو سبق اور تلقین کرنا مقصود ہے۔ آیت میں آپؐ کی طرف نسبت کرنے سے دراصل مبالغہ اور تاکید کرنا مقصود ہے کہ جب حضورؐ کو ایسا کہا گیا تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے جو شک و تردد کر سکیں۔ ایسا انداز بیان قرآن میں کئی جگہ ملتا ہے۔

اگلی آیت میں قرآن مجید کی دو مزید صفات کو بیان کیا گیا:

قرآن مجید کی دو مزید صفات: سچائی اور انصاف پر مبنی کامل کلام

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلاً ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (انعام-115)

آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ الانعام۔

Qur'an: The eternal words of truth

The Word of your Lord has been perfected in truth and justice. None can change His Words. And He is the All-Hearing, All- Knowing. (6:115)

یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر حکم انصاف پر مبنی ہے اور مستقل ہے، اخبار اور واقعات کے لحاظ سے سچا ہے اور احکام و مسائل کے اعتبار سے عادل ہے، یعنی اس کا ہر امر اور نہی عدل و انصاف پر مبنی ہے، کیونکہ اس نے انہی باتوں کا حکم دیا ہے جن میں انسانوں کا فائدہ ہے اور انہی چیزوں سے روکا ہے جس میں نقصان اور فساد ہے۔ گو انسان اپنی نادانی یا اغوائے شیطانی کی وجہ سے اس حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔

صِدْقًا وَّعَدْلاً: رب کا کلام سچائی اور انصاف پر مبنی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام سچائی اور عدل پر مبنی ہیں۔

لفظ عدل کے دو معانی ہیں: ایک انصاف جس میں کسی پر ظلم اور حق تلفی نہ ہو، دوسرے اعتدال کہ نہ بالکل انسان کی

نفسانی خواہشات کے تابع ہوں، اور نہ ایسے جن کو انسانی جذبات اور اس کے فطری ملکات برداشت نہ کرسکیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام احکام دین انصاف اور اعتدال پر مبنی ہیں نہ ان میں کسی پر ظلم ہے، اور نہ ان میں ایسی شدت اور تکلیف ہے جس کو انسان برداشت نہ کرسکے، جیسے فرمایا گیا: لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی وسعت و طاقت سے زیادہ کسی عمل کی تکلیف نہیں دیتے۔

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ: رب کے احکام کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ تمام قرآنی احکام تمام اقوام دنیا کے لئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں اور بدلنے والے حالات کے لئے انصاف اور اعتدال پر بھی مبنی ہیں اور مستقل اور دائمی بھی ہیں۔ ان میں قیامت تک کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری پیغمبر اور قرآن آخری کتاب ہے کیونکہ اس کے بعد دین اسلام میں کسی تبدیلی کا امکان نہیں۔ تبدیلی کا امکان تو تب ہوتا جب کسی نئے پیغمبر نے یا نئی کتاب نے نازل ہونا ہوتا۔ آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قوانین فطرت بنائے ہیں ان کو بدلنا انسان کے بس میں نہیں۔ کوئی ایسا نہیں جو رب کے تکوینی احکام میں تبدیلی کرسکے، کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں۔

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ: وہ اپنے بندوں کے اقوال سننے والا اور ان کی ایک ایک حرکت و ادا کو جاننے والا ہے اور اس کے مطابق ہر ایک کو جزا دے گا۔

محض رائے عامہ معیارِ حق نہیں

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔ (انعام-116)

اور اے محمدؐ! دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں۔ یہ لوگ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

Majority is not a criterion!

⌜O Prophet!⌝ If you were to obey most of those on earth, they would lead you away from Allah's Way. They follow nothing but assumptions and they are merely guessing. (6:116)

One should not blindly follow the majority because it not the right way or criteria to take a side. The majority tend to follow their conjectures and fancies rather than sound knowledge. Their beliefs, their ideas and concepts, their philosophies of life, the guiding principles of their conduct – all these are founded on conjecture. On the contrary, the way of life which pleases God, was revealed by Him, and hence is based on true knowledge rather than conjecture. Instead of trying to discover the lifestyle of the majority, a seeker of truth should, therefore, persevere in the way prescribed by God, even if he finds himself to be a solo traveller.

قرآن کی اس بیان کردہ حقیقت کا ہر دور میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ بیشتر لوگ جو دنیا میں بستے ہیں علم کے بجائے قیاس وگمان کی پیروی کررہے ہیں اور ان کے عقائد، تخیلات، فلسفے، اصول زندگی اور قوانین عمل سب کے سب قیاس آرائیوں پر مبنی ہیں۔ بخلاف اس کے آسمانی ہدایت یا اللہ کا راستہ، یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنے کا وہ طریقہ جو اللہ کی رضا کے مطابق ہے، لازماً صرف وہی ایک ہے جس کا علم اللہ نے خود دیا ہے نہ کہ وہ جس کو لوگوں نے بطور خود اپنے قیاسات سے تجویز کرلیا ہے۔ لہٰذا کسی طالب حق کو یہ نہ دیکھنا چاہیے کہ دنیا کے بیشتر انسان کس راستہ پر جارہے ہیں بلکہ اسے پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس راہ پر چلنا چاہیے جو اللہ نے بتائی ہے، چاہے اس راستہ پر چلنے کے لیے وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ یوسف (آیت 103) میں فرمایا کہ آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان والے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق اور صداقت کے راستے پر چلنے والے لوگ عموماً تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ جس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ حق و باطل کا معیار دلائل وبراہین ہیں، لوگوں کی اکثریت واقلیت نہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ جس بات کو اکثریت نے اختیار کیا ہوا ہو وہی حق ہو اور اقلیت میں رہنے والے باطل پر ہوں۔ بلکہ مذکورہ حقیقت قرآنی کی رو سے یہ زیادہ ممکن ہے کہ اہل حق تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہوں اور اہل باطل اکثریت میں۔ جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، باقی سب جہنمی۔ اور اس جنتی فرقے کی نشانی آپ نے یہ بیان فرمائی کہ جو ما انا علیہ واصحابی میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلنے والا ہوگا۔

اس آیت کا ایک عمومی مدعا یہ بھی ہے کہ آدمی کو ہر معاملے میں بھیڑ چال یا

Herd Psychology

ہرڈ سائیکالوجی کے بجائے اپنے عقل و شعور کے مطابق اور سوچ سمجھ کر اپنی رائے بنانی چاہیئے۔بالخصوص شرعی معاملات میں قرآن وسنّت کو معیار بنا کر اس کا اتباع کرنا چاہیئے نہ کہ رسوم ورواج، لوگوں کا رجحان، ہوا کا رخ اور ٹرینڈ دیکھ کر۔

کون ہدایت پر ہے؟ یہ اللہ ہی جانتے ہیں

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ (انعام-117)

بے شک آپ کے ربّ کو خوب معلوم ہے کہ کون اُس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور کون سیدھی راہ پر ہے۔

Indeed, your Lord knows best who has strayed from His Way and who is ˹rightly˺ guided. (6:117)

اکل لحم حلال

اللہ کے نام پر ذبح شدہ کھاو

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ۔ (انعام-118)

جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ! اگر (واقعی) تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔

So, eat only of what is slaughtered in Allah's Name if you honestly believe in His revelations. (6:118)

یعنی جس جانور پر شکار کرتے وقت یا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے اسے کھالو بشرطیکہ وہ ان جانوروں میں سے ہو جن کا کھانا حلال ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ حلال وطیب نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر ذبح کے وقت اگر کوئی مسلمان بسم اللہ یا تکبیر پڑھنا بھول جائے تو بھی وہ جانور حلال ہے کیونکہ اللہ کا نام ہر کلمہ گو مسلمان کے دل میں ہر وقت موجود ہوتا ہے۔البتہ عمداً بسم اللہ یا تکبیر ترک کرنے سے امام صاحب کے نزدیک جانور حلال نہیں ہوتا۔

اگر کسی حلال گوشت کے بارے میں شک ہو جائے کہ پتہ نہیں حلال ہے یا نہیں یعنی یہ التباس ہو کہ پتہ نہیں ذبح کے وقت ذبح کرنے والے نے اللہ کا نام لیا ہو گا یا نہیں؟ اس میں حکم یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر اسے کھالو۔ جس کی تائید درج ذیل صحیح حدیث سے ہوتی ہے:

حدیث: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَا بِاللَّحْمِ، لاَ نَدْرِي: أَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لاَ؟ فَقَالَ: سَمُّوا عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوهُ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں (اس سے مراد اعرابی تھے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور اسلامی تعلیم و تربیت سے پوری طرح بہرہ ور نہیں تھے) ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم اللہ کا نام لے کر اسے کھالو۔ (بخاری۔ کتاب الذبائح والصید)

یاد رکھیں! یہ رخصت صرف اس صورت میں ہے جب آدمی تذبذب یا شک و شبہ میں مبتلا ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر قسم کے جانور کا گوشت بسم اللہ پڑھ لینے سے حلال ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قابل اعتبار سپلائرز، دکانوں اور ریسٹورنٹس پر ملنے والا گوشت حلال ہے۔ ہاں اگر کسی کو وہم اور التباس ہو تو وہ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے۔ برطانیہ کے تناظر میں اکل لحم حلال بہت ہی نازک مسئلہ ہے۔ اس سلسلے میں حلال سرٹیفکیٹ کے علاوہ دوسرے آثار و قرآئن کو بھی دیکھنا چاہیے۔ شک و شبہ کی صورت میں علماء و ماہرین جو اس شعبہ کا علم رکھتے ہوں ان سے رجوع کیا جائے۔

حالت اضطرار میں (جان بچانے کیلئے) حرام بقدر ضرورت جائز

بلاوجہ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو

وَمَا لَكُمْ اَ لَّا تَأْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ۔ (انعام۔119)

آخر کیا وجہ ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ اس نے تم پر حرام کیا ہے ہاں مگر وہ چیز جو تم حالت اضطرار میں کھالو (اس پر کوئی حرج نہیں)۔ بہت سے لوگ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں، ان حد سے گزرنے والوں کو تمہارا رب خوب جانتا ہے۔

Why should you not eat of what is slaughtered in Allah's Name when He has already explained to you what He has forbidden to you—except when compelled by necessity? Many ⌜deviants⌝ certainly mislead others by their whims out of ignorance. Surely your Lord knows the transgressors best. (6:119)

ظاہری اور باطنی گناہ

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ۔(انعام-120)

تم کھلے گناہوں سے بھی بچو اور چھپے گناہوں سے بھی، جو لوگ گناہ کا اکتساب کرتے ہیں وہ اپنی اس کمائی کا بدلہ پا کر رہیں گے۔(الانعام-120)

Abstain from sin, be it either open or secret. Indeed those who commit sins shall surely be recompensed for that which they used to commit. (8:120)

حدیث: حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: الاثم ما حاک فی صدرک۔ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو نہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

القاء شیطانی، شیطانی وسوسے اور اللہ کی نافرمانی

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـِٕــهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۔ (انعام-121)

اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ، ایسا کرنا گناہ ہے۔ شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک و اعتراضات القا کرتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں لیکن اگر (بالفرض) تم نے اُن کی اطاعت قبول کر لی تو تم شرک کرنے والوں میں شمار ہو جاؤ گے۔

Do not eat of what is not slaughtered in Allah's Name. For that would certainly be ⌜an act of⌝ disobedience. Surely the devils whisper to their ⌜human⌝ associates to argue with you. If you were to obey them, then you ⌜too⌝ would be polytheists. (6:121)

یعنی جس جانور کو شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا کھانا فسق اور گناہ یعنی اللہ کی نافرمانی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ بھول جانے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔ امام بخاریؒ اور فقہاء احنافؒ کا رجحان بھی یہی ہے۔ تاہم امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ دونوں صورتوں میں حلال ہے چاہے وہ اللہ کا نام لے یا جان بوجھ کر چھوڑ دے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہر وقت موجود ہوتا ہے چاہے وہ اس کا اظہار کرے یا نہ کرے۔ وہ اس آیت کے الفاظ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ کو غیر اللہ کے نام ذبح کئے گئے جانور سے متعلق قرار دیتے ہیں۔

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ: شیطان نے اپنے انسانی ساتھیوں کے ذریعے سے یہ بات پھیلائی کہ یہ مسلمان اللہ کے ذبح کئے ہوئے جانور (یعنی مردہ) کو تو حرام اور اپنے ہاتھ سے ذبح شدہ کو حلال قرار دیتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کو ماننے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان اور اس کے دوستوں کے وسوسوں کے پیچھے مت لگو، جو جانور مردہ ہے یعنی بغیر ذبح کئے مر گیا ہو اس پر چونکہ اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اس لئے اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ (سوائے مچھلی کے کہ وہ حلال ہے)

دوسرا رکوع: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ۔۔۔ (انعام-122)

رکوع کے تفسیری موضوعات

نور و ظلمت کا فرق، نور ہدایت (وجعلنا لہ نور یمشی بہ فی الناس)، گمراہی کا سبب بننے والے نام نہاد رہنما (فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا)، نبوت فضل خداوندی ہے، دین میں شرح صدر: اللہ کی نعمت (فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام)، شرح صدر کی دعا: ربّ اشرح لی صدری، صراط مستقیم اور واضح آیات (وھذا صراط ربّک مستقیما)، ابدی سلامتی کا گھر یعنی دارالسّلام (لھم دارالسّلام عند ربھم)، یوم حشر کا منظر نامہ (ویوم یحشرھم جمیعا)،

شیاطین انس و جن کا ٹھکانہ آگ (النّار مثوٰکم)، اعمال کی بنیاد پر طبقات: نیکوکاروں سے نسبت، گناہگاروں سے تعلق، ایک ظالم دوسرے ظالم کا مددگار جبکہ نیک، نیک کا ساتھی ہوتا ہے۔

نور و ظلمت کا فرق

جہالت و ضلالت کی تاریکیاں اور نور ہدایت

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِىْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (انعام۔122)

کیا وہ شخص جو پہلے مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کو وہ روشنی عطا کی جس کے اجالے میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہ طے کرتا ہے اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہو اور کسی طرح اُن سے نہ نکلتا ہو؟ اسی طرح کافروں کی نظر میں ان کے اعمال خوشنما بنادیے گئے ہیں۔

The difference between guided and misguided!

And is he who was deceased, then We gave him life and made for him a light to walk by among mankind, be compared to those in complete darkness from which they can never emerge? That is how the misdeeds of the disbelievers have been made appealing to them. (6:122)

The Quran often compares disbelief to lifelessness whereas belief is compared to life and the ability to see the truth.

شان نزول: بعض مفسرینؒ بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت خاص اور متعین لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں ایماندار شخص سے مراد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہ یہ پہلے ہدایت یافتہ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور اسلام کی زندگی بخشی اور انہیں نور ہدایت نصیب ہوا۔ اس نور ہدایت سے اور لوگوں نے بھی فائدہ حاصل کیا اور دین اسلام کی پیروی اختیار کی۔ اسی طرح آیت میں جس شخص کا ذکر ہے کہ وہ اندھیروں میں بھٹک رہا ہے اس سے مراد ابو جہل ہے۔ جو ساری زندگی خود بھی گمراہ رہا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا رہا۔ البتہ دوسرے مفسرین کی رائے میں اس آیت کا حکم عام

ہے اور اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اس آیت میں ہدایت وضلالت کے حوالے سے بیان کردہ معیار پر پورا اترتا ہے۔(بحوالہ ابن کثیرؒ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روح اور دل کی مردگی اور زندگی کو بیان فرمایا۔ ایمان کی روشنی اور کفر کے اندھیروں کی حقیقت کو بیان فرمایا۔ ایمان کو نور کے ساتھ اور کفر کو ظلمات کے ساتھ بطور تشبیہ اور تمثیل کے بیان فرمایا۔ آیت میں موت سے مراد جہالت و بے شعوری کی حالت ہے، اور زندگی سے مراد علم وادراک اور حقیقت شناسی کی حالت۔ جس شخص کو صحیح اور غلط کی تمیز نہیں اور جسے معلوم نہیں کہ راہ راست کیا ہے وہ طبعیات کے نقطہ نظر سے چاہے ذی حیات ہو مگر حقیقت کے اعتبار سے اس کو حقیقی انسانی حیات میسر نہیں ہے۔ اصل زندہ روح وہ ہے جسے حق اور باطل، نیکی اور بدی، راستی اور ناراستی کا شعور حاصل ہے۔ بعض دفعہ ایک شخص کفر وضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے اور اس سے نکل ہی نہیں پاتا جس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہے۔

مولانا رومیؒ نے خوب فرمایا:

زندگی از بہر اطاعت وبندگی است
بے عبادت زندگی شرمندگی ست
آدمیت لحم و شحم دپوست نیست
آدمیت جز رضائے ربّ نیست

مفہوم: یعنی انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کا نام ہے اگر زندگی میں یہ عنصر نہ ہو تو زندگی سوائے حسرت و شرمندگی کے کچھ نہیں۔ انسانیت گوشت پوست کے جسم کا نام نہیں بلکہ رب کی رضا اور خوشنودی انسان کے اندر انسانیت پیدا کرتی ہے۔(رومیؒ)

ایمان نور اور روشنی ہے

اللہ تعالیٰ ایک بندہ مومن کے کے دل کو ایمان کے نور کے ذریعے سے زندگی اور روئیدگی عطا فرماتا ہے جس سے زندگی کی راہیں اس کے لئے روشن ہو جاتی ہیں اور وہ ایمان اور ہدایت کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ کامیابی اور کامرانی ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جو قرآن مجید کی دوسری آیات میں بیان کیا گیا ہے مثلاً سورہ بقرہ آیت 257 میں فرمایا گیا: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ ایمان داروں کا ولی اللہ تعالیٰ ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر

نور کی طرف لاتا ہے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ نابینا اور بینا برابر نہیں، اسی طرح اندھیرا اور روشنی برابر نہیں۔ تقریباً یہی مضمون سورہ ھود 24، سورہ فاطر آیات 22، 19 میں بھی بیان کیا گیا۔

اس آیت کا آخری جملہ ہے: كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: اسی طرح راہ حق کے منکرین کیلئے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے گئے ہیں۔ یعنی جن لوگوں کو رحمٰن کے راستے کی طرف دعوت دی جائے مگر وہ شیطان کے راستے پر چلنے کو ترجیح دیں۔ ان کے سامنے روشنی پیش کی جائے مگر وہ اندھیرے میں بھٹکنا پسند کریں۔ ایسے لوگوں کو جھاڑیاں ہی باغ اور کانٹے ہی پھول نظر آتے ہیں۔ انہیں ہر بدکاری میں مزا آتا ہے، ہر حماقت کو وہ عقلمندی اور ہر شر کو وہ خیر ہی سمجھتے ہیں۔

اس آیت میں نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ فرما کر اس طرف بھی ہدایت کر دی گئی ہے کہ ایمان کا نور صرف کسی مسجد یا جائے نماز تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ ایک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نور دیا ہے وہ اس کی روشنی سے ہر جگہ خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے، اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہ نور بازار میں، عدالت میں، معاشرہ میں، گھر میں، پبلک میں، پرائیویسی میں ہر جگہ اسے کیلئے فائدہ مند ہوتا ہے۔

عامتہ النّاس کو گمراہ کرنے والے نام نہاد لیڈران کی مذمت

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (انعام۔123)

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا (جنہیں مہلت دی گئی) تاکہ وہ اپنے مکر و فریب کا جال پھیلائیں۔ حالانکہ وہ حقیقت میں اپنے آپ کو ہی دھوکہ و فریب دے رہے ہیں مگر اُنہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

Thus, We have appointed the leaders of the wicked ones in every land to weave their plots; but in truth they plot only to their own harm, without even realizing it. (6:123)

پچھلی آیت کے آخر میں یہ ذکر تھا کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے، یہاں جس طرح اچھے اور نیک اعمال کے ساتھ کچھ محنت و مشقت لگی ہوئی ہے ان کی راہ میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں اسی طرح برے اعمال کے ساتھ چند روزہ نفسانی لذات اور خواہشات کا ایک فریب ہوتا ہے جو حقیقت اور انجام سے غافل انسان کی نظر میں ان برے اعمال کو اس کیلئے مزین کر دیتا ہے، اور دنیا کے بڑے بڑے ہوشیار اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس آیت میں یہ بات بیان کی گئی کہ اسی امتحان اور آزمائش کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ دنیا میں یہ عام روایت ہے کہ ہر قوم یا کمیونٹی کے لیڈران، نام نہاد رہنماء، مالدار اور بڑے لوگ اپنے منصب، عہدے، مالداری یا خاندانی وجاہت کے غرور میں مبتلا ہو کر اللہ کی سرکشی اور بغاوت میں سرگرم ہوتے ہیں۔ چونکہ عوام ان کی ذہنی غلامی کا شکار ہوتے ہیں لہٰذا وہ ان بڑے لوگوں کے پیچھے چلنے اور ان کی عادات واطوار کو اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور اس کو اپنی سعادت اور کامیابی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا، اس آیت میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیاداروں کو اپنا رول ماڈل نہ بنائیں بلکہ دینداروں کے پیچھے چلیں۔ حقیقت بینی اور حق شناسی کو شعار بنائیں اور اچھے برے کی خود اپنے اندر تمیز پیدا کریں۔

نیز اس آیت سے نبی کریم ﷺ کو یہ تسلی دینا مقصود ہے کہ رؤسائے قریش جو آپؐ کی مخالفت پر لگے ہوئے ہیں اس سے آپؐ دل برداشتہ نہ ہوں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں، پچھلے انبیاء کرامؑ کو بھی ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا مگر مخالفین حق ناکام ہوئے اور بالآخر اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا: اکابر اکبر کی جمع ہے جس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو کسی معاشرے یا کمیونٹی میں بڑا سمجھا جاتا ہو اور اثر ورسوخ رکھتا ہو۔ اگر ایسا شخص بے دین، کرپٹ یا گمراہ ہو جائے تو وہ پوری قوم یا پوری کمیونٹی کو غلط راستے پر لگا سکتا ہے اور بالآخر ان کی تباہی وبربادی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ خدانخواستہ حق کی مخالفت پر اتر آئے تو بہت سارے لوگوں کے قبول حق اور قبول ہدایت کے راستے میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اسی طرح کے نام نہاد لیڈران اور سرداران قوم انبیاء کرامؑ اور داعیان حق کی مخالفت میں بھی پیش پیش رہے۔ ایسے لوگ ہر دور میں دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کا کام کرنے والوں کے راستے میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں۔ چونکہ ایسے لوگ عام طور پر دنیاوی دولت اور کنبے برادری کے اعتبار سے بھی نمایاں ہوتے ہیں لہٰذا عوام النّاس تو آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔

نبوت ورسالت فضل خداوندی ہے

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ۔ (انعام۔124)

جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے (یعنی اس کا اہل کون ہے؟) اور عنقریب مجرمین کو ان کے جرم کی پاداش میں اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

Prophethood is a Privilege!

Whenever a sign comes to them, they say, "We will never believe until we receive what Allah's messengers received." Allah knows best where to place His message. The wicked will soon be overwhelmed by humiliation from Allah and a severe punishment for their evil plots. (6:124)

شانِ نزول: امام بغویؒ نے بروایت قتادہ نقل کیا ہے کہ قریش کے سب سے بڑے سردار ابوجہل نے ایک مرتبہ کہا کہ بنو عبد مناف (یعنی نبی کریمؐ کے خاندان) سے ہم نے ہر محاذ پر مقابلہ کیا، جس میں کبھی ہم ان سے پیچھے نہیں رہے، لیکن اب وہ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں ایک نبی آیا ہے جس پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ پھر کہا کہ ہم تو کبھی ان کا اتباع نہیں کریں گے، جب تک ہمارے پاس ایسی ہی وحی نہ آنے لگے جیسی ان کے پاس آتی ہے۔ آیت مذکورہ: وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰي نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ۔ میں ابوجہل کی اسی جاہلانہ بات کی طرف اشارہ ہے۔

اسی آیت کے اگلے حصے میں ابوجہل کی بات کا جواب دیا گیا: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے (یعنی اس کا اہل کون ہے؟) یعنی نبوت و رسالت کسبی اور اختیاری نہیں، بلکہ ایک خداداد ذمہ داری ہے، جس کے عطا کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ رسالت و نبوت کو علمی کمالات یا ریاضت و چلہ کشی کے ذریعہ ہرگز حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ کوئی شخص مقاماتِ ولایت میں کتنی ہی اونچے مقام پر پہنچ جائے وہ نبوت و رسالت کا کبھی حقدار نہیں بن سکتا۔ نبوت و رسالت محض فضلِ خداوندی ہے۔

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ: عنقریب مجرمین کو ان کے جرم کی پاداش میں اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔ اللہ کے ہاں ذلت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے روز جب یہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ذلیل و خوار ہو کر حاضر ہوں گے، اور پھر ان کو سخت عذاب دیا جائے گا، اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ اگرچہ اس وقت ظاہر میں یہ بڑے عزت دار ہیں لیکن اللہ کی طرف سے ان کو سخت ذلت و رسوائی پہنچنے والی ہے، وہ دنیا میں بھی ہو سکتی ہے اور آخرت میں بھی۔ قرآن کی یہ بات عملاً سچ ثابت ہوئی جب ہمارے نبی کریم

ﷺ کے بڑے بڑے مخالفین ایک ایک کر کے یا تو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، اور جو نہ ہوئے تو ذلیل و خوار ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے جیسے ابو جہل، ابو لہب وغیرہ۔

دین میں شرح صدر۔ اللہ کی نعمت

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (انعام۔125)

پس اللہ جس کسی کو (نور ہدایت) بخشنے کا ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ دین اسلام کے لئے کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینے کو ایسا تنگ اور دشوار گزار بنا دیتا ہے گویا وہ بمشکل آسمان (یعنی بلندی) کی طرف چڑھ رہا ہو۔ وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلّط کر دیتا ہے۔

Whoever Allah wills to guide, He opens their heart to Islam. But whoever He wills to leave astray, He makes their chest narrow and constricted as if they were climbing up into the sky (uphill). This is how Allah dooms those who disbelieve. (6:125)

'To open someone's heart to Islam' means to make him feel fully convinced of the truth of Islam and to remove all his doubts, hesitations, and reluctance.

جس پر اللہ کا کرم ہو اس پر ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں، اس پر نیکی کا راستہ آسان ہو جاتے ہیں۔

دین میں شرح صدر اور اس کی علامات

حدیث: حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر یعنی سینہ اسلام کے لئے کھول دینے کی تفسیر دریافت کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتے ہیں، جس سے اس کا دل حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے کھل جاتا ہے (حق بات کو آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے اور خلاف حق بات سے نفرت ہونے لگتی ہے) صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کیا اس کی کوئی علامت اور نشانی بھی ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرح صدر حاصل ہو گیا ہے؟ تو فرمایا کہ جنت کی طرف میلان اور اس کی جانب رغبت والے اعمال کرنا اور دنیا کے فریب سے بھاگنا

اور الگ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے تیاری کرنا۔ پھر فرمایا: وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاۗءِ ۔ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں رکھنا چاہتے ہیں اس کا دل تنگ اور سخت تنگ کر دیتے ہیں، اس کو حق بات کا قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ایسا دشوار ہوتا ہے جیسے کسی انسان کا آسمان میں چڑھنا۔

امام تفسیر کلبیؒ نے فرمایا کہ "اس کا دل تنگ ہونے کا مطلب ہے کہ اس میں حق اور بھلائی کے لئے کوئی راستہ نہیں رہتا"۔ یہ مضمون حضرت فاروق اعظمؓ سے بھی منقول ہے، اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جب وہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو اس کو وحشت ہونے لگتی ہے، اور جب کفر و شرک کی باتیں سنتا ہے تو ان میں دل لگتا ہے۔

شکوک و شبہات سے بچنے اور شرح صدر کی دعا

قرآن مجید نے رسول کریم ﷺ کو یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی ہے: رب اشرح لی صدری۔ اے میرے پروردگار میرا سینہ (دین اسلام کیلئے) کھول دے۔

حدیث: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتے ہیں۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیتے ہیں اس پر نیکی کے راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے: افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ۔۔۔ یعنی اللہ ان کے سینے اسلام کی طرف کھول دیتا ہے اور انہیں اپنا نور عطا فرماتا ہے اور ایک دوسری آیت میں فرمایا: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ۔ (الحجرات:7) اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما دی اور اسے تمہارے دلوں کی زینت بنا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی کی تمہارے دلوں میں کراہت ڈال دی۔ یہی لوگ راہ یافتہ اور خوش نصیب ہیں۔ عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اس کا دل ایمان و توحید کی طرف کشادہ ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ عقلمند اور زیرک انسان کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اکثرھم ذکراً للموت واکثرھم استعداداً للموت۔ وہ شخص جو سب سے زیادہ موت کو یاد رکھنے والا ہو اور سب سے زیادہ موت کے بعد کی زندگی کے لئے تیاری کرنے والا ہو۔

حدیث: مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا اور سب سے بہتر دل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پایا۔ پھر مخلوق کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو سب سے بہتر دل والے حضورؐ کے ساتھیوں کو یعنی صحابہ کرام کو پایا۔ لہٰذا اس بنا پر حضورؐ کو

اپنا رسول اور اصحاب رسولؐ کو آپ کا ساتھی چن لیا۔ پس یہ پاکیزہ ہستیاں جس چیز کو بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جسے یہ برا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ: ضَيِّقًا اور حَرَجًا دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی تنگ دل۔ ایک مرتبہ ایک بادیہ نشین بزرگ سے حضرت عمر فاروق (رض) نے حرجاً کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک درخت ہوتا ہے جس کے پاس نہ تو چرواہے جاتے ہیں نہ جانور نہ وحشی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے منافق کا دل بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس میں کوئی بھلائی جگہ نہیں ہوتی۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اسلام باوجود آسان اور کشادہ ہونے کے منافق کو سخت اور تنگ معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں کشادگی اور وسعت رکھی ہے: قرآن میں ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ (الحج۔78) لیکن بعض لوگ اسلام کی اس وسعت سے محروم رہتے ہیں، ان کا دل اس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ مسلمان ہونے کے باوجود انہیں لا الہ الا اللہ کا اقرار ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے، جیسے کسی پر بلندی پر چڑھائی مشکل ہو۔

صراط مستقیم اور واضح آیات

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ۔ (الانعام۔126)

اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ (صراط مستقیم) ہے۔ جو لوگ تذکیر حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے ہم نے اپنی آیات کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

That is your Lord's Path—perfectly straight. We have already made the signs clear to those who are willing to receive admonition. (6:126)

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا: اس آیت میں رسول کریم ﷺ کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ (صراط مستقیم) ہے۔ اس میں لفظ وَهٰذَا سے بقول عبداللہ بن مسعودؓ قرآن کی طرف اور بقول ابن عباسؓ اسلام کی طرف اشارہ ہے (روح المعانی) معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن یا شریعت اسلام جو آپؐ کو دی گئی ہے، یہ راستہ آپؐ کے رب کا ہے، یعنی ایسا راستہ ہے جس کو آپؐ کے پروردگار نے اپنی حکمت بالغہ سے تجویز فرمایا اور اس کو پسند کیا ہے۔ پھر اس آیت میں لفظ رب کی نسبت نبی کریمؐ کی طرف کرکے آپؐ پر ایک خاص عنایت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اس نسبت کو اہل ذوق ہی

محسوس کر سکتے ہیں کہ ایک بندہ کو اپنے رب اور معبود کی طرف کوئی ادنیٰ نسبت حاصل ہو جانا بھی اس کے لئے انتہائی فخر کی چیز ہے، اور اگر رب الارباب اور معبود کائنات اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرے کہ میں تیرا ہوں تو اس کی قسمت کا کیا کہنا۔

قرآن وسنّت صراط مستقیم کی تشریح ہے۔ ترمذی کی ایک حدیث میں قرآن کی صفت میں کہا گیا ہے کہ یہ قرآن مجید اللہ کی سیدھی راہ، اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی اور حکمت والا ذکر ہے۔

سلامتی کا گھر (دار السّلام)

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (انعام۔127)

اُن کیلیے اُن کے رب کے پاس سلامتی کا گھر (دار السّلام) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔

The Abode of Peace

They will have the Home of Peace with their Lord, Who will be their Guardian because of what they used to do. (6:127)

The righteous will enjoy the Abode of Peace since there they will be safe from every misfortune and evil.

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ: اُن کیلیے اُن کے رب کے پاس سلامتی کا گھر (دار السّلام) ہے یعنی جن صفات کا پچھلی آیات کے اندر ذکر کیا گیا (مثلاً شرح صدر، صراط مستقیم پر چلنے والے، ان کیلئے ان کے رب کے پاس دار السلام کا انعام موجود اور محفوظ ہے، اس میں لفظ دار کے معنی گھر اور سلام کے معنی تمام آفتوں، مصیبتوں اور محنتوں سے سلامتی کے ہیں، اس لئے دار السلام اس گھر کو کہا جا سکتا ہے جس میں کسی تکلیف و مشقت اور رنج و غم اور آفت و مصیبت کا گزر نہ ہو، اور وہ ظاہر ہے کہ جنت ہی ہو سکتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے، اور دار السلام کے معنی ہیں اللہ کا گھر اور ظاہر ہے کہ اللہ کا گھر امن وسلامتی کی جگہ ہوتی ہے۔

جنت کو دار السلام اس لئے کہا گیا کہ جنت ہی صرف وہ جگہ ہے جہاں انسان کو ہر قسم کی تکلیف، پریشانی اور اذیت اور ہر خلاف طبع چیز سے مکمل اور دائمی سلامتی حاصل ہوتی ہے۔

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ان نیک لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس دار السلام ہے،رب کے پاس ہونے کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ یہ دار السلام یہاں دنیا میں نقد نہیں ملتا بلکہ جب وہ قیامت کے روز اپنے رب کے پاس جائیں گے اس وقت ملے گا۔

ایک معنیٰ کی رو سے اس دار السلام کا ملنا قیامت اور آخرت پر موقوف نہیں،بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رب کریم جس کو چاہیں اسی دنیا میں دار السلام نصیب کرسکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ تمام آفات اور مصائب سے امن نصیب فرمادیں،خواہ اس طرح کہ دنیا میں کوئی آفت و مصیبت ہی ان کو نہ پہنچے۔قرآن کریم کی آیت: ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن۔ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو دو جنتیں ملیں گی،ایک آخرت میں دوسری دنیا میں،دنیا کی جنت یہی ہوتی ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوتی ہے،ہر کام آسان ہوتا نظر آتا ہے۔

اس کا ایک اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ نیک بندوں کو صبر و استقامت عطا فرمادیں جس سے دنیا کی چند روزہ تکلیف و مصیبت ان کی نظروں میں ناقابل التفات چیز نظر آنے لگتی ہے،مصائب کے پہاڑ بھی ان کے سامنے رائی کی طرح ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایمانداروں کیلیئے اللہ کے ہاں سلامتی کا گھر دارالسّلام یعنی جنت ہے۔ان کے نیک اعمال کا بدلہ۔یہ پاکیزہ گھر ہو گا جہاں ہمیشہ کی راحت،اطمینان،سرور اور خوشی ہو گی۔نیک لوگوں کیلیئے وہ دار السلام آخرت میں تو یقینی ہے ہی لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں بھی ان کو دار السلام کا تحفہ دے دیا جائے۔

یوم حشر کا ایک منظر نامہ

شیاطین،برے انسان اور پاداش عمل

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰۗـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭقَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ (انعام۔128)

وہ دن (یوم حشر) بھی قریب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا (تو ارشاد ہو گا:) اے گروہِ جنّات (یعنی شیاطین!) بیشک تم نے بہت سے انسانوں کو اپنا تابع بنالیا (یعنی گمراہ کر لیا)۔اس وقت وہ لوگ جو ان (شیاطین) کے دوست ورفیق ہوں گے

کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک دوسرے کو خوب سنا(یعنی پیروی کی) اور اب ہم اُس وقت پر آپہنچے ہیں جو تو نے ہمارے لیے مقرر کر دیا۔ اللہ فرمائے گا کہ اب تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں تم ہمیشہ رہو گے مگر اللہ جس کو بچا لے۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔

˹Consider˺ the Day He will gather them ˹all˺ together and say, "O assembly of Jinn! You misled humans in great numbers." And their human associates will say, "Our Lord! We benefited from each other's company, but now we have reached the term which You appointed for us." ˹Then˺ He will say, "The Fire is your home, yours to stay in forever, except whoever Allah wills to spare." Surely your Lord is All-Wise, All-Knowing. (6:128)

The term *Jinn* here refers to the evil ones among the Jinn. Bad Jinn and bad humans had derived unfair benefit from one another and had served their selfish ends by mutual deception. The last part of the verse explains that even though God has the right to punish whoever He wishes and to forgive whoever He wishes, His punishing and forgiving will be neither arbitrary nor whimsical. It will rather be founded on absolute knowledge and wisdom. God will forgive those whom He knows not to be responsible for their guilt, and thus not liable to punishment according to His wisdom and justice.

اس آیت میں میدان حشر کے اندر تمام جنات اور انسانوں کو جمع کرنے کے بعد دونوں گروہوں سے ایک سوال وجواب کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ شیاطین الجن کو خطاب کر کے ان کے جرم کا اظہار اس طرح فرمائیں گے کہ تم نے انسانوں کی گمراہی میں بڑا حصہ لیا ہے۔۔، اس کے جواب میں جنات کیا کہیں گے قرآن نے اس کا ذکر نہیں مگر ان کا اقرار ذکر نہ کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اس سوال پر وہ ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ جواب کیلئے زبان نہ اٹھ سکے گی (روح)۔

اس کے بعد شیاطین الانس یعنی وہ لوگ جو دنیا میں شیطانوں کے تابع رہے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنتے رہے ان لوگوں کی طرف سے بارگاہ احکم الحاکمین میں ایک جواب ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں اس کی صراحت نہیں مگر سورۃ

یٰسین میں مذکور ہے: الم اعھد الیکم یٰبنی ادم ان لا تعبدوا الشیطٰن۔ یعنی اے بنی آدم کیا ہم نے تم سے رسولوں کے ذریعے سے یہ نہ کہا تھا کہ شیطان کی پیروی نہ کرنا۔ اور وہ جواب میں اقرار کریں گے کہ بیشک ہم سے یہ گناہ سرزد ہوا کہ ہم نے شیطانوں کی بات مانی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا جو اس آیت میں موجود ہے: النَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ یعنی تم دونوں گروہوں کے جرم کی سزا اب یہ ہے کہ تمہارا ٹھکانا آگ ہے، جس میں ہمیشہ رہو گے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے کسی کو نکالنا چاہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ: یعنی انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو تم نے گمراہ کر کے اپنا پیروکار بنا لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰسین میں فرمایا: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔ اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں خبردار نہیں کر دیا تھا کہ تم شیطان کی پوجا مت کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ تم صرف میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور شیطان نے تمہاری ایک بہت بڑی تعداد کو گمراہ کر دیا ہے کیا پس تم نہیں سمجھتے۔ (یٰسین۔60:62)۔

رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ: جنوں اور انسانوں نے ایک دوسرے سے کیا فائدہ حاصل کیا؟ اس کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ شیاطین جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا ان کو اپنا پیروکار، آلہ کار یعنی چیلا بنا کر اپنے سفلی مقاصد حاصل کرنا یعنی انسانوں کو گمراہ کرنا مراد ہے۔ اور انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ شیطان نے گناہوں کو ان کے لئے مزین اور خوبصورت بنا دیا جسے انہوں نے قبول کیا اور گناہوں کی لذت میں پھنسے رہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کی انسان ان فرضی غیبی خبروں کی تصدیق کرتے رہے جو شیاطین وجنات کی طرف سے کہانت کے طور پر پھیلائی جاتی تھیں۔ یہ گویا جنات نے انسانوں کو بیوقوف بنا کر فائدہ اٹھایا۔ یہی انسان جنات کا بیان کردہ جھوٹی اٹکل پچو باتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے مثلاً جعلی عاملین اور کاہن قسم کے لوگ ان سے دنیاوی مفادات حاصل کرتے۔

اعمال کی بنیاد پر طبقات

گناہگاروں سے نسبت

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (انعام۔129)

اور اسی طرح ہم گنہگاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ان کے اعمال کے سبب سے ملادیں گے۔

اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے جو ظاہری ترجمہ سے واضح ہے کہ ہم ظالموں کو جہنم میں ایک دوسرے کے ساتھ ملادیں گے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح ہم نے انسانوں اور جنوں کو ایک دوسرے کے ساتھی اور مدد گار بنایا اسی طرح ہم ظالموں کے ساتھ بھی یہ معاملہ کرتے ہیں کہ ایک ظالم کو دوسرے ظالم پر مسلط کردیتے ہیں۔ جس سے ایک ظالم دوسرے ظالم کو ہلاک اور تباہ کرتا ہے یعنی ایک ظالم کو دوسرے ظالم کے ہاتھ سے سزا ملتی ہے۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ روز محشر لوگوں کی جماعتیں اعمال واخلاق کی بنیاد پر ہوں گی، دنیوی تعلقات، نسلی، وطنی یا رنگ و زبان کی بنیاد پر نہیں ہونگی۔ سورۃ کورت میں جو ارشاد ہے: واذا النفوس زوجت۔ یعنی لوگوں کے جوڑ اور جماعتیں بنادی جائیں گی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ نیک آدمی نیکوں کے ساتھ جنت میں، اور گناہگار، گناہگاروں کے ساتھ جہنم میں ہوگا۔

بقول شاعر:

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

کبوتر با کبوتر باز با باز

آیت کی ایک اور تفسیر یہ بھی ہے کہ نیک وبد اعمال کی ایک جزاء سزاء تو آخرت میں ملے گی اور ایک جزاء سزاء نقد اسی دنیا میں اس طرح مل جاتی ہے کہ نیک آدمی کو نیک اور اچھے ساتھی مل جاتے ہیں جو اس کے رفیق و معاون بن جاتے ہیں اور اس کے کام کو چار چاند لگادیتے ہیں۔ دوسری طرف برے اور بدنیت شخص کو دوست بھی برے اور بدخواہ مل جاتے ہیں جو اس کو مزید تباہی کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بادشاہ اور حاکم سے راضی ہوتا ہے تو اس کو اچھے وزیر اور اچھے رجال کار دیدیتے ہیں جس سے اس کے امور سلطنت درست ہوجاتے ہیں، اور جب کسی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو اس کو رفقاء کار بھی برے ملتے ہیں جو اس کے معاملات سلطنت کو مزید خراب کردیتے ہیں۔ (مفہوم حدیث)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کا بھلا چاہتے ہیں تو ان پر بہترین حکام وامراء کا تسلط فرماتے ہیں، اور جب کسی قوم کا برا چاہتے ہیں تو ان پر بدترین حکام و سلاطین کو مسلط کردیتے ہیں۔ (تفسیر بحر محیط)

تیسرا رکوع: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ--- (انعام۔130)

رکوع کے تفسیری موضوعات

جن وانس پر ابلاغ دعوت، دنیا کا دھوکہ (وغرّتھم الحیوٰۃ الدنیا)، دعوت اسلام، دعوت و تبلیغ اور اتمام حجت، لاعلمی کا عذر (لم یکن ربّک مھلک القریٰ بظلم واھلھا غٰفلون)، اعمال کے درجات (ولکل درجات مما عملو)، ہر چیز سے بے نیاز ہستی اور مہربان ذات (وربک الغنی ذوالرّحمۃ)، یوم حساب کو کوئی ٹال نہیں سکتا (ان ماتوعدون لاٰت)، آخرت کا انجام کس کا بہتر ہو گا؟ دین کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے والے (ولیلبسو علیھم دینھم)، جاہلانہ کلچر، توہمات اور فرسودہ روایات، اولاد کا جسمانی وروحانی قتل نہ کرو، مشرکانہ روایات کی نفی۔

جن، انسان اور مکافات عمل

اتمام حجت

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۔ (انعام-130)

اے گروہِ جن وانس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیتیں بیان کرتے اور اِس دن کے انجام سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہیں۔ آج دنیا کی زندگی نے اِن لوگوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، مگر اُس وقت وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ (دین حق کے) منکر تھے۔

˹Allah will ask,˺ "O assembly of Jinn and humans! Did messengers not come from among you, proclaiming My revelations and warning you of the coming of this Day of yours?" They will say, "We confess against ourselves!" For they have been deluded by ˹their˺ worldly life. And they will testify against themselves that they had disbelieved. (6:130)

The wrong doers would confess that even though the Prophets had come in order to inform them of the Truth, it was their own fault that they did not respond to their call.

They will also acknowledge that the Truth had been conveyed to them and that they had refused to accept it.

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر، کتابیں اتار کر اتمام حجت کر دیا۔ یہ اللہ کا اصول نہیں کہ وہ لوگوں کو اپنی منشاء معلوم کرائے بغیر چپ چاپ اپنے عذابوں میں جکڑ لے اور اپنا پیغام پہنچائے بغیر بلا وجہ ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:
وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ یعنی کوئی امت ایسی نہیں گزری جس کی طرف کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو۔(فاطر۔24)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ: اے گروہِ جن وانس! کیا تمھارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے؟۔۔۔

جنات کے نبی کون تھے؟

یہ بات یاد رہے کہ تمام رسول انسان ہی تھے کوئی جن رسول نہیں آیا۔ جمہور مفسرین کا مذہب یہی ہے کہ رسالت و نبوت کے معاملے میں جنات انسانوں کے ہی تابع ہیں کیونکہ جنات میں الگ نبی نہیں آئے۔ البتہ رسولوں کا پیغام پہنچانے والے مبلغین جنات میں ہوتے ہیں جو اپنی قوم کو نیکی کی تعلیم دیتے اور بدی سے روکتے ہیں۔ لیکن ایک تصوّر یہ بھی ہے کہ چونکہ جنات کا وجود انسان کے وجود سے پہلے ہے تو ممکن ہے کہ تخلیق آدم سے پہلے ان کی ہدایت کے لئے انہیں میں سے کوئی نبی آیا ہو لیکن پھر آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد وہ انسانی نبیوں کے تابع ہو گئے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کی رسالت بہر حال قیامت تک آنے والے تمام جن انس کے لئے ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔

وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا: پھر اللہ ربّ العالمین نے فرمایا کہ انھوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گذاری، رسولوں کو جھٹلاتے رہے، دین اسلام کی مخالفت کرتے رہے۔ دنیا کی زیب وزینت پر فریفتہ ہوتے گئے۔ شہوت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کریں گے کہ ہاں بیشک ہم نے دین حق کی پیروی سے منہ موڑا اور کفر وانکار کی روش پر چلتے رہے۔

تبلیغ دین اور اتمام حجت

تبلیغ دین ضروری ہے تا کہ لوگ ابلاغ حق سے بے خبر نہ رہیں اور حجت تمام ہو۔ اس نکتہ کی وضاحت اگلی آیت کے اندر کی جا رہی ہے:

لاعلمی کاعذر

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ۔ (انعام۔131)

یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس لئے تھا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے باعث ایسی حالت میں تباہ کرنے والا نہیں ہے کہ وہاں کے رہنے والے (حق کی تعلیمات سے بالکل) بے خبر ہوں (یعنی انہیں کسی نے حق سے آگاہ ہی نہ کیا ہو اور پھر بھی اللہ انہیں عذاب دے)۔

Purpose of sending Prophets:

This ˹sending of the messengers˺ is because your Lord would never destroy a society for their wrongdoing while its people are unaware ˹of the truth˺. (6:131)

God does not want His creatures to have excuse or a reason to complain that He had left them ignorant of the Right Path, and then convicted them of disobedience. God has forestalled any such grievance by sending Prophets and revealing Holy Books to warn people. If people continue to falter in spite of God's arrangements for their guidance, they themselves are to blame. They have no justification for blaming their misfortune on God.

یعنی اللہ اپنے بندوں کو یہ موقع نہیں دینا چاہتا کہ وہ اس کے مقابلے میں یہ حجت، عذر یا بہانہ پیش کر سکیں کہ ہم تک تو دعوت دین پہنچی ہی نہیں اور نہ ہم کو صحیح راستہ بتانے کا کوئی انتظام فرمایا مگر جب ہم لاعلمی یا ناواقفیت کی بنا پر ہم غلط راہ پر چل پڑے تو اب آپ قصوروار ٹھراتے ہیں۔ اس حجت یا دلیل کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل کیں تاکہ لوگوں کو صراط مستقیم بتا دیا جائے۔ اب اگر لوگ غلط راستوں پر چلتے ہیں اور اللہ ان کو سزا دیتا ہے تو اس کا الزام خود ان پر ہے جنہوں نے سرکشی اور انکار کی روش اختیار کی نہ کہ اللہ تعالیٰ پر۔

اعمال کے درجات اور مراتب

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔ (انعام۔132)

اور ہر ایک کے لیے ان کے عمل کے لحاظ سے درجے ہیں اور تیرا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں۔

Everyone is assigned a degree according to his deed. Your Lord is not heedless of what they do. (6:132)

ہر چیز سے بے نیاز ہستی اور انتہائی مہربان ذات

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ۔ (انعام-133)

تمہارا رب بے نیاز ہے، مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے۔ جس طرح اس نے دوسرے لوگوں کی نسل سے تم کو پیدا فرمایا ہے۔

Your Lord is full of compassion!

Your Lord is the Self-Sufficient, Full of Mercy. If He wills, He can do away with you and replace you with whoever He wills, just as He produced you from the offspring of other people. (6:133)

The Qur'anic statement: 'Your Lord is Self-Sufficient' signifies that God needs nothing from anyone, that none of His interests will be jeopardized by disobedience to Him, and that no benefit will accrue to Him from obedience. Even if all human beings became disobedient, God's dominion will not shrink. Nor will His dominion expand if everybody were to become obedient and serve and worship Him as they ought to. God is dependent neither upon their show of veneration nor upon their offerings. He lavishes His limitless treasures on human beings and seeks nothing in return. The other statement that 'Your Lord is full of compassion', has been made here to emphasize two things. First, that when God urges human beings to follow the Right Way and asks them not to do anything in conflict with Ultimate Reality, He does so because good conduct is

beneficial to man himself, as evil conduct is harmful to him. Hence it is out of sheer benevolence that God urges man to develop righteous conduct, for it will raise him to great heights, and He urges him to avoid evil conduct because it will lead to his own degradation. Second, that God is not unduly stern in judging man. He gets no pleasure from punishing people. He is not on the look-out for slight lapses for which to convict and persecute people. God is highly compassionate towards all His creatures and governs with utmost mercy and benevolence, and the same characterizes His dealings with human beings as well. Hence, He constantly forgives the sins of people. Many disobey, indulge in sins, commit crimes, disregard God's commands, even though they are nourished by the sustenance He provides. God, nevertheless, continually treats them with forbearance and forgives them. Again and again, He grants them respite in order that they may take heed, understand things properly and reform themselves. Had He been excessively stern, He could even have obliterated them instantly and raised up another people. He could have put an end to humanity and brought into being an altogether different species of creation.

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ: تمہارا رب بڑا بے نیاز ہے، مہربانی اس کا شیوہ ہے۔یعنی اس کی کوئی غرض تم سے اٹکی ہوئی نہیں ہے، اس کا کوئی مفاد تم سے وابستہ نہیں ہے کہ تمہاری نافرمانی سے اس کا کچھ بگڑ جاتا ہو، یا تمہاری فرماں برداری سے اس کو کوئی فائدہ پہنچ جاتا ہو۔ تم سب مل کر سخت نافرمان بن جاؤ تو اس کی بادشاہی میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتے، اور سب کے سب مل کر اس کے مطیع فرمان اور عبادت گزار بن جاؤ تو اس کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ وہ نہ تمہاری سلامیوں کا محتاج ہے اور نہ تمہاری نذر و نیاز کا۔ اپنے بیشمار خزانے تم پر لٹا رہا ہے بغیر اس کے کہ ان کے بدلہ میں اپنے لیے تم سے کچھ چاہے۔

ذُو الرَّحْمَةِ: یعنی مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان غنا کے باوجود وہ اپنی مخلوق کے لیے رحیم بھی ہے۔ اس کی بے نیازی اپنی مخلوق پر رحمت کرنے میں مانع نہیں ہے۔ یہ سراسر اس کی مہربانی ہے کہ وہ تمہیں اس صراط مستقیم کی تعلیم دیتا

ہے جس سے تم دنیاو آخرت میں حقیقی کامیابی اور فلاح پاسکتے ہو۔وہ تمہیں اس غلط طرز عمل سے روکتا ہے جس کی بدولت تم ناکام ونامراد اور خائب وخاسر ہوسکتے ہو۔ تمہارا رب سخت گیر بھی نہیں ہے، تم کو سزا دینے میں اسے کوئی لطف نہیں آتا ہے، وہ تمہیں پکڑنے اور مارنے پر تلا ہوا نہیں ہے کہ ذرا تم سے قصور سرزد ہو اور وہ تمہاری خبر لے ڈالے۔ درحقیقت وہ اپنی تمام مخلوقات پر نہایت مہربان ہے۔ اسی لیے وہ تمہارے قصور پر قصور معاف کرتا چلا جاتا ہے۔ تم نافرمانیاں کرتے ہو، گناہ کرتے ہو، جرائم کا ارتکاب کرتے ہو، اس کے رزق سے پل کر بھی اس کے احکام سے منہ موڑتے ہو، مگر وہ حلم اور عفو ہی سے کام لیے جاتا ہے اور تمہیں سنبھلنے اور سمجھنے اور اپنی اصلاح کر لینے کے لیے مہلت پر مہلت دیے جاتا ہے۔ ورنہ اگر وہ سخت گیر ہوتا تو اس کے لیے کچھ مشکل نہ تھا کہ تمہیں دنیا سے رخصت کر دیتا اور تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اٹھا کھڑا کرتا، یا سارے انسانوں کو ختم کر کے کوئی اور مخلوق پیدا کر دیتا۔

یوم حساب یقینی ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ (انعام-134)

یقیناجو تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ سامنے آنے والا ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔

Day of Accountability

Indeed, what you are promised is coming, and you will not cause failure [to Allah]. (6:134)

This refers to the Resurrection, when human beings of every epoch will be raised anew and made to stand before God for final judgement. The Verse means that the day of accountability is inevitable, and you can't run away from the Day of Judgement.

اس سے مراد قیامت اور روز حساب ہے۔ تم عاجز نہیں کر سکتے کا مطلب ہے کہ تم اس کو ٹال نہیں سکتے۔ تم اللہ کے فیصلے کو بھی نہیں ٹال سکتے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے چاہے تم مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو چکے ہو۔

آخرت کا انجام

انجام کار کس کا بہتر ہو گا؟

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔(انعام۔135)

اے محمدؐ! کہہ دو کہ لوگو! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں بھی اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کا انجام کس کے حق میں بہتر ہے، بہر حال یہ حقیقت ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

Who will succeed at the end!

Say: O my people! Persist in your ways, for I ˹too˺ will persist in mine. You will soon know who will have succession in the end. Indeed, the wrongdoers will never succeed. (6:135)

If people prefer to ignore the Prophet's admonition and do not recant their misconduct, they are free to follow their chosen path, but they should also let the Prophet (peace be on him) and Muslims to choose and follow their path. The ultimate results of their conduct will, in due time, become evident to all.

جاہلانہ طور طریقے اور مشرکانہ روایات

غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَاۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔(انعام۔135)

اِن لوگوں نے اللہ کے لیے خود اُسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے، بزعم خود، اور یہ ہمارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لیے پھر جو حصہ ان کے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا مگر جو اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ کیسا نا انصافی والا فیصلہ کرتے ہیں!

The pagans set aside for Allah a share of the produce and cattle He created, saying, "This ˹portion˺ is for Allah," so they claim, "and this ˹one˺ for our associate-gods." Yet the portion of their associate-gods is not shared with Allah while Allah's portion is shared with their associate-gods. What unfair judgment! (6:135)

اس آیت میں جاہلانہ طور طریقے اور مشرکانہ روایات کا ایک نمونہ بتلایا گیا ہے جو جہلائے عرب نے اپنے طور پر گھڑ رکھا تھا۔ مشرکین عرب اس بات کے قائل تھے کہ زمین اللہ کی ہے اور کھیتیاں وہی اگاتا ہے۔ نیز ان جانوروں کا خالق بھی اللہ ہی ہے جن سے وہ اپنی زندگی میں خدمت لیتے ہیں۔ لیکن ان کا تصور یہ تھا کہ ان پر اللہ کا یہ فضل ان خودساختہ معبودوں، فرشتوں، جنات، آسمانی ستاروں اور نیک لوگوں کی ارواح کے طفیل و برکت سے ہے جو ان پر نظر کرم رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے کھیتوں کی پیداوار اور اپنے جانوروں میں سے دو حصے نکالتے تھے۔ ایک حصہ اللہ کیلئے اور دوسرا حصہ خودساختہ معبودوں کے لئے۔ ایک حصہ اللہ کے نام کا، اس شکریہ میں کہ اس نے یہ کھیت اور یہ جانور انہیں بخشے۔ اور دوسرا حصہ اپنے قبیلہ اور خاندان کے سرپرست معبودوں کی نذر و نیاز کا تاکہ ان کی مہربانیاں ان کے شامل حال رہیں۔ اللہ کے حصے کو مہمانوں، فقراء و مساکین اور صلہ رحمی پر خرچ کرتے اور معبودوں کے حصے کو مجاورین اور ان کی ضروریات پر خرچ کرتے۔ پھر اگر بتوں کے مقرر حصے میں توقع کے مطابق پیداوار نہ ہوتی تو اللہ کے حصے میں سے نکال کر اس میں شامل کر لیتے اور اس کے برعکس معاملہ ہو تو بتوں کے حصے میں سے نہ نکالتے اور کہتے کہ اللہ تو غنی ہے۔ یعنی اللہ کے حصہ کی کمی کی صورت میں بتوں کی مقررہ حصے میں سے صدقات و خیرات کم نہ کرتے لیکن اگر بتوں کے مقررہ حصے میں کمی ہو جاتی تو وہ اللہ کے مقررہ حصے سے لے کر بتوں کے مصالح اور ضروریات پر خرچ کر لیتے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عملاً اللہ کے مقابلے میں بتوں کی عظمت اور خوف ان کے دلوں میں زیادہ تھی۔

ان توہمات کی اصل جڑ کیا تھی؟

اس کی بڑی وجہ یہ تھی جہلائے عرب جو حصہ شریکوں کی نذر و نیاز کے لیے نکالتے تھے وہ براہ راست مذہبی طبقوں کے پیٹ میں جاتا تھا۔ اسی لیے ان خود غرض مذہبی پیشواؤں نے صدیوں کی مسلسل تلقین سے ان کے دلوں میں یہ بات بٹھائی تھی کہ اللہ کے حصہ میں کمی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر "اللہ کے پیاروں" کے حصہ میں کمی نہیں ہونی چاہیے بلکہ حتی الامکان کچھ بیشی ہی ہوتی رہے تو بہتر ہے۔

حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ تقسیم ہی جہالت کی علامت ہے کیونکہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں جو وحدہ لا شریک ہے، انہیں اس کے شریک ٹھہرانے کا کیا مقصد؟

ان کی ایک اور جاہلانہ روایت یہ بھی تھی کہ اللہ کے لئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے پسند کرتے۔ یہ بھی ان کی خودساختہ تقسیم ہے ورنہ اللہ تو ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ اس حقیقت کو سورۃ اخلاص جس کو سورۃ توحید بھی کہا جاتا ہے اس میں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کر دیا گیا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ کہہ دو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا گیا: لیس کمثلہ شئی۔ اس جیسی ذات وصفات کا حامل کوئی بھی نہیں۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان مجھ پر باطل گوئی کرتا ہے یعنی میرے لیے اولاد ثابت کرتا ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، ہر کسی سے بے نیاز ہوں، میں نے کسی کو جنا ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔ (بخاری)

اولاد کا جسمانی اور روحانی قتل نہ کرو

اپنی اولاد کو زندہ درگور نہ کرو

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔ (انعام-137)

اور اسی طرح بہت سے شرک کرنے والوں کیلئے ان کے شریکوں (خودساختہ خداؤں نے) اپنی اولاد کے قتل (یعنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا) ان کیلئے خوشنما بنا دیا ہے تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور ان پر ان کے (بچے کچھے) دین کو (بھی) مشتبہ بنا دیں۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرسکتے۔ لہٰذا انہیں چھوڑ دو کہ اپنی افتراء پردازیوں میں لگے رہیں۔

Likewise, the pagans’ associates have made it appealing to them to kill their own children—only leading to their destruction as well as confusion in their faith. Had it been Allah’s Will, they would not have done such a thing. So, leave them and their falsehood. (6:137)

اس آیت میں اشارہ ہے زمانہ جاہلیت میں قتل اولاد کی جاہلانہ روایات کی طرف۔

اہل عرب میں اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں قتل اولاد کی تین صورتیں رائج تھیں اور قرآن میں تینوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

1۔ لڑکیوں کا قتل: اس خیال سے کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے، یا قبائلی لڑائیوں میں وہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑیں، یا کسی دوسرے سبب سے وہ ان کے لیے سبب عار نہ بنیں۔ یہاں تک کہ یہ وطیرہ بھی ان میں تھا کہ لڑکی کی پیدائش کی خبر ان کو غیظ و غضب سے بھر دیتی تھی۔ قرآن مجید میں سورۃ تکویر میں فرمایا گیا کہ: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ۔ ان بے گناہ زندہ درگور کی ہوئی بچیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کر دی گئیں؟

2۔ بچوں کا قتل: اس خیال سے کہ ان کی پرورش کا بار نہ اٹھایا جاسکے گا اور ذرائع معاش کی کمی کے سبب سے وہ ناقابل برداشت بوجھ بن جائیں گے۔

3۔ بچوں کو اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لیے بھینٹ چڑھانا۔

اس طرح کی جاہلانہ روایات اور شیطانی حرکات کا نتیجہ محض ہلاکت اور دین سے دوری ہے۔ یہ سب مکروہ افعال ہیں جو اس دور جدید میں بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں بچوں پر ظلم کی وحشیانہ مثال: بچیوں کو زندہ درگور کرنا

زمانہ جاہلیت میں جہاں عرب کے معاشرے میں اور بہت سی قباحتیں تھی وہاں ایک قباحت یہ بھی تھی کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ یہ لوگ اپنی معصوم بچیوں کو سامنے بٹھا کر قبر کھودتے۔ اس کے ہاتھ میں مٹھائی کا ٹکڑا اور گڑیا تھما کر اس کو قبر میں بٹھا دیتے۔ بچی اس کو کھیل سمجھتی اور قبر میں گڑیا اور مٹھائی کے ٹکڑوں سے کھیلنے لگتی۔ یہ لوگ اس معصوم پر مٹی ڈالنا شروع کر دیتے۔ قبر میں بیٹھی مٹھائی اور گڑیا سے کھیلتی معصوم بچی شروع میں اس کو بھی کھیل سمجھتی لیکن جب مٹی اس کی گردن تک پہنچ جاتی تو وہ گھبرا کر اپنی ماں کو آواز دیتی، چیختی چلاتی منتیں کرتی لیکن ظالم باپ اس بچی کو زندہ دفن کر دیتا۔ اس قبیح فعل کے بعد جب وہ گھر آتا تو اس بچی کی چیخیں گھر تک اس کا پیچھا کرتیں، لیکن ان سنگدل والدین کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے تھے جو نرم نہیں ہوتے تھے۔

بعض ایسے لوگ بھی تھے جو اسلام قبول کرنے سے پہلے یہ قبیح گناہ سرزد کر چکے تھے انھی میں سے ایک صحابیؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد رحمت عالم حضرت محمد ﷺ کو اپنا واقعہ سنایا کے جب وہ اپنی بیٹی کی انگلی پکڑ کر دفنانے لے جارہا تھا تو وہ میرے ساتھ جانے کی وجہ سے اتنی خوش تھی کہ اس معصوم کی آنکھوں سے خوشی سے چمک رہی تھیں۔ وہ سارا راستہ مجھ سے خوشی خوشی اپنی توتلی زبان میں باتیں کرتی رہی۔ میں سارا راستہ اس کو اور اس کی فرمائشوں کو بہلاتا رہا۔ میں اسے لے کر قبرستان پہنچ گیا اور اس کے لیے قبر کی جگہ منتخب کی۔ میں نے اس معصوم کو نیچے زمین پر بیٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے زمین کھودنے لگا۔ میری بیٹی مجھے کام کرتے دیکھا تو خود بھی میرے ساتھ کام میں لگ گئی اور وہ بھی اپنے ننھے ہاتھوں سے مٹی کھودنے لگی۔ ہم دونوں باپ بیٹی زمین کھودتے رہے۔ میں نے صاف کپڑے پہن رکھے تھے۔ زمین کھودتے ہوئے جب مٹی میرے کپڑوں پر لگ جاتی تو میری بیٹی فوراً آکر میرے کپڑے اپنے معصوم معصوم اور چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے صاف کرتی اور پیار و محبت سے ایسے دیکھتی جیسے اسے دنیا کی سب سے بڑی سعادت نصیب ہوگئی ہو۔ قبر تیار ہوئی تو میں نے اس میں اس کو بٹھایا اور اس پر مٹی ڈالنی شروع کردی۔ یہ معصوم بھی میرا ہاتھ بٹانے کے لیے اپنے اوپر اپنے معصوم معصوم اور نرم نرم ہاتھوں سے مٹی ڈالنے لگی۔ وہ مٹی ڈالتی جاتی تھی اور قہقہ لگاتی جاتی اور ساتھ ساتھ مجھ سے فرمائش کرتی جاتی تھی۔ لیکن میں دل ہی دل میں جھوٹے خداوں سے دعا کررہا تھا کے وہ مجھے بیٹا دے یں۔ میں دعا کرتا رہا اور بیٹی ریت میں دفن ہوتی رہی۔ میں نے آخر جب اس کے سر پر مٹی ڈالنی شروع کی تو اس نے خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور کہا: ابا جان! آپ پر میری جان قربان، آپ مجھے کیوں دفن کرنا چاہتے ہیں؟ لیکن میں نے اپنے دل کو پتھر بنالیا اور دونوں سے تیزی سے قبر پر مٹی ہی پھینکنے لگا۔ میری بیٹی روتی رہی، چیختی رہی، دہائیاں دیتی رہی لیکن میں نے اس کو قبر میں زندہ دفن کردیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جہاں رحمت للعالمین ﷺ کا پیمانہ ضبط بھی جواب دے گیا، اور آپ ﷺ کی ہچکیاں بندھ گئیں، داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور آواز مبارک حلق میں رکنے لگی، وہ شخص دھاڑیں مار مار کر رورہا تھا اور آپ ﷺ ہچکیاں لے رہے تھے۔ اس نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا میرا یہ گناہ بھی معاف ہوجائے گا؟ رحمت للعالمین ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔

قربان جائیں حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر کہ انہوں نے نہ صرف بیٹیوں اور عورتوں پر ظلم و ستم کی تمام رسوم کا خاتمہ فرمایا بلکہ عورت کے احترام کی ایسی ایسی مثالیں قائم کیں کہ جن کو پڑھ کر آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی اور زبان گنگ رہ جاتی ہے۔

ایک واقعہ سیرتؐ کی کتابوں میں ملتا ہے: جب حاتم طائی کی بیٹی گرفتار کرکے لائی گئی تو سرکار دوعالم ﷺ کندھے پر سیاہ چادر لٹکائے بیٹھے تھے، جوں ہی حاتم طائی کی بیٹی احاطہ میں داخل ہوئی کسی نے آواز بلند کہا "دختر حاتم طائی"۔ حضور ﷺ

اٹھے، اپنے کندھے سے چادر اتاری، زمین پر وہ چادر بچھا کر حاتم طائی کی بیٹی کو بیٹھنے کا کہا اور خود دور ہٹ گئے۔ سب حیران کہ ایک عیسائی کی بیٹی اور اتنی تعظیم؟ اس مقام پر کہ کہ جہاں گردنیں اترتی ہوں عزتیں اچھلتی ہوں وہاں اک بے دیار اور بے یارومددگار عورت کو اتنی تعظیم ملی کہ وہ واپس گئی اور اپنے بھائی عدی بن حاتم کو پکڑ کر ساتھ لائی اور کہا کہ ہمیں کلمہ پڑھوایئے اور وہ دونوں بھائی بہن مسلمان ہو گئے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ نبی کہ جس نے عورت کو جو عزت واحترام دیا آج اسی کی امت اپنی بہن، بیٹیوں اور ماؤں کو مختلف ہتھکنڈے استعمال کر کے بدنام کر کے زندگی اجیرن بنا رہی ہے۔ ایسے بے شمار واقعات سامنے آئے ہیں جن میں کسی ماں کسی بیٹی اور کسی بہن نے موت کو گلے صرف اس لیے لگایا کہ اس کی وجہ سے والدین کی عزت وآبرو میں آنچ آنا قریب تھی۔ کسی نے طلاق کی صورت میں موت کو گلے لگایا، کسی نے بلیک میلنگ کی وجہ سے موت سے پناہ مانگی۔ کسی نے آوارہ لڑکوں کی وجہ سے عزت تار تار ہونے پر موت کو گلے لگایا تو کسی نے انصاف نہ ملنے پر موت کو گلے لگایا، کسی نے معاشرے میں قد کاٹھ رکھنے والے افراد کے ہاتھوں تار تار ہو کر خودکشی کی۔

لِيُرْدُوْهُمْ: تاکہ انہیں ہلاک کریں۔ اس آیت میں ہلاکت کا لفظ نہایت معنی خیز ہے۔ اس سے تین قسم کی ہلاکت مراد ہے۔

اولاً: اس سے اخلاقی ہلاکت بھی مراد ہے کیونکہ جو انسان سنگ دلی اور شقاوت کی اس حد کو پہنچ جائے کہ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے لگے اس میں جوہر انسانیت تو درکنار جوہر حیوانیت تک باقی نہیں رہتا۔

ثانیاً: اس سے مراد قومی ہلاکت بھی ہے کہ قتل اولاد کا لازمی نتیجہ نسل کشی ہے جس سے نوع انسانی کو بھی نقصان پہنچتا ہے، اور قوم بھی بتدریج لاوارث بن جاتی ہے۔ جو قوم اپنے حامیوں، اپنے تمدن کے کارکنوں اور اپنی میراث کے وارثوں کو پیدا ہی نہیں ہونے دیتی، یا پیدا ہوتے ہی خود اپنے ہاتھوں انہیں ختم کر ڈالتی ہے اس قوم کا انجام سوائے اجتماعی ہلاکت کے کچھ نہیں۔

ثالثاً: اس سے مراد انجامی ہلاکت بھی ہے کہ جو شخص معصوم بچوں پر یہ ظلم کرتا ہے، اور جو اپنی انسانیت کو بلکہ اپنی حیوانی فطرت تک کو یوں الٹی چھری سے ذبح کرتا ہے، اور جو نوع انسانی کے ساتھ اور خود اپنی قوم کے ساتھ یہ دشمنی کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو خدا کے شدید عذاب کا مستحق بناتا ہے۔ دنیا و آخرت کی ناکامی اور ذلت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ۔ تاکہ ان پر ان کے (بچے کچھے) دین کو (بھی) مشتبہ بنا دیں۔ زمانہ جاہلیت کے عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا پیرو کہتے اور سمجھتے تھے اور اس بنا پر ان کا خیال یہ تھا کہ جس مذہب کا وہ اتباع کر رہے ہیں وہ خدا کا

پسندیدہ مذہب ہی ہے۔ لیکن جو دین ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے سیکھا تھا اس کے اندر بعد کی صدیوں میں مذہبی پیشوا، خاندانوں کے بڑے لوگ طرح طرح کے عقائد اور اعمال اور رسوم کا اضافہ کرتے چلے گئے جنھیں آنے والی نسلوں نے اصل مذہب کا جزء سمجھا اور عقیدت مندی کے ساتھ ان کی پیروی کی۔ چونکہ روایات میں، یا تاریخ میں، یا کسی کتاب میں ایسا کوئی ریکارڈ محفوظ نہ تھا جس سے معلوم ہوتا کہ اصل مذہب کیا تھا اور بعد میں کیا چیزیں کس زمانہ میں کس نے کس طرح اضافہ کیں، اس وجہ سے اہل عرب کے لیے ان کا پورا دین مشتبہ ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ کسی چیز کے متعلق یقین کے ساتھ یہی کہہ سکتے تھے کہ یہ اس اصل دین کا جزء ہے جو خدا کی طرف سے آیا تھا، اور نہ یہی جانتے تھے کہ یہ بدعات اور غلط رسوم ہیں جو بعد میں لوگوں نے بڑھا دیں۔ اسی صورت حال کی ترجمانی اس فقرے میں کی گئی ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ: اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرسکتے۔ یعنی اگر اللہ چاہتا کہ وہ ایسا نہ کریں تو وہ کبھی نہ کرسکتے تھے، لیکن چونکہ اللہ کی مشیت یہی تھی کہ جو شخص جس راہ پر جانا چاہتا ہے اسے جانے کا موقع دیا جائے، اسی لیے یہ سب کچھ ہوا۔ پس اگر یہ لوگ تمہارے سمجھانے سے نہیں مانتے اور ان افترا پردازیوں ہی پر انہیں اصرار ہے تو جو کچھ یہ کرنا چاہتے ہیں کرنے دو، ان کے پیچھے پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اللہ کی مشیت کے موضوع پر تفصیل سورۃ انعام آیت 111 کے تحت گذر چکی ہے۔

جاہلانہ روایات کی تین اور صورتیں

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۗ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ (انعام۔138)

کہتے ہیں یہ جانور اور یہ کھیت مخصوص ہیں، انہیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم کھلانا چاہیں (یعنی مجاورین اور خود ساختہ خداؤں کے پجاری) حالانکہ یہ پابندی ان کی خود ساختہ ہے پھر کچھ جانور ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور کچھ جانور ہیں جن پر وہ (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے، اور ان سب کاموں کی نسبت اللہ کی طرف بھی کر رکھی ہے۔ عنقریب اللہ انہیں ان افتراء پردازیوں کی سزا دے گا۔

They say, "These cattle and crops are reserved—none may eat them except those we permit," so they claim. Some other cattle are exempted from labour and others are not slaughtered in Allah's Name—falsely attributing lies to Him. He will repay them for their lies. (6:138)

There was a practice among the people of Arabia whereby they used to dedicate certain animals and farms to certain shrines. These special offerings could not be used by everybody. An elaborate code laid down what kind of offering could be used by what kind of people. God not only judges such practices to be polytheistic, but also censures them as man-made innovations. God had neither encumbered human beings with the need to make any of those offerings and consecrations nor imposed those restrictions on what they consume. These were the wilful inventions of some people who attributed to themselves the authority to make laws as they pleased. Some narrations indicate that there were certain ritual offerings, and that on certain occasions animals were consecrated for sacrifice at which it was deemed unlawful to pronounce the name of God. Every care was taken not to pronounce the name of God at the time of milking, mounting, slaughtering, and eating of such animals. Even though those rules had not been laid down by God, people followed them under the false impression that they had been prescribed by God. They could not adduce any injunction from God in support of such a belief, and all that they could claim was that it was an integral part of their ancestors' way of life.

حجرً (بمعنی منع) اگرچہ مصدر ہے لیکن مفعول یعنی مَحْجُوْر (ممنوع) کے معنی میں ہے۔

اس آیت زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کی مشرکانہ روایات کی تین اور صورتیں بیان فرمائی جارہی ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ مشرکین عرب کسی خاص جانور یا کھیت کو غیر اللہ کے ساتھ مخصوص کر دیتے۔ اور ان کی پیداوار کا استعمال حرام سمجھتے تھے۔ اسے کھانے کی اجازت صرف ان کے خود ساختہ خداؤں کے پجارین اور ان کی پرستش گاہوں کے مجاورین کو ہوتی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مختلف قسم کے جانوروں کو اپنے بتوں کے نام آزاد اور کھلا چھوڑ دیتے تھے جن کے دودھ، گوشت یا باربرداری یا سواری کو حرام سمجھتے تھے یہ بھی ایک خودساختہ جاہلانہ عبادت تھی جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ ذبح کرتے وقت صرف اپنے بتوں کا نام لیتے ہیں، اللہ کا نام نہ لیتے۔ بہرحال یہ ساری بدعات و اختراعات گھڑی ہوئی تو ان کی اپنی تھیں لیکن اللہ پر افتراء باندھتے تھے یعنی ان سب کاموں کی نسبت اللہ کی طرف کرتے اور یہ باور کراتے کہ وہ اللہ کے حکم سے ہی سب کچھ کر رہے ہیں۔

جاہلانہ کلچر: عورتوں مردوں میں جاہلانہ تفریق کی مذمت

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ (انعام۔139)

اور کہتے ہیں جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مردوں کے لیے خاص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں۔ اللہ انہیں ان باتوں کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والا، جاننے والا ہے۔

They ⌜also⌝ say, "The offspring of this cattle is reserved for our males and forbidden to our females; but if it is stillborn, they may all share it." He will repay them for their falsehood. Surely, He is All-Wise, All-Knowing. (6:139)

One of the provisions of this self-contrived religious code of the Arabs was that the flesh of the certain young animals might be eaten by males but not by females. This culture of discrimination is being condemned here.

یہ ایک جاہلانہ روایت تھی جو اسلام سے قبل اہل عرب میں موجود تھی کہ جو جانور وہ اپنے بتوں کے نام وقف کرتے تھے، ان میں سے بعض کے بارے میں کہتے کہ ان کا دودھ اور ان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ صرف مردوں کے لیے حلال ہے، عورتوں کے لیے حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جن چوپایوں کو وہ اپنے معبودان باطل کے نام کر دیتے تھے ان کا دودھ صرف مرد پیتے تھے جب انہیں بچہ ہوتا تو اگر نر ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے اگر مادہ ہوتا تو اسے ذبح ہی نہ کرتے۔

سَیَجْزِیْہِمْ وَصْفَھُمْ: ان کی ان جھوٹی باتوں کا بدلہ اللہ انہیں دے گا کیونکہ یہ سب ان کا جھوٹ اللہ پر باندھا ہوا تھا۔ یہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال کسی کو حرام کرلیتے تھے پھر اسے رب کی طرف منسوب کردیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ غلط بیانی کرتے ہیں اور اللہ پر افتراء باندھتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے گا۔ وہ اپنے بندوں کے بارے میں پوری طرح علم رکھنے والا ہے۔ وہ اپنے علم اور حکمت کے مطابق وہ جزا اور سزا کا اہتمام فرمائے گا۔

اپنی اولاد کے قاتل

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَھُمُ اللّٰہُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُھْتَدِیْنَ۔ (انعام۔140)

یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اور جو چیزیں اللہ نے ان کو کھانے پینے کے لئے دی تھیں ان کو حرام کرلیا ان کی جھوٹی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہوئے۔ یقیناً وہ بھٹک گئے اور ہرگز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے۔

Inhuman Customs

Lost indeed are those who have murdered their own children foolishly out of ignorance and have forbidden what Allah has provided for them—falsely attributing lies to Allah. They have certainly strayed and are not ⌜rightly⌝ guided. (6:140)

Before Islam, some people had introduced such inhuman customs as infanticide without any justification. This inhuman practise of murdering children was abolished by Islam.

اولاد کو دین سے دور رکھنا، انکی دینی تربیت نہ کرنا گویا ان کو روحانی طور پر قتل کرنے کے برابر ہے۔

چوتھا رکوع: وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ۔۔ (انعام۔141)

رکوع کے تفسیری موضوعات

وجود باری تعالٰی کے دلائل، کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے؟ مظاہر قدرت، اللہ کی نعمتیں، پیداوار یا پروڈکشن میں اللہ کا حق (وآتو حقہ یوم حصادہ)، فضول خرچی و اسراف نہ کرو (ولا تسرفو، انہ لایحب المسرفین)، اعتدال، توازن، میانہ روی، اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ مگر شیطانی رویے نہ اپناؤ (لا تتبعو خطوات الشیطان)، اسلام سے پہلے عرب معاشرے کی جہالت کی عکاسی، جاہلانہ روایات پر انحصار، دین ابراہیمیؑ میں تحریف کی ابتداء، خودساختہ حلال و حرام، اللہ پر جھوٹ منسوب کرنا (فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا)۔

وجود باری تعالٰی کے دلائل

نباتات، جمادات، کوئی تو پیدا کرنے والا ہے؟

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے۔وہی خدا ہے۔

مظاہر قدرت، سرسبز نظارے، پھل پھولوں والے باغات

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ (الانعام۔141)

وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ اور تاکستان اور نخلستان پیدا کیے، کھیتیاں اگائیں جن سے قسم قسم کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں، زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل صورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ جب یہ درخت پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھایا بھی کرو اور جس دن فصل یا پیداوار حاصل کرو تو اس دن اللہ کا حق بھی دیا کرو اور فضول خرچی نہ کیا کرو بیشک وہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

He is the One Who produces gardens—both cultivated and wild — and palm trees, crops of different flavours, olives, and pomegranates—similar ˹in shape˺, but dissimilar ˹in taste˺. Eat of the fruit they bear and pay the dues at harvest, but do not waste. Surely, He does not like the wasteful. (6:141)

ان آیات میں مظاہر قدرت، سرسبز نظارے، پھل پھولوں والے باغات کا ذکر ہے۔

سلسلہ کلام پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ تین باتیں ذہن نشین کرانا چاہتا ہے:

اولاً یہ کہ یہ باغ اور کھیت اور یہ جانور جو تم کو حاصل ہیں، یہ سب اللہ کے بخشے ہوئے اور عطا کردہ ہیں، کسی دوسرے کا اس بخشش میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس لیے بخشش کے شکریہ میں بھی کسی اور کا کوئی حصہ نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً یہ کہ جب یہ چیزیں اللہ کی بخشش ہیں تو ان کے استعمال میں اللہ کی ہدایات کی پیروی ہونی چاہیے۔ کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ ان کے استعمال پر اپنی طرف سے پابندیاں مقرر کردے۔ اللہ کے سوا کسی اور کی مقرر کردہ رسموں کی پابندی کرنا اور اللہ کے سوا کسی اور کے آگے شکر نعمت کی نذر پیش کرنا ہی حد سے گزرنا ہے اور یہی شیطان کی پیروی ہے۔

ثالثاً یہ کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال پیدا کی ہیں اور انسان کے کھانے پینے اور استعمال کرنے کے لیے پیدا کی ہیں۔ اس لیے پیدا نہیں کیں کہ انہیں بلاوجہ اپنے اوپر حرام کر لیا جائے۔ اپنے اوہام اور قیاسات کی بنا پر جو پابندیاں لوگوں نے اللہ کے رزق اور اس کی بخشی ہوئی چیزوں کے استعمال پر عائد کر لی ہیں وہ سب منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِہٖ: یعنی جب اپنی فصلوں اور باغات کی پیداوار حاصل کرو تو اللہ کا حق ادا کرو۔ حق سے مراد علماء کے نزدیک نفلی صدقہ ہے اور بعض کے نزدیک صدقہ واجبہ یعنی عشر، اگر زمین بارانی ہو تو کل پیداوار کا دسواں حصہ اور اگر زمین کنویں، ٹیوب ویل یا نہری پانی سے سیراب کی جاتی ہے تو خمس یعنی کل پیداوار کا بیسواں حصہ مستحقین یعنی غرباء مساکین کو ادا کرنا ضروری ہے۔ اپنے مال اور پیداوار میں سے زکوٰۃ و صدقات اور عشر ادا نہ کرنا مال کی بے برکتی کا ذریعہ بنتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت کے اندر ہے: والذین فی اموالہم حق معلوم، للسائل والمحروم۔ یعنی نیک بندوں کے اموال میں سائلین، فقراء و مساکین کا حق ہوتا ہے۔

عشر و خمس کے احکام و مسائل

وَلَا تُسْرِفُوْا: اور فضول خرچی نہ کیا کرو یعنی صدقہ خیرات میں بھی حد سے تجاوز نہ کیا کرو۔ ہر چیز میں اسراف منع ہے، اللہ کے حکم سے تجاوز کرنا بھی اسراف ہے۔ اپنا سارا مال خرچ کر کے فقیر ہو کر دوسروں کا محتاج بن جانا بھی اسراف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کل تم خود ضرورت مند ہو جاؤ اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہو۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس ان کی بیماری کے زمانے میں ان کی عیادت کو گئے۔ حضرت سعدؓ نے کہا: یا رسول اللہؐ! میرے پاس مال بہت ہے اور میری ایک ہی بیٹی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنا دو تہائی

مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں آپؐ نے فرمایا: نہیں، انہوں نے پوچھا پھر ایک تہائی کی اجازت دیجئے آپؐ نے فرمایا خیر لیکن یہ بھی زیادہ ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ۔ تو اگر اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جائے یہ اس سے بہتر ہے تو کہ تو انہیں فقیر چھوڑ کر جائے کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ (بخاری و مسلم)

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ وَلَا تُسْرِفُوْا کے حکم کا تعلق زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے ہے یعنی صدقات اور زکوۃ کی وصولی میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سیاق آیت کی رو سے یہ بات درست لگتی ہے کہ رزق کو استعمال کرنے میں اسراف مت کرو کیونکہ بسیار خوری عقل اور جسم دونو کے لئے مضر ہے دوسرے مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے میں اسراف سے منع فرمایا: کلو واشربو ولا تسرفو۔ کھاؤ، پیو مگر حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو۔ جس سے واضح ہے کہ کھانے پینے میں اعتدال بہت ضروری ہے اور اس سے تجاوز اللہ کی نافرمانی ہے۔ آج کل مسلمانوں نے اس اسراف کو اپنے سوشل سٹیٹس کے اظہار کی علامت بنالیا ہے جس کا عام مشاہدہ شادی بیاہ کی تقریبات میں نمود و نمائش، رسوم ورواج اور دوسری معاشرتی تقریبات میں نظر آتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسراف کسی چیز میں بھی پسندیدہ نہیں۔ ہر چیز میں اعتدال اور میانہ روی مطلوب اور محبوب ہے۔

حدیث مبارکہ کے اندر بھی آتا ہے: خیر الامور اوساتھا۔۔ بہترین راستہ اعتدال کا راستہ ہے۔

راہِ اعتدال اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اس کو توازن یا بیلنس کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اعتدال و توازن کے اس مفہوم و معنی کی روشنی میں اسلام کی ہر تعلیم اور ہر حکم میں اعتدال موجود ہے۔ اسلام عقیدہ و نظریہ، عبادات و شعائر، اخلاق و آداب اور قانون و نظام میں معتدل ہے۔ ایک صالح معاشرے کی پہچان، اس میں بسنے والے افراد کا وہ رویہ اور طرزِ عمل ہوتا ہے، جس میں اعتدال و توازن، انسانی ہمدردی، انسانی حقوق کا احترام اور بالخصوص جان، مال اور عزّت و عصمت کا تحفظ پایا جائے۔ مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر عدل و انصاف، توسط اور میانہ روی کی خوبیوں سے متصف ہونے چاہئیں۔

اللہ کی نعمتیں سے لطف اٹھاؤ مگر شیطانی رویے نہ اپناؤ

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ (الانعام۔142)

اور وہی اللہ ہے جس نے مویشیوں میں سے کچھ دراز قد (جو سواری کیلئے موزوں ہیں مثلاً گھوڑے، اونٹ) اور کچھ پست قد پیدا کیے (جو گوشت، اون وغیرہ کیلئے موزوں ہیں)۔ جو کچھ بھی اللہ نے تمہیں روزی عطا کی ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

Animals for Benefit

Some cattle are large others are small. Eat of what Allah has provided for you and do not follow Satan's footsteps. Certainly, he is your sworn enemy. (6:142)

Strong cattle like camels and horses can be used for ride, whereas smaller ones like goats and sheep are not suitable for ride and labour but are good for their meat, milk, wool etc.

حَمُوْلَةً سے مراد سواری اور بوجھ اٹھانے کے قابل جانور مثلاً اونٹ، گھوڑا وغیرہ۔ فَرْشًا سے مراد چھوٹے جانور جیسے بکری، بھیڑ وغیرہ جن سے دودھ، گوشت اور اون وغیرہ حاصل ہوتی ہے۔

اسلام سے پہلے عرب معاشرے کی جہالت کی عکاسی

دلیل کے بجائے جاہلانہ روایات پر انحصار

نَبِّــُٔوْنِیْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ (انعام۔143)

مجھے اس کی سند بتلاؤ اگر سچے ہو۔

False ancestral customs

Tell me based on knowledge if you are telling the truth. (6:142)

Come forward with arguments based on sound, reliable knowledge, rather than with arguments which have no authority except that of ancestral tradition, conjecture, or superstition.

اسلام سے پہلے عرب معاشرے کی جہالت کی عکاسی کی جارہی ہے کہ انہوں نے جانوروں میں اپنے طور پر بہت سے حلال بنا لئے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے جیسے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام وغیرہ۔ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر رکھی تھی کچھ اللہ کیلئے اور کچھ غیر اللہ کیلئے مخصوص کر رکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ ان سب کا خالق اللہ ہے، کھیت ہوں باغات ہوں، چوپائے ہوں۔ جیسے فرمان ہے: وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ۔ (الزمر۔6)

ایک صحیح حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص عمر بن الحی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں کھینچتے ہوئے دیکھا تھا۔ کیونکہ اس نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر وصیلہ اور حام وغیرہ جانور چھوڑنے جیسی مشرکانہ خرافات کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص خزعہ قبیلے کے سرداروں میں سے تھا جو جرہم قبیلے کے بعد خانہ کعبہ کا ولی بنایا گیا تھا مگر اس نے اپنے منصب کی قدر نہیں کی اور سب سے پہلے دین ابراہیمی میں تحریف کی ابتداء کر کے لوگوں کو بتوں کی عبادت کی طرف دعوت دی اور مشرکانہ رسمیں جاری کیں۔

بہر حال مقصود آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ جانوروں کو بطور نعمت پیدا فرمایا ہے۔ ان کو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دینا یا ان کو خود ساختہ معبودوں کے نام منسوب کر دینا اللہ کی نعمت کی ناشکری بھی ہے اور شرک کا ارتکاب بھی۔ اللہ نے یہ سب چیزیں تمہارے کھانے پینے، سواریاں لینے، اور دوسرے فوائد کے لئے پیدا کی ہیں نہ کہ شرکیہ رسوم ورواج کیلئے۔

نَبِّــُٔـوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: پھر ان سے ہی سوال ہوتا ہے کہ اپنی خود ساختہ حرام اشیاء کی کوئی دلیل، کوئی وجہ تو پیش کرو۔ یعنی گمان و وہم یا آبائی روایات نہ پیش کرو بلکہ علم پیش کرو اگر وہ تمہارے پاس ہو۔ کیوں جھوٹ کہہ کر افتراء پردازی کر کے بغیر علم کے باتیں بنا کر اللہ کی مخلوق کو گمراہ کر رہے ہو۔ اگر تمہارا یہی وطیرہ رہا تو دستور ربانی کے ماتحت ہدایت الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے۔

اگلی آیت میں بھی یہی نکتہ بیان کیا جارہا ہے:

خود ساختہ حلال و حرام

اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔(انعام۔144)

کیاتم اُس وقت حاضر تھے جب اللہ نے ان کے حرام ہونے کا حکم تمہیں دیا تھا؟ پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی بات کہے تاکہ علم کے بغیر لوگوں کی غلط راہ نمائی کرے۔یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

Were you present when Allah gave you this commandment?" Who does more wrong than those who fabricate lies against Allah to mislead others without ˹any˺ knowledge? Surely Allah does not guide the wrongdoing people. (6:144)

اس آیت میں خودساختہ حلال وحرام پر سوالیہ نشان اٹھایاجارہاہے تاکہ اس زمانے کے جہلائے عرب پر خود اپنے ان توہمات کی غیر معقولیت واضح ہوجائے۔یہ بات کہ ایک ہی جانور کا نر حلال ہو اور مادہ حرام، یامادہ حلال ہو اور نر حرام، یا جانور خود حلال ہو مگر اس کا بچہ حرام، یہ صریحاً ایسی نامعقول بات ہے کہ عقل سلیم اسے ماننے سے انکار کرتی ہے اور کوئی ذی عقل انسان یہ تصور نہیں کرسکتا کہ خدانے ایسی لغویات کا حکم دیا ہوگا۔پھر جس طریقہ سے قرآن نے اہل عرب کو ان کے ان توہمات کی غیر معقولیت سمجھانے کی کوشش کی ہے بعینہ اسی طریقہ پر دنیا کی ان دوسری قوموں کو بھی ان کے توہمات کی لغویات پر متنبہ کیا جاسکتا ہے جن کے اندر کھانے پینے کی چیزوں میں حرمت وحلت کی غیر معقول پابندیاں اور چھوت چھات کی قیود پائی جاتی ہیں۔

پانچواں رکوع: قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا۔ (انعام۔145)

رکوع کے تفسیری موضوعات

حلال وحرام کی مزید تفصیل، ساری پاکیزہ چیزیں حلال ہیں، حالت اضطرار میں گنجائش (فمن اضطر غیر باغ ولا عاد)، رب کی رحمت کا دامن بڑا وسیع ہے (ربکم ذو رحمۃ واسعہ)، شرکیہ اعمال، جبری ہدایت مقصود نہیں، بد اعمال لوگوں کے طرز عمل کی پیروی نہ کرو (ولا تتبع اھواء الّذین کذبو بایٰتنا)۔

حلال وحرام کے احکامات کی مزید تفصیل

ساری اچھی اور پاکیزہ چیزیں حلال ہیں

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (انعام-145)

اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی طرف آنے والی وحی میں کسی بھی کھانے والے کے لئے کوئی حرام نہیں پاتا۔ الا یہ کہ وہ مُردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے، یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز اِن میں سے کھالے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

All good things are permissible!

Say, ˹O Prophet˺ "I do not find in what has been revealed to me anything forbidden to eat except carrion, running blood, swine—which is impure—or a sinful offering in the name of anyone other than Allah. But if someone is compelled by necessity—neither driven by desire nor exceeding immediate need—then surely your Lord is All-Forgiving, Most Merciful." (6:145)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور نبی حضرت محمد ﷺ کو فرمارہاہے کہ آپ ان لوگوں سے جو اللہ کے حلال کو اپنی طرف سے حرام کرتے ہیں فرمادیں کہ جو وحی الٰہی میرے پاس آئی ہے اس میں تو حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔ اس میں وہ چیزیں شامل نہیں ہیں جن کو تم نے بطور رسم رواج اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔

کھانے والے اشیاء میں سوائے چند اقسام کی جانوروں اور چند دیگر اشیاء کے کوئی بھی چیز حرام نہیں۔ اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے کیلئے سورۃ مائدہ کی حلال وحرام کی آیات اور حلال وحرام کے موضوع پر احادیث مبارکہ کو بھی دیکھنا چاہیئے۔

فقہائے اسلام میں سے ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حیوانی غذاؤں میں سے وہی چیزیں حرام ہیں جن کا ذکر اس آیت (سورۃ انعام-145) اور سورہ مائدہ آیت 3 میں موجود ہے۔ ان مخصوص چیزوں کے سوا ہر چیز کا کھانا جائز ہے۔ لیکن متعدد صحیح

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بعض چیزوں کے کھانے سے یا تو منع فرمایا ہے یا ان پر سخت کراہت کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلاً پالتو گدھے، کچلیوں والے درندے اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندے۔ اس وجہ سے اکثر فقہاء صرف ان چند چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے بلکہ دوسری چیزوں تک اسے وسیع قرار دیتے ہیں۔ ان تمام مختلف اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ دراصل شریعت الٰہی میں قطعی حرمت ان ہی چیزوں کی ہے جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔ ان کے سوا دوسری حیوانی غذاؤں میں مختلف درجوں کی کراہت ہے۔ جن چیزوں کی کراہت صحیح احادیث کے مطابق نبی ﷺ سے ثابت ہے وہ حرمت کے درجہ سے قریب تر ہیں اور جن چیزوں میں فقہاء کرامؒ کے درمیان اختلاف ہوا ہے ان کی حرمت یا کراہت دوسرے درجے کی ہے جس میں اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے۔

رہی طبعی کراہت جس کی بنا پر بعض لوگ بعض چیزوں کو کھانا پسند نہیں کرتے، یا طبقاتی کراہت جس کی بنا پر انسانوں کے بعض طبقے بعض چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں، یا قومی کراہت جس کی بنا پر بعض قومیں بعض چیزوں سے نفرت کرتی ہیں، تو شریعت الٰہی کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ وہ خواہ مخواہ ہر اس چیز کو ضرور ہی کھا جائے جو حرام نہیں کی گئی ہے۔ اور اسی طرح شریعت کسی کو یہ حق بھی نہیں دیتی کہ وہ اپنی نفسانی کراہت کو قانون قرار دے دے اور ان لوگوں کی مذمت کرے جو ایسی غذائیں استعمال کرتے ہیں جنھیں وہ ناپسند کرتا ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: پھر آیت کے اندر فرمایا گیا کہ جو شخص ان حرام چیزوں کو کھانے پر مجبور ہو جائے لیکن وہ باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اسے اس کا کھا لینا جائز ہے اللہ اسے بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ (اس کی تفسیر سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے)

ماضی میں اہل کتاب یہود کیلئے حلال و حرام کے مخصوص احکام

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ۔۔۔(انعام۔146)

تمام طرح کے خونخوار جانور، گائے اور بکری کی مخصوص چربی وغیرہ۔

حدیث: ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے۔

یہ مضمون قرآن مجید میں تین مقامات پر بیان ہوا ہے۔سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ۔ کہ کھانے کی یہ ساری چیزیں(جو شریعت محمدی میں حلال ہیں)بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں،البتہ بعض چیزیں ایسی تھیں جنھیں توراۃ کے نازل کیے جانے سے پہلے اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

اس موضوع پر سورۃ آل عمران آیت 93 کے تحت تفسیر گذر چکی ہے۔

رب کی رحمت کا دامن بڑا وسیع ہے

مشرک ہو یا کافر توبہ کرلے تو سارے گناہ معاف

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (انعام۔147)

اب اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے کہہ دو کہ تمہارے رب کا دامن رحمت وسیع ہے اور اللہ کا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ٹالا جائے گا۔

Repentance attracts Allah's Mercy

But if they deny you ⌜O Prophet⌝, say, "Your Lord is infinite in mercy, yet His punishment will not be averted from the wicked people." (6:147)

If they could still give up their disobedience and return to the obedience of God, they would find Him ready to embrace them with His mercy. But if they persisted, they should remember that no one could save them from His wrath.

آیت مبارکہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت و مغفرت کی وسعت کا ذکر کیا جارہا ہے۔ کہ اگر مخالفین اسلام تجھے جھوٹا بھی کہیں، تیری رسالت کو جھٹلائیں بھی تب بھی آپ انہیں میری رحمت سے مایوس نہ کرنا بلکہ انہیں رب کی رحمت کی وسعت یاد دلاتے رہنا تاکہ اللہ کی صفت رحمت و مغفرت ان کے ذہنوں میں مستحضر رہے۔۔اس کے ساتھ ساتھ انہیں اللہ کے اٹل عذاب سے بچنے کی طرف بھی متوجہ کرتے رہو۔ پس رغبت ورہبت امید وڈر دونوں ہی ایک ساتھ ساتھ بتاتے رہو۔ قرآن

کریم میں امید کے ساتھ اللہ کا ڈر بھی بیان ہوتا ہے۔اسی سورت کے آخر میں فرمایا گیا کہ تیرا رب جلد عذاب و سزا بھی دے سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑا غفور والرّحیم بھی ہے سورۃ فصلت میں فرمایا گیا: اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ۔ تیرا رب لوگوں کے گناہوں پر انہیں بخشنے والا بھی ہے مگر سخت احتساب بھی کر سکتا ہے۔ان بطش ربّک لشدید۔بے شک تیرے ربّ کی پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

شرکیہ اعمال کی تاویلات

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَىْءٍ ؕكَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَأْسَنَا ؕقُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕاِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ۔ (انعام۔148)

شرک کرنے والے لوگ (تمہاری ان باتوں کے جواب میں) ضرور کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباؤاجداد اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ایسی ہی باتوں کا بہانہ بنا کر اِن سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا کہہ دو تمہارے ہاں کوئی ثبوت ہے تو اسے ہمارے سامنے لاؤ، تم فقط خیالی باتوں پر چلتے ہو اور صرف تخمینہ ہی کرتے ہو۔

Those who associated with Allah will argue, “Had it been Allah’s Will, neither we nor our forefathers would have associated others with Him ˹in worship˺ or made anything unlawful.” Likewise, those before them rejected the truth until they tasted Our punishment. Ask ˹them, O Prophet˺ “Do you have any knowledge that you can produce for us? Surely you follow nothing but ˹false˺ assumptions and you do nothing but lie.” (6:148)

Their apology for their crimes and misdeeds would be that had Allah not willed, they would not have been able to do what they did. Hence, since they were doing was in the knowledge of God, everything was justified. This Verse provides a complete refutation of their apology. In order to understand it fully, careful analysis is required. In the first

place they are told that citing God's will to justify one's errors and misdeeds and making it a pretext for refusing to accept true guidance was the practice of the evildoers before them. But they should remember that this had led to their ruin and they themselves were witnesses to the evil consequences of deviation from the Truth. If people are enabled by God's will to associate others with Him in His divinity and prohibit clean things, that did not mean that they are not answerable for their misdeeds. On the contrary, everyone will be held responsible for choosing false ways, for having a false belief, and for doing wrong deeds.

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا: اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤاجداد شرک نہ کرتے، نہ ہم کسی حلال کو حرام سمجھتے۔

یعنی وہ اپنے بداعمالیوں پر یہ عذر پیش کریں گے کہ ہمارے حق میں اللہ کی مشیت یہی ہے کہ ہم شرک کریں اور جن چیزوں کو ہم نے حرام ٹھہرا رکھا ہے انہیں حرام سمجھیں۔ ورنہ اگر اللہ نہ چاہتا کہ ہم ایسا کریں تو یہ افعال ہم سے صادر نہ ہوتے۔ پس چونکہ ہم اللہ کی مشیت کے مطابق یہ سب کچھ کر رہے ہیں اس لیے درست کر رہے ہیں، اس کا الزام اگر ہے تو ہم پر نہیں، اللہ پر ہے۔ اور جو کچھ ہم کر رہے ہیں ایسا ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ اس کے سوا کچھ اور کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے۔

یہ دراصل وہی مغالطہ ہے جو مشیت الٰہی اور رضائے الٰہی کو ہم معنی سمجھ لینے کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جس کی وضاحت پہلے کی جاچکی ہے۔ اس کی مزید تفسیر سورۃ انعام آیت 111 کے تحت گذر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر کا جواب یا ان کے مغالطے کا ازالہ اگلی آیت کے اندر ان الفاظ میں دیا گیا کہ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ، فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ یعنی تم اپنی معذرت میں یہ حجت پیش کرتے ہو کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے، اس سے پوری بات ادا نہیں ہوتی۔ پوری بات کہنا چاہتے ہو تو یوں کہو کہ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ بالفاظ دیگر تم خود اپنے انتخاب سے راہ راست اختیار کرنے پر تیار نہیں، بلکہ یہ چاہتے ہو کہ اللہ نے جس طرح فرشتوں کو پیدائشی نیک بنایا ہے اس طرح تمہیں بھی بنادے۔ تو بیشک اگر اللہ کی مشیت انسان کے حق میں ہوتی تو وہ ضرور ایسا

کر سکتا تھا کہ انسان کے اندر گناہ کی طاقت ہی نہ رکھی جاتی لیکن یہ اس کی مشیت نہیں ہے، لہٰذا جس گمراہی کو تم نے اپنے لیے خود پسند کیا ہے تمھیں اس کا ذمہ دار اللہ کو ٹھہرانے کا کوئی حق نہیں۔

اگلی آیت میں بھی اسی نکتے کی مزید وضاحت کی جارہی ہے:

جبری ہدایت مقصود نہیں

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

کہہ دیجئے! کہ اللہ کی دلیل زبردست ہے۔ وہ اگر چاہتا تو جبراً تم سب کو ہدایت دے دیتا۔(انعام۔149)

Say: Allah has the most conclusive argument. Had it been His Will, He would have easily imposed guidance upon all of you. (6:149)

یہ دراصل اس اعتراض کا جواب ہے کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا۔ کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔۔اس کی تفصیل پچھلی آیت کی تفسیر میں اوپر گزر چکی ہے۔

بداعمال لوگوں کے طرزِ عمل کی پیروی نہ کرو

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔ (انعام۔150)

آپ کہیے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ پھر اگر وہ ایسی گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کی گواہی کا اعتبار نہ کریں اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع بھی مت کیجئے! جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔

Say, ˹O Prophet˺ Bring your witnesses who can testify that Allah has forbidden this. If they ˹falsely˺ testify, do not testify with them. And do not follow the desires of those who deny Our proofs, disbelieve in the Hereafter, and set up equals with their Lord. (6:150)

چھٹا رکوع: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ۔۔۔ (انعام۔151)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اللہ تعالیٰ کی دس ہدایات، اللہ تعالیٰ کا نصیحت نامہ (ذٰلکم وصّٰکم بہ)، اللہ کی پابندیاں: شرک، والدین سے حسن سلوک، قتل اولاد، بے حیائی اور فواحش سے اجتناب، قتل ناحق، عہد الٰہی کی پابندی، یتیموں اور کمزوروں کے مال کی حفاظت، ناپ تول میں دیانتداری، ہر انسان اپنی طاقت کے مطابق مکلف ہے (لانکلف نفساً الا وسعھا)، ہمیشہ عدل وانصاف کی بات، حق کی گواہی، صراط مستقیم کی پیروی (وانّ ھٰذا صراطی مستقیماً فاتّبعوہ)، شیطانی راہیں: اختلاف اور فرقہ بندی، حضرت موسیٰؑ کی تورات اپنے دور میں امام، کتاب ہدایت، کتاب مفصّل اور کتاب رحمت تھی۔

دس ہدایات

اللہ کی پابندیاں

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (انعام۔151)

ترجمہ: کہو (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ پابندیاں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر لگائی ہیں: کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرنا۔ ان باتوں کی وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔۔۔۔

Say: Come, I will recite what your Lord has prohibited to you. [He commands] that you do not associate anything with Him, and to parents' polite treatment, and do not kill your children out of poverty; We will provide for you and them. And do not approach immoralities – what is apparent

of them and what is concealed. And do not kill the soul which Allah has forbidden except by [legal] right. This has He instructed you that you may use reason. (6:151)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لگائی گئی پابندیاں اور اس کی طرف سے مقرر کردہ حرام چیزیوں کا ذکر ہوا ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ: آیت کے شروع میں یہ نکتہ بیان کیا گیا کہ حرام وہ نہیں ہیں جن کو تم بلادلیل، محض اپنے اوہام باطلہ اور ظنون فاسدہ کی بنیاد پر قرار دے رکھا ہے۔ بلکہ حرام تو وہ چیزیں ہیں جن کو تمہارے رب نے حرام کیا ہے، کیونکہ تمہارا پیدا کرنے والا اور تمہارا پالنہار ہے۔ ہر چیز کا علم بھی اسی کے پاس ہے اس لئے اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال کرے اور جس چیز کو چاہے حرام کرے۔ چنانچہ میں تم کو **حلال و حرام** کی تفصیل بتلاتا ہوں جن کی تاکید تمہارے رب نے کی ہے:

شرک

والدین کے ساتھ حسن سلوک

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا: اللہ تعالیٰ کی توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے جس سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ اطاعت رب کے بعد اطاعت والدین کی بڑے اہمیت ہے۔ اگر کسی نے اس **ربوبیت صغریٰ** (والدین کی اطاعت اور ان سے حسن و سلوک) کے تقاضے پورے نہیں کیئے تو وہ ربوبیت کبریٰ کے تقاضے بھی پورے کرنے میں ناکام رہے گا۔

قتل اولاد،

بے حیائی اور فواحش سے اجتناب: اصل میں لفظ فواحش استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق ان تمام افعال پر ہوتا ہے جن کی برائی بالکل واضح ہے۔ بدکاری، برہنگی، جھوٹی تہمت، بے حیائی، بے شرمی کو **فحش افعال** میں شمار کیا گیا ہے۔ حدیث میں چوری اور شراب نوشی اور بھیک مانگنے کو بھی من جملہ فواحش کہا گیا ہے۔ اسی طرح دوسرے تمام شرمناک افعال بھی فواحش میں داخل ہیں اور ارشاد الٰہی یہ ہے کہ اس قسم کے افعال نہ علانیہ کیے جائیں نہ چھپ کر۔

قتل ناحق،

اللہ کے عہد کی پابندی،

اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد بھی ہے جو انسان اپنے رب سے کرے (مثلاً لا الٰہ الّا اللہ ایک عہد ہے)۔

اور وہ بھی جو خدا کا نام لے کر بندوں سے کرے۔ باہمی معاہدے، کنٹریکٹ، حلف وغیرہ۔

Natural Contract تیسرا عہد

پہلے دونوں عہد شعوری اور ارادی ہیں، اور یہ تیسرا عہد ایک فطری عہد ہے، جس کے باندھنے میں اگرچہ انسان کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہے، لیکن واجب الاحترام ہونے میں یہ دونوں عہدوں سے کسی طرح کم نہیں ہے:

کسی شخص کا اللہ کے بخشے ہوئے وجود سے، اس کی عطاء کی ہوئی نعمتوں سے اور اس کی پیدا کی ہوئی زمین، رزق اور ذرائع سے فائدہ اٹھانا خود بخود فطرتاً اللہ کے کچھ حقوق اس پر عائد کر دیتا ہے۔

اور اسی طرح آدمی کا ایک ماں کے پیٹ میں اس کے خون سے پرورش پانا،

ایک باپ کی محنتوں سے بسے ہوئے گھر میں پیدا ہونا۔

اور ایک اجتماعی زندگی میں سوسائٹی کے بے شمار مختلف اداروں مثلاً ہسپتال، تعلیمی اداروں، دوسری سہولیات سے مختلف صورتوں میں فائدہ اٹھانا۔

علیٰ قدرِ مراتب اس کے ذمے بہت سے افراد اور اجتماعی اداروں کے حقوق بھی عائد کر دیتا ہے۔

انسان کا اپنے رب سے اور انسان کا سوسائٹی سے یہ عہد کسی کاغذ پر نہیں لکھا گیا، انسان نے اسے شعور اور ارادہ کے ساتھ نہیں باندھا، مگر وہ اس عہد کا فطری طور پر اور اخلاقی طور پر پابند ضرور ہے۔

بدعہدی کی روش:

بد قسمتی سے اب جھوٹ، بد دیانتی، بدزبانی اور بدعہدی عام ہو گئی ہے، جس کی اصلاح ضروری ہے۔

حدیث: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَّا قَالَ: لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے (اپنے خطبوں میں) ایسا کم ہی خطاب کیا ہو گا، جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ اس شخص میں ایمان نہیں، جس میں امانت داری نہیں اور وہ شخص بے دین ہے، جو عہد کا پابند نہیں۔۔(البیہقی فی شعب الایمان)

یتیموں اور کمزوروں کے مال کی حفاظت

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوْا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (انعام-152)

اور سوائے کسی بہتر طریقہ کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بات کہو انصاف سے کہو اگرچہ وہ شخص رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو تمہیں یہ حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

And do not approach the orphan's property except in a way that is best [i.e., intending improvement] until he reaches maturity. And give full measure and weight in justice. We do not charge any soul except [with that within] its capacity. And when you speak [i.e., testify], be just, even if [it concerns] a near relative (or close friend). And fulfil Allah's covenant. He has instructed you that you may remember. (6:152)

مال یتیم کی دیکھ بھال اور حسن سلوک

جس یتیم کی کفالت تمہاری ذمہ داری قرار پائے، تو اس کی ہر طرح خیر خواہی کرنا تمہارا فرض ہے اس خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ اگر اس کے مال سے وارثت میں سے اس کو حصہ ملا ہے، چاہے وہ نقدی کی صورت میں ہو یا زمین و جائیداد کی صورت میں، تاہم ابھی وہ اس کی حفاظت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اس کے مال کی اس وقت تک پورے خلوص سے حفاظت کی جائے جب تک وہ بلوغت اور شعور کی عمر کو نہ پہنچ جائے۔

وَاَوْفُوْا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ: ناپ تول (لین دین کے معاملات) کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ چیزوں کے لین دین میں ناپ تول میں کمی زیادتی کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے، اور اس کے خلاف کرنے والوں کے لئے سورۃ مطففین میں سخت وعید آئی ہے۔ یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ناپ تول میں کمی بزنس یا دکانداری کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ کسی کے ذمہ دوسرے کا جو حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے جیسا کہ مؤطا امام مالکؒ میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو نماز کے ارکان میں کمی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو نے تطفیف کر دی یعنی جو حق واجب تھا وہ ادا نہیں کیا، اس کو نقل کر کے امام مالکؒ فرماتے ہیں: لکل شیء وفاء وتطفیف۔ یعنی حق کا پورا دینا اور کمی کرنا ہر چیز میں ہوتا ہے، صرف ناپ تول میں ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا، وقت چراتا ہے، یا کام میں کوتاہی کرتا ہے، وہ کوئی وزیر و امیر ہو یا معمولی ملازم، اور وہ کوئی دفتری کام کرنے والا ہو یا علمی اور دینی خدمت

سرانجام دینے والا، جو حق اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرے تو وہ مطففین میں داخل ہے۔افسروں، ملازموں، مزدوروں کا اپنی مقررہ ڈیوٹی اور خدمت میں کوتاہی کرنا بھی ناپ تول میں کمی کرنے کے حکم میں ہے۔

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا: یہاں اس بات کے بیان سے یہ مقصد ہے کہ جن باتوں کی تاکید کر رہے ہیں، یہ ایسے نہیں ہیں کہ جن پر عمل کرنا مشکل ہو، اگر ایسا ہوتا تو ہم ان کا حکم ہی نہ دیتے اس لئے کہ طاقت سے بڑھ کر ہم کسی کو مکلف ہی نہیں ٹھہراتے۔اس لئے اگر نجات اخروی اور دنیا میں عزت اور سرفرازی چاہتے ہو تو ان احکام الٰہی پر عمل کرو اور ان سے گریز مت کرو۔

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى: ہمیشہ عدل وانصاف کی بات کرو۔سورۃ نساء میں بھی یہی حکم دیا کہ ہر شخص کو ہر حال میں سچائی اور انصاف نہ چھوڑنا چاہئے۔جھوٹی گواہی اور غلط اور ناانصافی کے فیصلوں سے بچنا چاہئے۔اللہ کے عہد کو پورا کرو، اس کے احکام بجالاؤ، اس کی منع کردہ چیزوں سے الگ رہو، اس کی کتاب اس کے رسول کی سنت پر چلتے رہو۔یہی اس کے عہد کو پورا کرنا ہے، انہی چیزوں کے بارے اللہ کا تاکیدی حکم ہے، یہی احکامات تمہارے لئے وعظ ونصیحت کا ذریعہ ہیں تاکہ تم برے کاموں کے بجائے اعمال صالحہ کی طرف توجہ دو۔

صراط مستقیم اور گمراہ کرنے والے راستوں کی نشاندہی

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰ لِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (انعام-153)

اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹادیں گے تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

And, this is My path, which is straight, so follow it; and do not follow [other] ways, for you will be separated from His way. He has instructed you that you may become righteous. (6:153)

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا: هٰذَا (یہ) سے مراد قرآن مجید یا دین اسلام یا وہ احکام ہیں جو بطور خاص اس سورت میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ ہیں توحید ورسالت اور یہی اسلامی احکام کی بنیاد ہیں جن کے گرد پورا دین گھومتا ہے، اس لئے جو بھی

مراد لیا جائے مفہوم سب کا ایک ہے۔ صراط مستقیم کو واحد کے صیغے سے بیان فرمایا ہے کیونکہ اللہ کی، یا قرآن کی، یا رسول اللہ کی راہ ایک ہے ایک سے زیادہ نہیں۔ اس لئے پیروی صرف اس ایک راہ کی کرنی ہے کسی اور کی نہیں۔ یہی امت مسلمہ کی وحدت کی بنیاد ہے جس سے انحراف کر کے یہ امت مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی ہے۔ حالانکہ اس کی تاکید کی گئی ہے کہ دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو گویا اختلاف اور تفرقہ کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

حدیث: اسی بات کو حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ اور چند خطوط اس کی دائیں اور بائیں طرف کھینچے اور فرمایا یہ راستے ہیں جن کی طرف شیطان بلا رہا ہے۔ پھر آپؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی جو اوپر مذکور ہے۔

حدیث: ابن ماجہ میں اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا صراط مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس طریقے پر ہم نے اپنے نبی ﷺ کو چھوڑا یعنی جس راستے پر آپؐ چلے وہی صراط مستقیم ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ: مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کا اصلی راستہ تو ایک ہی ہے، لیکن دنیا میں لوگوں نے اپنے اپنے خیالات سے مختلف راستے بنا رکھے ہیں، تم ان راستوں میں سے کسی راستہ پر نہ چلو، کیونکہ یہ راستے حقیقت میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے نہیں ہیں، اس لئے جو ان راستوں پر چلے گا وہ اللہ کے راستہ سے دور جا پڑے گا۔ تفسیر مظہری میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم نازل کرنے اور رسول کریم ﷺ کے بھیجنے کا منشاء تو یہ ہے کہ لوگ اپنے خیالات اور اپنے ارادوں اور تجویزوں کو قرآن و سنت کے تابع بنائیں، اور اپنی زندگیوں کو ان کے سانچہ میں ڈھالیں، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ لوگوں نے قرآن و سنت کو اپنے خیالات اور تجویزات کے سانچہ میں ڈھالنے کی ٹھان لی، جو آیت یا حدیث اپنے منشاء کے خلاف نظر آئی اس کو تاویلیں کر کے اپنی خواہش کے مطابق بنا لیا۔

بقول شاعر: خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

شیطانی راہیں: اختلاف و فرقہ بندی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراط مستقیم پر چلنے کا نصیحت نامہ

نبی اکرم ﷺ کی وصیتیں

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہو جو آپؐ کی آخری وصیت تھی تو وہ ان آیات کو پڑھ لے۔

موسیٰ کی تورات کے اوصاف: کتاب ہدایت ورحمت

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلاً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۔ (انعام۔154)

پھر ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی تھی جو بھلائی کی روش اختیار کرنے والے انسان پر نعمت کی تکمیل اور ہر ضروری چیز کی تفصیل اور سراسر ہدایت اور رحمت تھی (اور اس لیے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی کہ) شاید یہ لوگ اپنے پروردگار کے رُوبرو حاضر ہونے کا یقین پیدا کریں۔

Additionally, We gave Moses the Scripture, completing the favour upon those who do good, detailing everything, and as a guide and a mercy, so perhaps they would be certain of the meeting with their Lord. (6:152)

Believe in 'meeting with the Lord' signifies the conviction that one is answerable to God, and which leads one to adopt responsible behaviour in life. The statement made here could mean that the teachings of the Divine Scripture to Moses could itself create a sense of responsibility in his community.

قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے جو متعدد جگہ دہرایا گیا ہے کہ جہاں قرآن مجید کا ذکر ہوتا ہے وہاں تورات کا اور جہاں تورات کا ذکر ہو وہاں قرآن کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کی ہیں۔ مثلاً فرمایا گیا کہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما و رحمتہ و ھذا کتاب مصدق لسانا عربیا۔ یعنی اس سے پہلے توراۃ امام اور رحمت تھی اور اب عربی میں نازل ہونے والا یہ قرآن کتاب مصدّق ہے۔ اسی سورت کے اوّل میں ہے: قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰي نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ۔ (انعام۔91) اس آیت میں بھی تورات کو کتاب نور فرمایا گیا اور اس کے بعد قرآن کا ذکر کرتے ہوئے هُدًى لِّلنَّاسِ یعنی انسانیت کیلئے ہدایت کی کتاب فرمایا گیا۔ قرآن میں جنوں کا

قول ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد اتری، جو اپنے سے پہلی کتابوں کو سچ کہتی ہے اور راہ حق کی ہدایت کرتی ہے۔

وَتَفْصِيْلاً لِّكُلِّ شَىْءٍ : وہ کتاب تورات اپنے زمانے میں جامع اور کامل تھی۔ شریعت کی جن باتوں کی اس وقت ضرورت تھی سب اس میں موجود تھیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنے دور کی ایک جامع ترین کتاب تھی جس میں ان کی دینی ضروریات کی تمام باتیں تفصیل سے موجود تھیں جس کی وجہ سے وہ ان کیلئے ہدایت اور رحمت کا باعث تھی۔

ساتواں رکوع: وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ۔۔۔ (انعام-152)

رکوع کے تفسیری موضوعات

قرآن کتاب مبارک: لائق اتباع، ذریعہ خیر وبرکت (وھذا کتاب انزلنٰہ مبارک)، قرآن سے اعراض موجب ہلاکت، کیا لوگ معجزوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں، دین میں فرقہ سازی کی مذمت (انّ الّذین فرقو دینھم)، ایک نیکی کا دس گنا ثواب (من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا)، ملۃ ابراہیمی کی پیروی، مقصد زندگی: رضائے الٰہی کا حصول (قل انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ ربّ العالمین)، فرمانبرداری میں اوّل (وانااوّل المسلمین)، ہر آدمی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے (ولاتزروازرۃ وزر اخریٰ)، اللہ کے حضور جوابدہی (ثم الیٰ ربّکم مرجعکم) سورۃ انعام کی آخری آیت: اللہ کی رحمت ومغفرت کا ذکر، سورۃ انعام کا اختتامی تبصرہ: سورت کا آغاز اللہ کی حمد وثناء سے، سورت کا اختتام اللہ کی مغفرت ورحمت پر۔

قرآن کتاب مبارک: لائق اتباع، ذریعہ خیر وبرکت

وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (انعام-152)

اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا ہے یہ بڑی خیر وبرکت والی ہے، سو اس کا اتباع کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

And this [Quran] is a Book We have revealed [which is] blessed, so follow it and fear Allah that you may receive mercy. (6:152)

وَهٰذَا كِتٰبٌ: یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ قرآن کا ایک نام الکتاب بھی ہے۔ یعنی اس کتاب میں دین و دنیا کی برکتیں، سعادتیں اور بھلائیاں ہیں۔

کتاب ہدایت و رحمت سے روگردانی سخت موجب عذاب ہے

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ۔ (انعام۔157)

یا یہ کہو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم پہلے سے بھی زیادہ راہ راست پر ہوتے۔ سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے۔ ان میں اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو ہماری ان آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے۔ جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انہیں اس روگردانی کی پاداش میں ہم بڑے عذاب کی سزا دیں گے۔

Qur’an: Book of Guide and Mercy

Nor can you say, “If only the Scriptures had been revealed to us, we would have been better guided than they.” Now there has come to you from your Lord a clear proof i.e., the Quran—a guide and mercy. Who then does more wrong than those who deny Allah’s revelations and turn away from them? We will reward those who turn away from Our revelations with a dreadful punishment for turning away. (6:157)

Signs of Allah’ include the teachings embodied in the Qur’an. They are also manifest in the noble life of the Prophet (peace be on him), and the pure lives of those who believed in him. They also include the natural phenomena to which the Qur’an refers in support of its message.

یعنی کتاب ہدایت ورحمت کے نزول کے بعد اب جو شخص ہدایت یعنی اسلام کا راستہ اختیار کر کے رحمت الٰہی کا مستحق نہیں بنتا، بلکہ تکذیب واعراض کا راستہ اپناتا ہے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ: اللہ کی آیات سے مراد اس کے وہ ارشادات بھی ہیں جو قرآن کی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کیے جارہے تھے، اور وہ نشانیاں بھی جو نبی اکرم ﷺ کی شخصیت اور آپؐ کے صحابہ کرام کی پاکیزہ زندگیوں میں نمایاں طور پر نظر آرہی تھیں، اور وہ آثار کائنات بھی جنھیں قرآن اپنی دعوت کی تائید میں شہادت کے طور پر پیش کر رہا تھا۔

صَدَفَ کے معنی اعراض کرنے کے بھی کئے گئے ہیں اور دوسروں کو روکنے کے بھی۔

کیا لوگ معجزوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۔ (انعام-158)

کیا اب لوگ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے آکھڑے ہوں، یا تمہارا رب خود آجائے، یا تمہارے رب کی بعض صریح نشانیاں نمودار ہو جائیں؟ جس روز تمہارے رب کی بعض مخصوص نشانیاں نمودار ہو جائیں گی پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہو۔ اے محمدؐ! ان سے کہہ دو کہ اچھا، تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

Tokens of approach of the Day of Reckoning

Are they waiting for the angels (to come and collect their souls), or your Lord ˹Himself˺, or they are waiting for some special signs of your Lord? On the Day your Lord's signs arrive, belief will not benefit those who did not believe earlier or those who did no good through their faith. Say, "Keep waiting! We too are waiting. (6:158)

That is, either tokens of the approach of the Day of Reckoning or God's scourge or any other sign that will uncover the Truth, after which there will be no reason left

for testing humans. Those tokens will be so clear that after their appearance it will neither avail the unbeliever to repent of his unbelief nor the disobedient to forsake his disobedience. This refers to sinful believers who neither did any good nor repented before the time of their death or the arrival of the Day of Judgment.

قرآن مجید کے نزول اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کے ذریعے سے ہم نے حجت قائم کردی ہے۔اب بھی اگر یہ اپنی بے دینی اور گمراہی سے باز نہ آئیں تو کیا اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یعنی ان کی روحیں قبض کرنے کے لئے فرشتہ اجل آجائے تب یہ ایمان لائیں گے یا رب العالمین خود ان کے پاس آئے یعنی قیامت برپا ہو جائے اور یہ اللہ کے روبرو احتساب کیلئے پیش کئے جائیں اس وقت یہ ایمان لائیں گے؟ یا رب کی کوئی بڑی نشانی آجائے جیسے قیامت کے قریب سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو گا، تو اس قسم کی بڑی نشانی دیکھ کر یہ ایمان لائیں گے۔اگر یہ اس طرح کی کسی بات کے انتظار میں ہیں تو بہت ہی غفلت اور نادانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔کیونکہ واضح اور بڑی نشانی کے ظہور کے بعد کافر کا ایمان اور فاسق وفاجر شخص کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

حدیث: حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو۔پس جب ایسا ہو گا اور لوگ اسے مغرب سے طلوع ہوتے دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے۔پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: یوم لاینفع نفسا ایمانها لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا۔اس وقت کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو پہلے مومن نہیں تھا یا اس نے اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کمائی تھی۔

حدیث: حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب قیامت کی تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو بے ایمان کو ایمان لانا، خیر سے رکے ہوئے لوگوں کو اس کے بعد نیکی یا توبہ کرنا کچھ سود مند نہ ہو گا:

1: سورج کا مغرب سے نکلنا

2: دجال کا آنا

3: دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔

یعنی ان تین واقعات کے بعد ایمان لانا کسی کو نفع نہیں دے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہو گا۔یعنی اس کے بعد اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرے گا تو اسے اپنے اسلام کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔اللہ کی نظر میں وہ بدستور غیر مسلم ہی تصور ہو گا۔اسی طرح اگر کوئی گناہ گار مومن گناہوں سے توبہ کرے گا تو اس وقت اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہو گی کہ اب توبہ کا وقت گذر چکا ہے۔اس کے بعد تمام اعمال صالحہ غیر مقبول ہونگے یعنی نیک اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا یعنی اس وقت کے بعد نیک اعمال کے کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ان کا کوئی اجر اللہ کے ہاں نہیں ہو گا۔

دین میں فرقہ سازی کی مذمّت

إِنَّ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمۡ وَكَانُواْ شِيَعٗا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِي شَيۡءٍۚ إِنَّمَآ أَمۡرُهُمۡ إِلَى ٱللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ۔ (انعام۔159)

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا کر دیا اور گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔

Making Sects and division in Faith is unacceptable!

Indeed, those who have divided their religion and become sects. You, [O Muhammad] are not [associated] with them in anything. Their affair is only [left] to Allah; then He will inform them about what they used to do. (6:159)

This is addressed to the Prophet (peace be on him) and through him to all followers of Islam. This was the religion entrusted to man at the beginning of human life. The religions which emerged later stemmed from the perverted ingenuity of man, from his baser lusts, and from an exaggerated sense of devotion to venerable personalities. Such factors corrupted the original religion and overlaid it with harmful innovations. Hence, people modified and distorted the original beliefs by mixing them with products of their conjecture and philosophical thinking. More and more innovations were added to the original practices of the divine faith. People showed excessive veneration for

some Prophets and directed their rancour and hatred against the others. Thus, there emerged innumerable religions and sects, the birth of each new sect leading to the fragmentation of humanity into an ever-increasing number of mutually hostile groups. Anyone who decides to follow the divine faith must therefore cut himself off from all factions and stay on straight path.

اس سے آیت میں دین میں تفرقہ بازی اور انتشار پھیلانے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ ایسے لوگ ہر دور میں فرقہ بندی کرتے رہے۔ اس میں سابقہ اہل کتاب بھی شامل ہیں مثلاً یہود و نصاریٰ جو مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ بعض لوگ اس سے مشرکین عرب مراد لیتے ہیں کہ وہ اپنے عقائد اور عبادات میں متشتت تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ فرشتوں کی، کچھ ستاروں کی، کچھ مختلف بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن زیادہ متوازن مفسرانہ رائے یہ ہے یہ آیت عام ہے کہ اس میں سابقہ امتوں کے ساتھ موجودہ امت مسلمہ کے فرقہ پرست بھی شامل ہیں۔ بلکہ اس آیت میں بالخصوص امّت مسلمہ میں انتشار اور فرقہ واریت پھیلانے والے وہ سب لوگ مراد ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معتدل راستہ چھوڑ کر فرقہ واریت اور تخریب کاری کا راستہ اپناتے ہیں۔ جو بھی اللہ رسول کے دین کی مخالفت کرے اور اس میں پھوٹ اور افتراق پیدا کرے گمراہی کی اور خواہش پرستی کی پیروی کرے نیا دین یا نیا فرقہ ایجاد کرے وہ اس وعید میں شامل ہے۔ ایک حدیث کے مطابق اس آیت سے اہل بدعت مراد ہیں۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

اس آیت میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اور آپؐ کے واسطہ سے دین حق کے تمام پیروکار اس کے مخاطب ہیں۔ ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ اصل دین ہمیشہ سے یہی رہا ہے اور اب بھی یہی ہے کہ ایک خدا کو الٰہ اور رب مانا جائے۔ اللہ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اللہ کے سامنے اپنے آپ کو جواب دہ سمجھتے ہوئے آخرت پر ایمان لایا جائے، اور ان وسیع اصول و کلیات کے مطابق زندگی بسر کی جائے جن کی تعلیم اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ سے دی ہے۔ یہی دین تمام انسانوں کو اول یوم پیدائش سے دیا گیا تھا۔ بعد میں جتنے مختلف مذاہب بنے وہ سب کے سب اس طرح بنے کہ مختلف زمانوں کے لیے لوگوں نے اپنے ذہن کی غلط سوچ سے، یا خواہشات نفس کے غلبہ سے، یا عقیدت کے غلو سے اس دین کو بدلا اور اس میں نئی نئی باتیں ملائیں۔ اس کے عقائد میں اپنے اوہام و قیاسات اور فلسفوں سے کمی و بیشی اور ترمیم و تحریف کی۔ اس کے احکام میں بدعات کے اضافے کیے۔ خود ساختہ قوانین بنائے۔ جزئیات میں موشگافیاں کیں۔ فروعی اختلافات میں مبالغہ کیا۔ اہم کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم بنایا۔ اس کے لانے والے انبیاء اور اس کے علمبردار بزرگوں

میں سے کسی کی عقیدت میں غلو کیا اور کسی کو بغض و مخالفت کا نشانہ بنایا۔ اس طرح بیشمار مذاہب اور فرقے بنتے چلے گئے اور ہر مذہب و فرقہ کی پیدائش نوع انسانی کو متخاصم فرقوں میں تقسیم کرتی چلی گئی۔ اب جو شخص بھی اصل دین حق کا پیرو ہو اس کے لیے ناگزیر ہے کہ ان ساری فرقہ بندیوں سے الگ ہو جائے اور اتحادِ امت کی بات کرے۔

بہر حال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امت کو فرقہ بندی سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

حدیث: ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ: الانبیاء اخوة لعلّات، امهاتهم شتیٰ دینهم واحد۔۔ ہم انبیاء کی جماعت علاتی بھائیوں کی طرح ہیں، ہم سب کا دین ایک ہی ہے لیکن امتیں مختلف ہیں۔ پس صراط مستقیم اور دین اسلام ایک ہی ہے اور جو لوگ قرآن و سنّت کا راستہ چھوڑ کر گمراہی اور فرقہ واریت کا راستہ اختیار کرتے ہیں رسول ان سے بیزار اور لاتعلق ہیں، ان کا معاملہ رب کے سپرد ہے وہی انہیں ان کے کرتوتوں اور بداعمالیوں سے ان کو آگاہ کرے گا۔

وَكَانُواْ شِيَعًا: شیعا کے معنی فرقے اور گروہ کے ہیں۔ اور یہ بات ہر اس قوم پر صادق آتی ہے جو دین کے معاملے میں مجتمع تھی لیکن پھر ان کے مختلف افراد نے اپنے کسی بڑے کی رائے کو ہی مستند اور حرف آخر قرار دے کر اپنا راستہ اجتماعیت سے الگ کر لیا۔ چاہے ان کی وہ رائے حق اور سچ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

نیکی کا دس گنا ثواب

مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰٓ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ (انعام۔160)

جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا اجر ملے گا اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہو گا۔

Whoever comes [on the Day of Judgement] with a good deed will have ten times the like thereof [to his credit], and whoever comes with an evil deed will not be recompensed except the like thereof; and they will not be wronged. (6:160)

یہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل واحسان کا بیان ہے کہ جو اہل ایمان کے ساتھ وہ کرے گا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر عطا فرمائے گا، یہ کم از کم اجر ہے۔ ورنہ قرآن اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نیکیوں کا اجر کئی سو گنا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے۔ ایک اور آیت میں مجملاً یہ آیا ہے کہ فلہ خیر منھا جو نیکی لائے اس کیلئے اس سے بہتر بدلہ ہے۔

حدیث: بخاری، مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا رب رحیم ہے، جو شخص کسی نیک کام کا صرف ارادہ کرے اس کے لئے ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے، خواہ عمل کرنے کی نوبت بھی نہ آئے، پھر جب وہ اس نیک کام کو کرلے تو دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں، اور جو شخص کسی گناہ کا ارادہ کرے، مگر پھر اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، اور گناہ کا عمل بھی کرے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے، یا اس کو بھی مٹا دیا جاتا ہے، اس عفو و کرم کے ہوتے ہوئے اللہ کے دربار میں وہی شخص ہلاک ہو سکتا ہے جس نے ہلاک ہونے ہی کی ٹھان رکھی ہے۔ (ابن کثیر)

حدیث: ترمذی شریف کی ایک حدیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کی چار اقسام ہیں اور اعمال کی چھ اقسام ہیں۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جنہیں سعادت دارین مل جاتی ہے۔ یعنی دنیا و آخرت میں وسعت اور کشادگی مل جاتی ہے۔ بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں کشادگی ہوتی ہے اور آخرت میں تنگی اور سختی۔ بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں تنگی رہتی ہے اور آخرت میں انہیں کشادگی ملے گی۔ بعض وہ ہیں جو دونوں جہاں میں بدنصیب رہتے ہیں یہاں دنیا میں بھی اور وہاں یعنی آخرت میں بھی۔ اعمال کی چھ قسمیں یہ ہیں دو قسمیں تو ثواب واجب کردینے والی ہیں ایک برابر کا، ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ واجب کردینے والی دو چیزیں وہ ہیں جو شخص اسلام و ایمان پر وفات پائے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو اس کیلئے جنت واجب ہے اور جو بغیر اسلام اور خاتمہ بالا یمان کے وفات پائے اس کیلئے جہنم ہے۔ اور جو نیکی کا ارادہ کرے گو کہ اس ارادے پر عمل نہ بھی کر سکے تو بھی اس کیلئے ایک نیکی کا اجر لکھا جاتا ہے۔ مگر جو شخص برائی کا ارادہ کرے اس کے ذمہ گناہ نہیں لکھا جاتا اور جو کر گذرے اس کے نامہ اعمال میں ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔ اور جو کوئی ایک نیک کام کرے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو راہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اسے سات سو گنا اجر ملتا ہے۔ (ترمذی)

حدیث: فرمان ہے کہ جمعہ میں آنے والے لوگ تین اقسام کے ہیں ایک وہ جو وہاں لغو کرتا ہے اس کے حصے میں تو وہی لغو ہے، ایک دعا کرتا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اس کی دعا قبول کرے یا نہ کرے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو سکوت اور خاموشی کے ساتھ خطبہ میں بیٹھتا ہے کسی کی گردن پھلانگ کر مسجد میں آگے نہیں بڑھتا نہ کسی کو ایذاء دیتا ہے اس کا جمعہ پڑھنا اگلے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بلکہ اور تین دن تک کے گناہوں کا بھی۔ اس لئے کہ وعدہ الٰہی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ جو نیکی کرے اسے دس گنا اجر ملتا ہے۔۔۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس آیت میں حسنہ سے مراد کلمہ توحید ہے اور سیئہ سے مراد شرک ہے۔

دین ابراہیمیؑ کی پیروی

قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (انعام۔161)

فرمادیجئے: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے (صراط مستقیم) کی ہدایت فرمادی ہے۔ یہ مضبوط دین کی راہ ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، اور یہی ابراہیمؑ کا طریقہ تھا جسے یکسو ہو کر انہوں نے اختیار کیا تھا اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

Say, ⌜O Prophet,⌝ "Surely my Lord has guided me to the Straight Path, a perfect way, the faith of Abraham, the upright, who was not one of the polytheists." (6:161)

The 'Way of Abraham' is one further indication of the way of the Divine Faith which is required to follow. This way could also have been designated as the way of Moses or of Jesus But since their names have become falsely associated with Judaism and Christianity respectively, it was necessary to call it the Way of Abraham'. Moreover, Abraham was acknowledged by both the Jews and the Christians as rightly guided and both knew, of course, that he lived long before either Judaism or Christianity was born. In the same way, the polytheists of Arabia also considered Abraham to be rightly guided. Despite their ignorance, they at least acknowledged that Prophet Abraham was a righteous man, who had founded the Ka'bah, was a worshipper of One God.

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ: ابراہیمؑ کا طریقہ۔ یہ اس راستے کی نشان دہی کے لیے مزید ایک تعریف ہے۔ اگرچہ اس کو موسیٰؑ کا طریقہ یا عیسیٰؑ کا طریقہ بھی کہا جاسکتا تھا، مگر حضرت موسیٰؑ کی طرف دنیا نے یہودیت کو اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف مسیحیت کو منسوب کر رکھا ہے، اس لیے ابراہیمؑ کا طریقہ فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی اور عیسائی، دونوں برحق تسلیم کرتے ہیں، اور دونوں یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ یہودیت اور عیسائیت کی پیدائش سے بہت پہلے گزر چکے تھے۔ نیز مشرکین عرب بھی ان کو اپنا مذہبی پیشواء مانتے تھے اور اپنی جہالت کے باوجود کم از کم اتنی بات انہیں بھی تسلیم تھی کہ کعبہ کی بنا رکھنے والا پاکیزہ انسان خدا پرست تھا نہ کہ بت پرست۔

حدیث: ابن مردویہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے: اصبحنا على ملته الاسلام وكلمته الاخلاص و دين نبينا و ملته ابراہيم حنيفا و ما كان من المشركين۔ یعنی ہم نے ملت اسلامیہ پر، کلمہ اخلاص پر، اپنے نبیؐ کے دین پر اور ملت ابراہیم حنیف پر صبح کی ہے جو شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب دین اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ جو یکسوئی اور آسانی والا ہے۔

حدیث: مسند کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: الدين يسرو بعثت بالحنيفية الدينة السمحه۔ یعنی ہمارے دین میں کشادگی ہے اور میں یکسوئی والا آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔

مقصد زندگی۔اللہ کی رضا کا حصول

قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ۔ (انعام-162)

آپ فرمادیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب ربّ العالمین کیلئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔

Say, "Indeed, my prayer, my rites of sacrifice, my living and my dying are for Allah, Lord of the worlds.

حدیث: حضور اکرم ﷺ تکبیر اولیٰ کے بعد نماز میں یہ دعا پڑھتے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔ اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے: اللهم انت الملک لا الہ الا

انت انت ربی وانا عبدک ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی جمیعا لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لا حسن الاخلاق لا یھدی لا حسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت تبارکت و تعالیْت استغفرک واتوب الیک۔(مسلم)

فرمانبرداری میں اوّل

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَاۡ اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (انعام۔163)

جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔

توحید الوہیت کی یہ دعوت تمام انبیاء نے دی۔ جس طرح یہاں آخری پیغمبر کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ 'مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء بھیجے، سب کو یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ (انبیا۔25) چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ اسلم تو انہوں نے فرمایا: اسلمت لرب العالمین۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ویعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ تمہیں موت اسلام پر آنی چاہیے یعنی تمہارا خاتمہ ایمان پر ہونا چاہئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ مجھے اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اگر تم مسلمان ہو تو اسی اللہ پر بھروسہ کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا: واشھد باننا مسلمون۔ اسی طرح اور بھی تمام انبیاء اور ان کے مخلص پیروکاروں نے اسی اسلام کو اپنایا جس میں توحید الوہیت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۗ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (انعام۔164)

کہو، کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟ ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا، پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے، اُس وقت وہ تمہارے اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔

Say, ˹O Prophet˺ "Should I seek a lord other than Allah while He is the Lord of everything?" No one will reap except what they sow. No soul burdened with sin will bear the burden of another. Then to your Lord is your return, and He will inform you of your differences. (6:164)

یعنی جب کائنات کی ساری چیزوں کا رب اللہ ہے تو میرا رب کوئی اور کیسے ہو سکتا ہے؟ کس طرح یہ بات معقول ہو سکتی ہے کہ ساری کائنات تو اللہ کی اطاعت کے نظام پر چل رہی ہو، اور کائنات کا ایک جزء ہونے کی حیثیت سے میرا اپنا وجود بھی اسی نظام پر عامل ہو، مگر میں اپنی شعوری واختیاری زندگی کے لیے کوئی اور رب تلاش کروں؟ کیا پوری کائنات کے خلاف میں اکیلا ایک دوسرے رخ پر چل پڑوں؟ میں اس بات کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔

ہر آدمی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔

کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

No one will bear the burden of another person.

سورۃ کی اختتامی آیت

اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (انعام-165)

اس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے اور بعض کے بعض پر درجے بلند کر دیے ہیں تاکہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ بیشک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی مگر بیشک وہ بڑا غفور ورحیم بھی ہے۔

He is the One Who has placed you as successors on earth and elevated some of you in rank over others, so He may test you with what He has given you. Surely your Lord is

swift in punishment, but He is certainly All-Forgiving, Most Merciful. (6:165)

This statement embodies three important points:

First, that human beings as such are vicegerents of God on earth, so that God has entrusted them with many things and endowed them with the power to use them.

Second, it is God Himself Who has created differences of rank among His creation. The trust placed in some is more than that of others. Some men have been granted control of more resources than others. Some are more gifted in respect of their abilities. Likewise, some human beings have been placed under the trust of others.

Third, all this is indeed designed to test humans. The entire life of a human is in fact, a vast examination wherein man is being tested about the trust he has received from God: how sensitive he is to that trust, to what extent he lives up to it, and to what extent he proves to be competent with it. What position a person will be able to attain in the Next Life depends on the result of this test.

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ: اللہ ربّ العالمین نے تمہیں بحیثیت انسان اس کرّہ ارض کا نگران بنایا ہے اور اس کائنات میں محدود پیمانے پر تصرف کا اختیار اور صلاحیت عطا کی ہے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو تم سے پہلی قوموں کی جگہ پر آباد کیا ہے، کوئی مکان زمین جس کو آج تم اپنی ملکیت کہتے ہو اور سمجھتے ہو ایسا نہیں جو کل تمہیں جیسے دوسرے انسانوں کی ملکیت میں نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہٹا کر تمہیں ان کی جگہ بٹھایا ہے۔ یہ بات تمہیں عبرت حاصل کرنے کیلئے کافی ہونی چاہیے۔

آیت کے اس جملے میں تین حقیقتیں بیان کی گئی ہیں:

ایک یہ کہ تمام انسان زمین میں خدا کے خلیفہ ہیں، اس معنی میں کہ خدا نے اپنی مملوکات میں سے بہت سی چیزیں ان کی امانت میں دی ہیں اور ان پر تصرف کے اختیارات بخشے ہیں۔

دوسرے یہ کہ انسانوں میں مراتب کا فرق بھی اللہ ہی نے رکھا ہے، کسی کی امانت کا دائرہ وسیع ہے اور کسی کا محدود، کسی کو زیادہ چیزوں پر تصرف کے اختیارات دیے ہیں اور کسی کو کم چیزوں پر، کسی کو زیادہ قوت کارکردگی دی ہے اور کسی کو کم، اور بعض انسان بھی بعض انسانوں کی امانت میں ہیں۔

تیسرے یہ کہ یہ سب کچھ دراصل امتحان کا سامان ہے، پوری زندگی ایک دارالامتحان ہے اور جس کو جو کچھ بھی اللہ نے دیا ہے اسی میں اس کا امتحان ہے کہ اس نے کس طرح اللہ کی امانت میں تصرف کیا، کہاں تک امانت کی ذمہ داری کو سمجھا اور اس کا حق ادا کیا، اور کس حد تک اپنی قابلیت یا ناقابلیت کا ثبوت دیا۔ اسی امتحان کے نتیجہ پر زندگی کے دوسرے مرحلے میں انسان کے درجے کا تعین اور اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ: پھر بطور آزمائش تمہارے درمیان مختلف طبقات اور درجات بنائے، کوئی امیر ہے، کوئی غریب ہے، کوئی خوش خلق ہے، کوئی بد اخلاق، کوئی خوبصورت ہے، کوئی بدصورت، کوئی کالا ہے کوئی سفید ہے۔ یہ سب اس کی حکمت کے تحت ہے۔ فقر و غنی، علم و جہل، صحت اور بیماری، جس کو جو کچھ اور جتنا دیا، اسی میں اس کی آزمائش ہے۔ یہ سب بطور امتحان اور ایک خاص حکمت کے تحت ہو رہا ہے۔ جیسے کہ فرمایا گیا کہ: اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ (اسراء۔21) دیکھ لے کہ ہم نے ان میں سے ایک کو ایک پر کیسے فضیلت دی ہے؟ اس کا مقصد یہ ہے کہ آزمائش و امتحان ہو جائے، امیر آدمیوں کا شکر، فقیروں کا صبر معلوم ہو جائے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اللہ تمہیں اس میں اختیارات اور صلاحیتیں دے کر آزمارہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس تمہیں دنیا سے ہوشیار رہنا چاہیے اور عورتوں کے ساتھ محتاط رہنا چاہئے۔ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعے ہی پیدا کیا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ عورت کو اپنے مخصوص فطری اوصاف اور کمزوریوں کی وجہ سے کسی فتنے میں باآسانی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ شرعی حدود و قیود کی پابندی سے ایسی خرابیوں اور مفاسد سے بچا جاسکتا ہے۔

اللہ سزا میں جلدی کرسکتے ہیں مگر وہ غفور رحیم بھی ہیں

اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔۔۔۔ (الانعام۔165)

بیشک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی مگر بیشک وہ بڑا غفور رحیم بھی ہے۔

اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اوصاف بیان فرمائے، عذاب کا بھی، ثواب کا بھی، پکڑ کا بھی اور بخشش کا بھی، اپنے نافرمانوں پر ناراضگی کا بھی اور اپنے فرمانبرداروں پر رضامندی کا بھی۔ عموماً قرآن کریم میں یہ دونوں صفات ایک ساتھ ہی بیان فرمائی جاتی ہیں۔ جیسے فرمان ہے: وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (رعد-13)۔ ایک اور آیت میں ہے: نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّىْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (حجر-49) یعنی تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت اور دردناک سزا بھی دے سکتا ہے۔ پس ان آیات میں رغبت رہبت دونوں ہیں۔ اپنے فضل کی امید بھی دیتا ہے اور اپنے عذاب کا خوف بھی دلاتا ہے۔ کبھی کبھی ان دونوں وصفوں کو الگ الگ بھی بیان فرمایا گیا تاکہ عذابوں سے بچنے اور نعمتوں کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام کی پابندی اور اپنی ناراضگی کے کاموں سے نفرت نصیب فرمائے اور ہمیں کامل یقین عطا فرمائے کہ ہم اس کے کلام پر ایمان و یقین رکھیں۔ وہ قریب و مجیب ہے وہ دعاؤں کا سننے والا ہے، وہ جواد، کریم اور وہاب ہے۔

حدیث: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مومن صحیح طور پر اللہ کے عذاب سے واقف ہو جائے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے جنت کے حصول کی امید ہی نہ رکھے۔ اور اگر خدا کا منکر اللہ کی رحمت سے واقف ہو جائے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو۔

حدیث: ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کے وقت ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش پر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

حدیث: مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے ہیں جن میں سے ننانوے حصے تو اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا۔ اسی ایک حصے میں مخلوق کو ایک دوسرے پر شفقت و کرم ہے یہاں تک کہ ایک وحشی جانور بھی اپنے بچے کے جسم سے اپنا پاؤں رحم کھا کر اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ ہو۔

حدیث قدسی: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَمَّا قَضَى اللَّهُ الخَلْقَ، كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ: إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے عرش پر لکھا کہ بے شک، میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (مسلم)

سورۃ انعام کا اختتامی تبصرہ

سورۃ انعام کی آخری سات آیات میں اہم نصیحتوں پر سورۃ انعام کو ختم کیا گیا ہے۔

1۔ تفرقہ بازی سے اجتناب کرو۔

2۔ نیک اعمال کا اجر

3۔ صراط مستقیم کی پیروی

4۔ اللہ کی رضا ہر عمل میں مقدم

5۔ ہر آدمی اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے

6۔ اللہ نے تم کو زمین کا وارث بنایا ہے۔وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ۔ جس مکان کا کل کوئی اور وارث تھا آج تم اس کے وارث ہو اور کل تمہارے مکان کا کوئی اور وارث ہو گا۔ یہ نکتہ تمہیں عبرت حاصل کرنے کیلئے کافی ہے۔

سورۃ انعام کا آغاز اللہ کی حمد و ثناء سے ہوا اور اختتام مغفرت پر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حمد کی توفیق اور مغفرت سے سرفراز فرمائے۔

حدیث: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ انعام مکمل ایک ہی دفعہ نازل ہوئی، اور اس شان کے ساتھ نازل ہوئی کہ ستر (70) ہزار فرشتے اس کے جلو میں تسبیح پڑھتے ہوئے آئے، اسی لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ سورۃ انعام قرآن کریم کی افضل و اعلیٰ سورتوں میں سے ہے۔

بعض روایات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ یہ سورۃ جس مریض پر پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دیتے ہیں۔

سورۃ الاعراف

Chapter - 7: The Elevations

A Place between Paradise and Hell

سورۃالاعراف مکی سورت ہے اور اس میں 106 آیات ہیں۔

Subject: Invitation to the Mission of Islam

The principal subject of this surah is Invitation to the Divine Message and Mission of Prophet (PBUH).

Background and Summary of Surah

This Surah was revealed in the last year of the Holy Prophet's life at Makkah. The Messenger had spent a long time in admonishing the people of Makkah without any tangible effect on them. But they had turned a deaf ear to his message and become so obdurate and antagonistic that, in accordance with the Divine Design, the Messenger was going to be commanded to leave them and turn to other people. That is why they are being admonished to consider the Divine Message. At the same time, they are being warned the consequences that followed the wrong attitude of the former people towards their Prophets.

Now that the Holy Prophet was going to migrate from Makkah, the concluding portion of the address has been directed towards the people of the Book (Divine Scriptures), with whom he was going to come into contact. This meant that the time of migration was coming near, and the Mission of Islam was going to be extended to mankind in general and was not to be confined to his own people in particular as before.

At the end of the Surah, some instructions have been given to the Holy Prophet and his followers for carrying out the work of the Da'wah of Islam with wisdom. The most important of these is that they should show patience and exercise restraint in answer to the provocations of their opponents. Above all, they have been advised that under

stress of the excitement of feeling, they should not take any wrong step that might harm their cause.

Main topics of this Surah

In this passage, the people have been invited to follow the Faith of Islam and warned of the consequences if they oppose the message and mission of Prophet. (Verses:1-10)

The story of Adam & Eve has been related with a view to warning theri descendants against the evil devices of Satan who is ever ready to mislead them as he did in the case of Adam and Eve. (Verses: 11-25)

This passage contains some Divine instructions, and contrasts these with Satan's instructions, and depicts a graphic picture of the results and the consequences of the two. (Verses: 26-53)

As the Message has been sent down by Allah (Who is the Creator of the heavens and the earth and everything in them), it should be followed. It gives life to dead souls. The example of divine guidance is like the rain which gives life to the dead land. (Verses: 54-58)

Events from the lives of some well-known Prophets - Noah, Hud, Salih, Lot, Shuaib, Moses (Allah's peace be upon them all) -- have been related to show the consequences of the rejection of the Message, and the addressees of Prophet Muhammad (Allah's peace be upon him) have been admonished to accept and follow the Message in order to get salvation in the hereafter. (Verses: 59-171)

At the end of the Surah, the whole mankind has been reminded very appropriately of the Covenant that was made at the time of the appointment of Adam as the Vicegerent of Allah so that all of his descendants should

remember it and accept and follow the Message that was delivered by the Holy Prophet. (Verse: 172-174)

The example of the one who had the knowledge of the Message but discarded it, has been cited as a warning to those who were treating the Message as false; they have been exhorted to use their faculties to recognize the Message; otherwise, they will be losers in the hereafter. (Verses: 175-179)

In this concluding portion of the Surah, some deviations of those who do not use their faculties properly to understand the Message have been dealt with and they have been admonished, reproved, and warned of the serious consequences of their antagonistic attitude towards the Message of the Holy Prophet. (Verses: 180-198)

In conclusion, instructions have been given to the Holy Prophet, and through him to his followers, about the attitude they should adopt towards those who oppose the Message and deviate from it. (Verse: 199-206)

سورۃ اعراف کا خلاصہ

سورۃ اعراف آٹھ پیراگراف پر مشتمل ہے۔اس سورت کا موضوع دعوت اسلام اور نبی اکرم ﷺ کا دعوتی مشن ہے۔ سورت کے آغاز میں سورۃ کا مرکزی مضمون قرآن وسنّت کی پیروی کو بیان کیا گیا (اتّبعوا ما انزل الیکم من ربّکم)۔اس کے بعد فریضہ دعوت و تبلیغ کی اہمیت کو بیان کیا گیا۔ ہر مسلمان دعوت دین کا ذمہ دار ہے۔اس کے بعد کے مضامین میں اعمال کا بیلنس میزان عمل، عدل وانصاف کا ترازو (ونضع الموازین القسط۔ تخلیق انسانیت، انسان کا مقصد تخلیق، اشرف المخلوقات کا اعزاز (اسجدو لآدم)، آدم وحواء، ابلیس، نسل انسانی، قصہ ابلیس کا خلاصہ: غرور کا سر نیچا، ابلیس کو مہلت، ابلیس کا طریقہ واردات، انسان کا پہلا امتحان، شرم وحیاء انسان کی فطرت میں ہے (وطفقا یخصفٰن علیھما من ورق الجنۃ)، آدم وحواء کی دعا: ربّنا ظلمنا انفسنا۔۔، دو گناہ دو سبق، آدم کا جنت سے زمین کا سفر، انسان کا مستقبل زمین کے ساتھ وابستہ ہے: قال فیھا تحیون وفیھا تموتون۔۔

تیسرے پیراگراف میں **معاشرتی زندگی کے آداب** کو بیان کیا گیا۔ایک اچھے انسان کا **لائف سٹائل** اور **اخلاق و کردار** بیان کیا گیا۔لباس کے مقاصد:زیب وزینت، ستر پوشی، بہترین لباس تقوٰی اور دین داری، پر فتن دور میں شیطانی راستوں، ابلیس کے حربوں سے بچنے کی تاکید، منکرات میں آباؤاجداد کی پیروی نہ کرو، عبادات میں اخلاص (واقیموو جوھکم عند کل مسجد)، ہدایت اور گمراہی کی پہچان، بے حیائی کی ممانعت، **آداب مسجد** (خذوزینتکم عند کل مسجد)، مسجد میں زیب وزینت، اسراف و فضول خرچی کی ممانعت (ولا تسرفو)۔ **دنیا کی نعمتیں سب کیلئے**، کس نے طیب چیزیں اور زیب وزینت کو حرام کیا (قل من حرم زینتہ اللہ)، فواحش و منکرات، شرک، سرکشی کی ممانعت، سرعام منکرات یا **آوٹ ڈور بے حیائی**، پوشیدہ گناہ یا **ان ڈور بے حیائی**، اللہ کی نافرمانی اثم اور بغی میں فرق، **قوموں کا عروج وزوال** (ولکل امّۃ اجل)، اہل ایمان کا حسن انجام، تقوٰی اور اصلاح، آیات الٰہی کی تکذیب و استکبار، اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنا، **دنیا کا نصیب سب کیلئے**: چاہے مسلمان چاہے غیر مسلم، سرکش جن وانس کیلئے عذاب، **برائی کے موجد کیلئے دوہرا عذاب**، کسی گناہ کا سبب بننا، برائی کا ورثہ، نیکی کا ورثہ یا صدقہ جاریہ، گناہ کے اثرات، نیکیوں کے اثرات۔اللہ کی رحمت سے محرومی کے اسباب، اللہ کی بغاوت اور سرکشی کے بد اثرات (لا تفتح لھم ابواب السّماء)، اللہ کے احکام انسانی طاقت سے بڑھ کر نہیں (لا نکلف نفساً الّا وسعھا)، باہمی رنجشیں **دلوں کا کینہ** جنت میں دور ہو گا (ونزعنا مافی صدورھم)، **ہدایت** پر اللہ کا شکر (الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا)، کوتاہیوں پر **استغفار** ایک مومنانہ صفت، اصحاب الجنّۃ، اصحاب جھنّم، اصحاب الاعراف کے مکالمے، اہل جنت کا تذکرہ (ونادیٰ اصحاب الجنۃ)، دین کے کام میں رکاوٹ ڈالنے والوں کیلئے **تنبیہ** (الذین یصدون عن سبیل اللہ) **اصحاب الاعراف کون؟** ظالموں سے دوری کی دعا: ربّنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین۔ دین کو کھیل تماشہ نہ بناؤ، قرآن مجید: کتاب مفصل، کتاب ہدایت، کتاب رحمت، انجام سے بے خبر خسارے میں مبتلا لوگ، **اخروی فلاح** اور صراط مستقیم۔ تخلیق کائنات اور استواء علی العرش، آسمان وزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، **فی ستۃ ایّام** اس سے کون سے دن مراد ہیں؟ مالک الملک سے دعا، **برکت سے کیا مراد ہے؟** (تبارک اللہ ربّ العالمین)، دعا کے آداب، دعاء کے وقت چار چیزوں کا خیال رکھو: آہ وزاری، عاجزی، تنہائی، اعتدال، اخلاص وللّٰہیت (وادعوہ مخلصین)، **بلند ذکر کی استثنائی صورتیں**: آذان، اقامت، جہری نماز، خطبہ جمعہ و عیدین، تلبیہ، تلاوت، تکبیرات تشریق۔ **فساد فی الارض** کی ممانعت (ولا تفسدو فی الارض بعد اصلاحھا)۔ اصلاح اور فساد کی تعریف، **اصلاح فی الارض** کا وسیع مفہوم، رحمت کی ہوائیں بھیجنے والی ذات (سقنٰہ لبلد میت)، مردہ زمین کی سیرابی کا وسیع مفہوم، **ہدایت قبول کرنے والے دل کی مثال**: **البلد الطیب**۔

تذکرہ انبیاء کرام، پانچ قوموں کا تذکرہ، نوح اور ان کی قوم کا تذکرہ، دنیا میں دعوت دین کا آغاز، حضرت نوحؑ کا پیغام توحید، سیرت نوحؑ کا خلاصہ، **نوحؑ کی اپنے مشن پر استقامت**، داعیان دین کیلئے **مشعل راہ**، قوم نوح کے متکبر لوگوں کی گمراہی، نوحؑ کا

حکمت بھرا جواب، بداخلاقی کا جواب اصلاح، ناصحانہ انداز میں دعوت دین، حضور اکرم ﷺ اور حضرت نوحؑ میں مماثلتیں، قوم نوح کی ہلاکت، ہمارے لئے سبق۔ حضرت ھودؑ اور ان کی قوم عاد کا تذکرہ، قوم عاد کون تھی؟ عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ، ناحق تکبر، آیات الٰہی کی نفی، ناصحانہ دعوت کے جواب میں قوم کے نازیبا کلمات، بداخلاقی کے جواب میں پیغمبر کا حکمت بھرا جواب، حضرت ھودؑ کا پیغام دعوت (ابلغکم رسالات ربّی وانا لکم ناصح امین)، اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو (فاذکرو آلاء اللہ)، اندھی تقلید اور آبائی دین کی نفی، رسوم ورواج کی مذمت، قوم عاد کا باغیانہ رویہ، قوم عاد پر اللہ کی پکڑ، باد تند کا عذاب، قوم ھود کی تاریخ میں سبق۔ صالحؑ اور ان کی قوم ثمود کا تذکرہ، قوم ثمود کا تعارف اور تاریخ، کھنڈرات ثمود: آثار عبرت، اونٹنی کا معجزہ، حضرت صالحؑ کا پیغام دعوت، زمین میں فتنہ وفساد پیدا نہ کرو (ولا تعثوا فی الارض مفسدین)، متکبرین کا اعتراض، سرکشی کی انتہاء، قوم صالح پر زلزلے کی آفت، حضرت صالحؑ کا اپنی قوم کیلئے آخری ناصحانہ پیغام، حضرت لوطؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ، بدکردار قوم کا تعارف اور اخلاقی بے راہ روی، اخلاقی پستی کی انتہاء، قوم لوط پر عذاب۔ خطیب الانبیاء شعیب علیہ اسلام کا تذکرہ، نبی اپنی قوم کا حصہ ہوتا ہے (والیٰ مدین اخاھم شعیباً)، قرآن میں ہر نبی کو اس کی قوم کا بھائی کہا گیا، قوم مدین کا تعارف: یہ ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم تھی، حضرت شعیبؑ کا پیغام دعوت، اصلاح کا مشن: دو بڑی خرابیوں کی اصلاح: بگڑے ہوئے عقائد، بزنس میں بددیانتی، (فاوفوالکیل والمیزان)، اخلاقی خرابیوں اور کرپشن کی اصلاح، (ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا)، اللہ بہترین منصف ہے (وھو خیر الحاکمین)۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی آویزش، موسیٰؑ کی فضیلت، موسیٰؑ کی دعا، سچی توبہ، نیک اعمال، دین اسلام آسان اور رواداری والا دین، نبی اکرم ﷺ کے حقوق، ساری انسانیت کی طرف قیامت تک کیلئے رسول، اصحاب السبت کا تذکرہ، تخلیق کائنات پر غور وفکر، اچھے اعمال کی نشاندہی (خذ العفووامر بالعرف)۔

سورت کے آخر میں نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام کو حکمت تبلیغ کے متعلق چند ہدایات دی گئیں ہیں اور خصوصیت کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ مخالفین کی اشتعال انگیزیوں اور چیرہ دستیوں کے مقابلہ میں صبر واستقامت سے کام لیں اور کوئی ایسا اقدام نہ کریں جو اسلام کے مشن اور دعوتی کاز کیلئے نقصان دہ ہو۔

آخری آیات میں قرآن کی تلاوت کے آداب، ذکر الٰہی، اللہ تعالیٰ کو باقاعدگی سے یاد رکھنے کا حکم دیا گیا۔ آخری آیت سجدہ تلاوت کی آیت ہے۔ سجدہ تلاوت کے احکام۔

سورۃ اعراف کا پہلا اور ساتویں پارے کا آٹھواں رکوع: الٓمّٓصٓ۔ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ۔۔۔ (اعراف۔1-2)

رکوع کے تفسیری موضوعات

سورۃ اعراف کا تعارف، سورۃ کا تعارفی خلاصہ، سورۃ کا مرکزی مضمون: قرآن وسنّت کی پیروی، قرآن: ساری انسانیت کیلئے تذکیر، آثار قدیمہ: نشانات عبرت، فریضہ دعوت وتبلیغ کی اہمیت، انبیاء اور ان کی امّتوں سے ابلاغ دین کے متعلق سوال (فلنسئلنّ الذین ارسل الیھم)، ہر مسلمان دعوت دین کا ذمہ دار ہے، اعمال کا بیلنس میزان عمل (وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ اۨلْحَقُّ)، وزن اعمال پر اعتراض اور سائنسی جواب، عدل وانصاف کا ترازو (ونضع الموازین القسط)، کتاب زندگی کے دو ورق: اچھائیاں اور برائیاں، وزن میں بھاری اعمال: کلمہ طیبہ، اچھا اخلاق وکردار، توبہ کا ایک آنسو جہنم سے نجات کیلئے کافی ہو سکتا ہے، بے وزن اعمال: ریاکاری، بدعات۔

تفسیر آیات

حروف مقطعات

الٓمّٓصٓ۔ یہ حروف مقطعات ہیں جن کے معنی اللہ اور رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

قرآن: ساری انسانیت کیلئے تذکیر

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔(اعراف۔2)

(اے محمدؐ) یہ کتاب تمہارے اوپر نازل کی گئی ہے لہٰذا تمہارے دل میں اس کیلئے کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیے۔ یہ اس لئے نازل ہوئی ہے کہ تم اس کے ذریعے سے لوگوں کو ڈر سناؤ اور یہ ایمان والوں کے لیے تذکیر ہے۔

Preach without fear and disregard the opponents!

˹This is˺ a Scripture sent down to you ˹O Prophet˺—do not let anxiety into your heart regarding it—so with it you may warn ˹the humankind˺. And (This Qur’an) is a reminder for those who have faith. (7:2)

The Prophet (peace be on him) is directed to preach his Message without fear and hesitation and disregard his opponents’ response. Such opponents may well be offended by his preaching of the Message, or may, hold it to ridicule, or go about maliciously twisting it, or acting

with greater hostility. So, Focus on your responsibility of Da'wah and ignore the opponents and their ridiculous actions.

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ: (اے محمدؐ) یہ کتاب قرآن مجید تیری طرف نازل کی گئی ہے۔اس کے بارے میں متردّد نہ ہونا، تنگ دل نہ ہونا، اس کے پیغام کو بیان کرنے میں کوئی جھجک یا تردد محسوس نہ کرنا، اس کے پہنچانے میں کسی سے نہ ڈرنا، بلکہ سابقہ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر واستقامت کے ساتھ کلام اللہ کی تبلیغ مخلوق خدا میں کرنا۔اس دوران اس بات کی فکر نہ کرو کہ مخالفین اسلام کا ردعمل کیا ہوگا؟ وہ مزید اپنی سرکشی میں بڑھتے ہیں تو بڑھیں، مذاق اڑاتے ہیں، اُڑائیں۔پروپیگنڈہ کرتے ہیں کریں، دشمنی میں اور زیادہ سخت ہوتے ہیں، ہو جائیں مگر تم حکمت کے ساتھ تذکیر بالقرآن کرتے رہو۔

فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ: لہٰذا تمہارے دل میں اس کیلئے کوئی جھجک یا حرج نہیں ہونی چاہیے۔ لغت میں حرج اس گھنی جھاڑی کو کہتے ہیں جس میں سے گزرنا مشکل ہو۔ دل میں حرج ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ مخالفتوں اور مزاحمتوں کے درمیان اپنا راستہ صاف نہ پاکر آدمی کا دل آگے بڑھنے سے رکے۔اسی مضمون کو قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ضیق صدر کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔مثلاً وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ يَضِيْقُ صَدْرُکَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ۔(حجر۔97)۔اے محمدؐ! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تم دل تنگ ہوتے ہو۔یعنی تمہیں پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ جن لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی اور مخالفت حق کا یہ حال ہے انہیں آخر کس طرح سیدھی راہ پر لایا جائے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے اس نے آپؐ کی حفاظت کا بھی انتظام کر دیا ہے۔اس لئے آپؐ کیوں تنگ دل ہوں۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپؐ کا فرض منصبی صرف تبلیغ ودعوت ہے ہدایت نہیں ہے، جب آپؐ نے یہ کام کر لیا تو اب یہ ذمہ داری آپ کی نہیں کہ کون مسلمان ہوتا ہے اور کون نہیں ہوتا پھر آپؐ کیوں بلاوجہ دل تنگ ہوں۔

لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ: اس کا نزول اس لئے ہوا ہے کہ تو انسانیت کو متنبہ اور خبردار کر دے۔یہ قرآن مومنوں کیلئے نصیحت وعبرت ہے۔اس کے بعد تمام انسانیت کو خطاب ہوتا ہے کہ اس نبی امی کی مکمل پیروی اور اطاعت اختیار کرو، اس کے قدم بہ قدم چلو، یہ تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہے۔یہ کلام اللہ تمہارے پاس آیا ہے۔یہ اس رب کا کلام ہے جو تم سب کا خالق ومالک ہے نبی کی اطاعت سے ہٹ کر دوسروں کی تابعداری نہ کرنا ورنہ صراط مستقیم سے ہٹ جاؤ گے۔دوسری آیت میں ہے:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

يَخْرُصُوْنَ۔ (انعام۔116) یعنی اگر تو انسانوں کی کثرت کی طرف جھک جائے گا تو وہ تجھے سیدھے راستے سے ہٹا کر ہی چین لیں گے۔۔۔ کیونکہ اکثر لوگ بے سروپا باتوں کی کھوج میں لگے رہتے ہیں۔

سورت کا مرکزی مضمون

قرآن وسنّت کی پیروی

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗقَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ (اعراف۔3)

جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اتری ہے اس کا اتباع کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔

Follow, [O mankind], what has been revealed to you from your Lord! and do not take others as guardians besides Him. How seldom are you mindful! (7:3)

The central theme of the whole surah, and of the present discourse, is the guidance which man needs in order to live a wholesome life, the knowledge which he requires in order to understand the reality of the universe and his own being and the purpose of his existence; the principles which he needs to serve as the basis for morality and social life as well as culture and civilization. In this regard man should look to God alone and follow exclusively, the Guidance which He has communicated to mankind through His Messenger. To look to anyone other than God is dangerous for it has always spelled disaster in the past and will always spell disaster in the future. In this verse the word *awliya'* (masters) refers to those whom one blindly follows instead of God.

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ: جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، یعنی قرآن، اور جو رسول اللہ نے فرمایا یعنی حدیث، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قرآن اور اس کی مثل کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ وحی الٰہی یعنی قرآن وسنت کی پیروی ضروری ہے۔

یہ آیت اس سورۃ کا مرکزی مضمون ہے۔اصل دعوت جو اس خطبہ میں دی گئی ہے وہ یہی ہے کہ انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے جس ہدایت ورہنمائی کی ضرورت ہے اور اپنے اخلاق، تہذیب، معاشرہ اور تمدّن کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے جن اصولوں کا وہ محتاج ہے، ان سب کے لیے اسے صرف اللہ رب العالمین کی عطا کردہ ہدایت کی پیروی اختیار کرنی چاہیے جو اس نے اپنے آخری رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بھیجی ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ : آیت کے اگلے حصے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی مت کرو۔ جس طرح زمانہءِ جاہلیت میں سرداروں، مذہبی پنڈتوں، نجومیوں کاہنوں کی بات کو ہی اہمیت دی جاتی تھی حتیٰ کہ حلال اور حرام میں بھی ان کو سند اور اتھارٹی تسلیم کیا جاتا تھا۔اس سوچ اور رویّے کی یہاں نفی کی جارہی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ: دین کی بنیاد دو چیزوں پر مشتمل ہے: جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، یعنی قرآن، اور جو رسول اللہ نے فرمایا یعنی حدیث یا جو عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جس کو عرف عام میں سنت کہا جاتا ہے۔

آثار قدیمہ: نشانات عبرت

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ۔ (انعام۔4)

اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ جنہیں ہم نے برباد کر دیا۔ان کے پاس ہمارا عذاب اس وقت آیا جب وہ رات میں سو رہے تھے یا دن میں قیلولہ کر رہے تھے۔

Imagine˺ how many societies We have destroyed! Our torment took them by surprise ˹while sleeping˺ at night or midday. (7:4)

آیت کا مدعا یہ ہے کہ ایک انسان کو کبھی بھی اللہ کے عذاب، اس کی پکڑ سے بے خبر اور مومون نہیں رہنا چاہیئے۔اللہ کی سزا، اس کا عذاب کسی بھی وقت اور کسی بھی صورت میں آسکتا ہے چاہے وہ قدرتی آفت ہو، بیماری ہو یا کسی اور شکل میں ہو۔بہر حال ہمیں ہمیشہ عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔

ایک اور آیت میں مزید اسی انداز میں فرمایا گیا کہ: افامن اهل القرى ان ياتيهم باسنا بياتا وهم نائمون اوامن اهل القرى ان ياتيهم باسنا ضحى وهم يلعبون۔یعنی لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے

سوتے ہوئے راتوں رات اچانک ہمارا عذاب آجائے؟ یا انہیں ڈر نہیں کہ دن دیہاڑے دوپہر کو ان کے آرام کے وقت ان پر ہمارا عذاب آجائیں؟

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انہیں سزا نہیں دیتا۔(بحوالہ ابن کثیرؒ)

گناہگاروں کا اعتراف جرم

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ (اعراف۔5)

اور جب ہمارا عذاب اُن پر آگیا تو ان کی زبان پر اِس کے سوا کوئی صدا نہ تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔

Confession of Sins and Evil doing!

And when Our scourge fell upon them their only plea was: 'We were indeed wrongdoers'. (7:5)

People can learn a lesson from the tragic fate of those nations that spurned God's Guidance.

The words uttered by, the evil-doers: 'We are indeed wrong doers, emphasizes two points, First, that it is pointless for one to realize and repent of one's wrong-doing after the time for such repentance is past. Individuals and communities who allow the term granted to them to be wasted in heedlessness and frivolity, who turn a deaf ear to those who invite them to the truth, have so often been overtaken in the past by God's punishment. Second, there are numerous instances of individuals as well as communities which incontrovertibly prove that when the wrong-doings of a nation exceed a certain limit, the term granted to it expires and God's punishment suddenly overtakes it. And once a nation is subjected to God's punishment, there is no escape from it. Since human history abounds in such instances, there is no reason why

people should persist in the same iniquity and repent only when the time for repentance has passed.

یعنی تمہاری عبرت کے لیے ان قوموں کی مثالیں موجود ہیں جو اللہ کی ہدایت سے منحرف ہو کر انسانوں اور شیطانوں کی رہنمائی پر چلیں اور آخرکار اس قدر بگڑیں کہ زمین پر ان کا وجود ہی مٹ گیا۔

آیت کے آخری فقرے سے مقصد دو باتوں پر متنبہ کرنا ہے۔ ایک یہ کہ تلافی اور توبہ کا وقت گزر جانے کے بعد کسی کا اپنی غلطی کا اعتراف کرنا بے کار ہے۔ مہلت ختم ہو جانے کے بعد ایسے اعتراف کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ پہلے وضاحت گزر چکی ہے: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا۔ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو اس وقت ان کا ایمان لانا، ان کے لئے نفع مند نہیں ہوا۔(غافر-85) ۔

دوسری بات یہ کہ افراد کی زندگیوں میں بھی اور اقوام کی زندگیوں میں بھی ایک دو نہیں بیشمار مثالیں تمہارے سامنے گزر چکی ہیں کہ جب کسی کی غلط کاریوں کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور وہ اپنی مہلت کی حد کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اللہ کی گرفت اچانک اسے آپکڑتی ہے اور اس کے بعد چھٹکارے کی کوئی سبیل اسے نہیں ملتی۔ سخت نادان ہے وہ شخص اور وہ قوم جو اللہ کی دی ہوئی مہلت کو غفلتوں میں ضائع کر دے اور داعیانِ حق کی صداؤں کو بہرے کانوں سے سنے اور ہوش میں صرف اس وقت آئے جب اللہ کی پکڑ آ چکی ہو۔

فریضہ دعوت و تبلیغ کی اہمیت

انبیاءؑ اور ان کی امتوں سے ابلاغ دین کے متعلق سوال

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (انعام-6)

پس یہ ضرور ہونا ہے کہ ہم اُن لوگوں سے باز پرس کریں گے جن کی طرف ہم نے پیغمبر بھیجے ہیں اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں (کہ اُنہوں نے پیغام رسانی کا فرض کہاں تک انجام دیا اور انہیں اس کا کیا جواب ملا)

Importance of fulfilling the responsibility of Da'wah!

We will surely question those who received messengers and We will question the messengers ˹themselves about their responsibility of Da'wah˺. (7:6)

فَلَنَسْـئَـلَنَّ۔۔ ہم ضرور بازپرس کریں گے۔۔ بازپرس سے مراد روز قیامت کی بازپرس ہے۔انسان کو دنیا میں شتر بے مہار کی طرح چھوڑ نہیں دیا گیا ہے کہ جو چاہے کرتا پھرے، بلکہ اوپر کوئی طاقت ہے جو ایک حد خاص تک اسے ڈھیل دیتی ہے، تنبیہات پر تنبیہات بھیجتی ہے، وارننگ دیتی ہے کہ اپنی سرکشی اور نافرمانی سے باز آجائے، اور جب وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اسے اچانک پکڑ لیتی ہے۔

قیامت والے دن ہر امّت کے لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس پیغمبر آیا تھا یا اس کا پیغام دین تم تک پہنچا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں! یا اللہ تیرے پیغمبر اور ان کی تعلیمات یقیناً ہمارے پاس پہنچی تھیں لیکن ہماری ہی قسمت خراب تھی کہ ہم نے ان کی دعوت و تبلیغ کی پرواہ نہیں کی۔

جس شخص یا جن انسانی گروہوں تک دین کی دعوت نہ پہنچی ہو، ان کے بارے میں تو قرآن ہمیں کچھ نہیں بتاتا کہ ان کے مقدمہ کا کیا فیصلہ کیا جائے گا۔اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہے۔لیکن جن اشخاص و اقوام تک پیغمبروں کی تعلیم پہنچ چکی ہے ان کے متعلق قرآن صاف کہتا ہے کہ وہ اپنے کفر و انکار اور فسق و نافرمانی کے لیے کوئی حجّت نہ پیش کر سکیں گے اور ان کا انجام سوائے حسرت و ندامت کے کچھ نہیں ہو گا۔

وَلَنَسْـئَـلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ: دوسری طرف انبیاءؑ کرامؑ سے بھی پوچھا جائے گا کہ تم نے ہمارا پیغام اپنی مخاطب امتوں کو پہنچایا تھا؟ اور انہوں نے اس کے مقابلے میں کیا رویہ اختیار کیا؟ انبیاء کرام جواب دیں گے کہ ہم نے تو اپنا فرض یعنی فریضہ دعوت ادا کر دیا تھا۔اس کی تفصیل قرآن مجید کے مختلف مقامات پر موجود ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ۔(قصص-65) یعنی اس دن پکارا جائے گا اور دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسولوں کی دعوت دین کا کیا جواب دیا؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ: يَوْمَ يَجْمَعُ اللهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭاِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔(مائدہ-109) رسولوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں غیب کا جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قیامت والے دن امتوں سے رسولوں کی دعوت کو قبول کرنے کی بابت اور رسولوں سے فریضہ تبلیغ کی ادائیگی اور ابلاغ کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہو گا۔

اس آیت کا ایک عمومی سبق یہ ہے کہ ہر انسان ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔اس نکتے کی تشریح اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ أَلاَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَ وَلَدِهِ وَ هِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ (حاکم سے مراد منتظم اور نگراں کار اور محافظ ہے) پھر جو کوئی لوگوں کا حاکم اور نگران ہے اس سے اس کی رعیت کا سوال ہو گا (کہ اس نے اپنی رعیت کے حق ادا کیے، ان کی جان و مال کی حفاظت کی یا نہیں؟) اور آدمی اپنے گھرانے کا سربراہ ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہو گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی اور بچوں کی حاکم ہے، اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا اور خادم یا ملازم اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال ہو گا۔ (بخاری، مسلم)

راوی حدیث حضرت طاؤس ؒ نے اس حدیث کو بیان فرمایا اور پھر اس کی تائید میں اسی آیت (اعراف-6) کی تلاوت فرمائی۔

قیامت والے دن افراد اور قوموں کا ریکارڈ سامنے لایا جائے گا

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ۔ (اعراف-7)

پھر ہم خود پورے علم کے ساتھ سرگزشت ان کے آگے پیش کر دیں گے۔ اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔

Call for Justice and accountability!

Then We will give them a full account with sure knowledge—for We were never absent. (7:7)

This refers to the questioning people will be subjected to on the Day of Judgement. For it is the reckoning on the Day of Judgement that really matters. Punishment dealt upon corrupt individuals and communities in this world does not constitute their true punishment. The pages of history are filled with instances where justice was not done. Anyone who examines the events of history, will conclude that the Lord of the Universe must have certainly appointed a Day

of Judgement in order to hold the wrong-doers to account for their actions and to punish them. The Islamic teachings also tell us that there is a power (God) that allows man to act freely but only to a certain extent. And when man exceeds those limits, he will be punished sooner or later.

On the Day of Judgement, on one hand, the Prophets will be questioned about the efforts they made to convey God's Message and Mission to Mankind. On the other hand, the people to whom the Prophets were sent will be questioned about their response to the message. The Qur'an is not explicit about how judgements will be made with regard to individuals and communities who did not receive God's Message. It seems that God has left judgement – to borrow a contemporary judicial expression – reserved. However, with regard to individuals and communities who did receive God's Message through the Prophets, the Qur'an states explicitly, that they will have no justification whatsoever to put forward a defence of their transgression and disobedience. They are doomed to be in Hell in utter helplessness and dejection.

چونکہ ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کا علم رکھتے ہیں اس لئے پھر ہم دونوں (امتیوں اور پیغمبروں) کے سامنے ساری باتیں بیان کریں گے اور جو جو کچھ انہوں نے کیا ہو گا، ان کے سامنے رکھ دیں گے۔

اعمال کا وزن

Balance of Deeds

میزانِ عمل

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ لْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (الاعراف-8)

اور اس روز (اعمال کا) وزن برحق ہے تو جن لوگوں کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں۔

Classification of Deeds

And the weighing [of deeds] that Day will be the truth. So those whose scales (virtuous deeds) are heavy – it is they who will be the successful. (7:8)

This means that when the Balance is fixed on the Day of Judgement, 'truth' and weight will be identical. The more truth one has to one's credit, the more the weight in one's scale; and vice versa. One will be judged solely on the basis of this weight. A life of falsehood, however long it lasted, and however full of worldly achievements, will carry no weight at all. Weighed in the Balance, the devotees of falsehood will discover that their life-long deeds do not even weigh so much as a bird's feather. The same point has been expatiated upon in (Surah Al-Kahf, ayat 103-105): 'Shall We tell you of those who are greatest losers in respect of their deeds? It is those whose efforts have been wasted in this life while they kept believing that they were acquiring good by their deeds. they are those who deny the Signs of their Lord and the fact of their having to meet Him (in the Hereafter). So, their works are in vain, and we shall attach no weight to them on the Day of Judgement.'

ان آیات میں وزن اعمال کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جو قیامت والے دن ہو گا۔ جسے قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ اور احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعمال ترازو میں تولے جائیں گے۔ جس کا نیکیوں کا پلا بھاری ہو گا، وہ کامیاب ہو گا اور جس کا بدیوں والا پلڑا بھاری ہو گا، وہ ناکام ہو گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ یعنی لوگوں نے دنیا میں جو کچھ عمل کیا تھا اس کو وہاں حاضر و موجود پائینگے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: من یعمل مثقال ذرۃ خیرایرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ یعنی جو شخص ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی نیکی کرے گا تو قیامت میں اس کو دیکھے گا، اور ایک ذرہ کے برابر بھی برائی کرے گا تو قیامت میں اس کو بھی دیکھے گا۔

اعمال کا وزن کیسے ہو گا؟

یہ اعمال کس طرح تولے جائیں گے جبکہ نہ ان کا ظاہری وجود ہے کہ نظر آئیں نہ ہی ان کا جسم؟

اس کے بارے میں مفسرینؒ کی تین آراء ہیں:

پہلی رائے: اس بارے میں ایک رائے تو یہ ہے کہ اعمال اگرچہ ایک بے جسم چیز ہیں لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جسم عطا فرمائے گا اور پھر ان کا وزن ہو گا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ وہ صحیفے اور رجسٹر تولے جائیں گے جن میں انسان کے اعمال درج ہونگے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ خود صاحب عمل کو تولا جائے گا۔

ان تینوں آراء رکھنے والوں کے پاس اپنے مسلک کی حمایت میں احادیث و آثار موجود ہیں۔ اس لئے امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ تینوں ہی باتیں صحیح ہو سکتی ہیں ممکن ہے، کبھی اعمال، کبھی صحیفے اور کبھی صاحب عمل کو تولا جائے۔

بہر حال میزان اور وزن اعمال کا مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس کا انکار اور **غیر اسلامی تاویل گمراہی** ہے۔ اور موجودہ دور میں تو اس کے انکار کی اب مزید کوئی گنجائش نہیں کہ بے وزن چیزیں بھی تولی جانے لگی ہیں۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وزن اعمال کے بارے میں کئی مستند احادیث موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے:

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ قرآن اپنے باعمل قاری کے پاس ایک نوجوان خوش شکل نورانی چہرے والے کی صورت میں آئے گا یہ اسے دیکھ کر پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ یہ کہے گا میں قرآن ہوں جو عملی شکل میں تمہارے پاس آیا ہوں جو تجھے راتوں کی نیند نہیں سونے دیتا تھا اور دنوں میں پانی پینے سے روکتا تھا۔

حدیث: ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے جس میں سے ہر ایک اتنا بڑا ہو گا جتنا دور تک نظر پہنچے۔ پھر ایک پرچہ نیکی کا لایا جائے گا جس پر لا الہ الا اللہ ہو گا۔ یہ شخص پوچھے گا کہ یا اللہ! یہ اتنا سا **معمولی کاغذ** ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو مطمئن رہے کہ تیرے ساتھ انصاف ہی ہو گا۔ اب وہ معمولی کاغذ ان بڑے بڑے رجسٹروں کے مقابلہ میں نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ پلڑا سب سے زیادہ وزن دار اور بھاری ہو جائے گا۔ (ترمذی)

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ایک بہت موٹا تازہ گنہگار انسان اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن اللہ کے ہاں اس کی حیثیت اور وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہو گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ (الکھف۔105) ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعریف میں جو احادیث آئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ: ان کی پتلی پنڈلیوں پہ نہ جانا اللہ کی قسم اللہ کے نزدیک یہ احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزن دار ہیں۔

وزن اعمال پر فلسفیانہ اعتراض اور اس کا سائنسی جواب

قرآن مجید کی وزن اعمال کے بارے میں آیات پر یونانی فلاسفہ نے اعتراض کیا تھا کہ وزن تو اسی چیز کا ہو سکتا ہے جو نظر آتی اور جسم رکھتی ہو۔ اعمال تو نہ نظر آتے ہیں اور نہ جسم رکھتے ہیں تو ان کا وزن کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا یہ چیز عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ قدیم مفسرین اس اعتراض کا کوئی ٹھوس جواب نہ دے سکے۔ بالآخر سائنس نے ترقی کی اور اس اعتراض کا جواب خود بخود مل گیا۔ دور جدید میں معلوم ہوا کہ کتنی ہی چیزیں ہیں جو اگرچہ نظر نہیں آتیں نہ ہی جسم رکھتی ہیں مگر ان کا وزن، پیمائش، طاقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مثلاً سردی، گرمی، آکسیجن، کشش ثقل یا
Gravity
اور دیگر بے شمار چیزیں جو اگرچہ نظر نہیں آتیں مگر وہ موجود ہوتی ہیں اور سکیل پر ان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عدل وانصاف کا ترازو

قیامت کے دن نیکی اور بدی عدل وانصاف کے ساتھ تولی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ جیسے فرمان ہے: ونضع الموازین القسط لیوم القیامتہ۔ قیامت کے دن ہم عدل کا ترازو رکھیں گے، کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا، رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے میں کافی ہیں۔ دوسری آیت میں ہے: اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا، وہ نیکی کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ سورۃ قارعہ میں فرمایا جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا اسے عیش و نشاط کی زندگی ملے گی اور جس کا نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کے خزانے کا نام ہے اور آیت میں ہے: فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ (مومنون-23) یعنی جب صور پھونک دیا جائے گا یعنی قیامت آجائے گی تو سارے رشتے ناتے اور حسب ونسب ٹوٹ جائیں گے، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہو گا۔

کتاب زندگی کے دو ورق: اچھائیاں اور برائیاں

وزن اعمال: زندگی کے دو پہلوؤں مثبت اور منفی کا موازنہ

اس مضمون کو یوں سمجھیے کہ انسان کا اعمال نامہ دو پہلوؤں میں تقسیم ہو گا۔ ایک مثبت پہلو اور دوسرا منفی پہلو۔ مثبت پہلو میں صرف حق کو جاننا اور ماننا اور حق کی پیروی میں حق ہی کی خاطر کام کرنا شمار ہو گا اور آخرت میں اگر کوئی چیز وزنی اور قیمتی ہو گی تو وہ بس یہی ہو گی۔ بخلاف اس کے حق سے غافل ہو کر یا حق سے منحرف ہو کر انسان جو کچھ بھی اپنی خواہش نفس یا دوسرے انسانوں اور شیطانوں کی پیروی کرتے ہوئے غیر حق کی راہ میں کرتا ہے وہ سب منفی پہلو میں جگہ پائے گا اور صرف یہی نہیں کہ یہ منفی پہلو بجائے خود بے قدر ہو گا یہ آدمی کے مثبت پہلوؤں کی قدر بھی گھٹا دے گا۔

پس آخرت میں انسان کی فلاح و کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے کارنامہ زندگی کا مثبت پہلو اس کے منفی پہلو پر غالب ہو اور حق تلفیوں کے ازالے کے بعد بھی اس کے اکاؤنٹ میں کچھ بیلنس موجود ہو۔

اگلی آیت میں بھی وزن اعمال کا ذکر ہے:

بے وزن اعمال

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔ (اعراف-9)

اور جن کے (نیک) اعمال کا پلڑا ہلکا ہو گا وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے تھے۔

Deeds with no value!

But those whose scale is light; they have doomed themselves for wrongfully denying Our signs. (7:9)

For a full appreciation of this point it is necessary, to remember that man's deeds will be classified into positive and negative categories. The positive category will consist of knowing the truth, believing in it, acting upon it, and preaching it to others with wisdom. It is such acts alone which will have weight in the Hereafter. Conversely, whenever someone follows and goes after lusts or blindly follows other humans or Satans, his acts will be reckoned as 'negative'. Such acts will not only be of no value at all but will also have the effect of reducing the total weight of

one's positive acts. Thus, a man's success in the Hereafter requires that his good acts outweigh his evil ones to such an extent that even if his evil acts cause the effacement of some of his good acts, he should still have enough left in his credit to ensure his scale is inclined towards the positive. As for the man whose evil acts outweigh his good acts, he will be like the bankrupt businessman who, even after spending all his assets, remains under the burden of debt.

اللہ تعالیٰ کے احسانات

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (اعراف۔10)

بے شک، ہم نے تمھیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان رزق پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

Blessings of God upon Mankind

We have indeed established you on earth and provided you with a means of livelihood. ⌜Yet⌝ you seldom give any thanks. (7:10)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر اپنا احسان بیان فرمارہے ہیں کہ اس نے کرّہ ارض اپنے بندوں کے رہنے سہنے کیلیئے بنایا۔ اس میں زندگی کی بقاء کیلیئے تمام عوامل فراہم کیئے۔پانی اور خوراک کا انتظام فرمایا۔زمین کے وسائل کو استعمال کرنے کی انسانوں کو صلاحیت عطا فرمائی۔بہت سے نفع کی چیزیں انسانوں اور دوسری مخلوقات کیلیئے پیدا فرمائیں۔غذا کیلیئے کھیت اور باغات پیدا کیئے۔تلاش معاش کے وسائل مہیا فرمائے۔تجارت اور کمائی کے طریقے سکھادیئے۔باوجود اس کے اکثر لوگ پوری شکر گذاری نہیں کرتے ایک آیت میں فرمان ہے: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْم۔ (النحل۔18)یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنناچاہو تو نہیں گن سکتے یہ بھی تمہارے بس کی بات نہیں۔

نواں رکوع: وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ--- (اعراف۔11)

رکوع کے تفسیری موضوعات

تخلیق انسانیت، اشرف المخلوقات کا اعزاز (اسجدو لآدم)، آدم وحواء، ابلیس، نسل انسانی، ابلیس کا عذر گناہ بدتر از گناہ (انا خیر منہ)، آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا مٹی کی خصوصیات: نرمی، نشوونما، چیزوں کا اگانا، دوسروں کا بوجھ سہنا، اپنے اندر جگہ دینا۔ شیطان آگ سے پیدا ہوا، آگ کے اثرات: جلنا اور جلانا، بھڑک اٹھنا، بے چینی، افراتفری، آلودگی، ماحول کو خراب کرنا۔ قصہ ابلیس کا خلاصہ: غرور کا سر نیچا، ابلیس کو مہلت، ابلیس کا طریقہ واردات، انسان کا پہلا امتحان، شرم وحیاء انسان کی فطرت میں ہے (وطفقا یخصفٰن علیھما من ورق الجنۃ)، آدم وحواء کی دعا: ربّنا ظلمنا انفسنا۔۔، دو گناہ دو سبق، آدم کا جنت سے زمین کا سفر، انسان کا مستقبل زمین کے ساتھ وابستہ ہے: قال فیھا تحیون وفیھا تموتون۔۔

تخلیق انسانیت، اشرف المخلوقات کا اعزاز

آدم وحواء، ابلیس اور نسل انسانی

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۔ (اعراف-11)

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

Origin of Man’s Creation

And We have certainly created you, [O mankind], and given you [human] form. Then We said to the angels, "Prostrate to Adam"; so, they prostrated, except Iblees. He was not of those who prostrated. (7:11)

It is quite difficult for one to appreciate fully the details of the origin of man’s creation. We cannot fully grasp how man was created out of the elements drawn from the earth; how he was given a form, how he was well-proportioned

and how God's Spirit was breathed into him. It is quite obvious, though, that the Qur'anic version of man's creation is sharply at odds with the theory, of creation propounded by Darwin. Darwinism explains man's creation in terms of his evolution from a variety of non-human and sub-human stages culminating in homo sapiens. Opposed to this is the Qur'anic version of man's creation where man starts his career from the very beginning as an independent species, having in his entire history no essential relationship at all with any non-human species. Also, man is conceived as having been invested by God with full consciousness and enlightenment from the very start of his life.

These are two different doctrines regarding the past of the human species. Both these doctrines give rise to two variant conceptions about man. If one were to adopt the Darwinian doctrine, man is conceived as essentially a species of the animal genre. Acceptance of this doctrine leads man to derive the guiding principles of his life, including moral principles, from the laws governing animal life. Given the basic premises of such a doctrine, animal-like behaviour is to be considered quite natural for man. The only, difference between man and animal lies in the fact that animals act without the help of the tools and instruments used by humans, and their behaviour is devoid of culture.

Were one to accept the other doctrine (the Qur'anic version of man's creation), man would be conceived as a totally, distinct category. Man is no longer viewed simply as a talking or gregarious animal. He is rather seen as God's Vicegerent on earth, as a Caretaker of the Planet Earth and its resources. Thus, one's whole perspective with regard to man and everything relating to him is

changed. Rather than looking downwards to species of being lower than the human, man will turn his gaze upwards.

اس آیت میں تخلیق انسانی کے تین مراحل کو بیان کیا گیا:

1۔پہلے مرحلے میں مٹی یا زمینی اجزاءسے ایک بشر کی تخلیق ہوئی۔

2۔دوسرے مرحلے میں اس کا تسویہ، یعنی اس کی شکل وصورت بنانا اور اس کے اعضاء اور اس کی قوتوں کا تناسب قائم کیا گیا۔

3۔پھر تیسرے مرحلے میں اس بے جان جسم کے اندر اللہ تعالیٰ نے روح پھونک کر پہلے انسان آدم کو زندگی بخشی۔

آج تک انسان نے لیبارٹریوں میں زندگی کی تخلیق کے جتنے تجربے کیے وہ پہلے دو مرحلے تو مکمل کر سکے لیکن تیسرا مرحلہ یعنی بے جان جسم میں روح داخل کرنا وہ آج تک انسان نہیں کر سکا۔ انسان مشینی روبوٹ یا مٹی کا مجسمہ تو بنا سکتا ہے مگر اس میں زندگی اور روح داخل نہیں کر سکتا۔

ڈارون علمائے حیاتیات میں ایک اونچے درجے کا سائنسدان تھا۔ وہ اپنے نظریات کو لے کر درجہ بدرجہ نیچے آتا رہا۔ زندگی کی گہرائیوں میں دور تک سرگرداں رہا اور آخر کار وہ اسے یہاں تک پہنچا سکا کہ زندگی کا آغاز ایک زندہ خلیے سے ہوتا ہے۔ یہاں آکر وہ رک جاتا ہے کیوں کہ اس سے آگے کا راستہ بند ہے۔ اس زندہ خلیے میں زندگی کہاں سے داخل ہوئی؟ اس راز کو آج تک کوئی سائنسدان نہیں پا سکا۔

اس وقت تک سائنسی حقیقت یہی ہے کہ بے جان مادے کی محض ترکیب سے خودبخود جان پیدا نہیں ہو سکتی۔ زندگی بجائے خود ایک معجزہ ہے جس کی کوئی علمی توجیہ اس کے سوا نہیں کی جا سکتی ہے کہ یہ ایک خالق کے امر و ارادہ اور منصوبے کا نتیجہ ہے۔

کرہ ارض پر زندگی محض ایک مجرد صورت میں نہیں بلکہ بیشمار متنوع صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ ملین سے زیادہ انواع کی مخلوقات پھر ہر نوع کی اپنی ساخت اور منفرد خصوصیات خالق کائنات کی قدرت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس وقت تک یہ حقیقت اپنی جگہ بالکل اٹل ہے کہ ایک صانع حکیم، ایک خالق الباری المصورہی نے زندگی کو یہ لاکھوں متنوع صورتیں عطا کی ہیں۔

پھر تخلیق ہی نہیں اعادہ تخلیق بھی اللہ کی خاص قدرت ہے۔ کارخانہ قدرت میں بے شمار انواع کا پھلنا پھولنا، اپنی نسل کو برقرار رکھنا، اپنی نوع کا سلسلہ آگے کی نسلوں تک جاری رکھنا ایک دوسرا معجزہ قدرت ہے۔ یہ معجزہ حیات نباتات میں بھی ہے۔ ہر طرف اعادۂ خلق کا ایک عظیم کارخانہ چل رہا ہے جو ہر نوع کے افراد سے پیہم اسی نوع کے بیشمار نئے وجود بناتا جا رہا ہے۔

پھر مخلوق کی ہر نوع کے اندر انتہائی نازک اور پیچیدہ عضوی نظام کا پیدا کرنا جس میں جسم کے سارے اعصابی نظام ٹھیک ٹھیک کام کریں، یہ صرف ایک مدبر اور ایک حی و قیوم ہستی کی طرف دلالت کرتا ہے جو ایک لحظہ کے لیے بھی اپنی مخلوق کی نگرانی ورہنمائی سے غافل نہ ہو۔

یہ حقائق ایک دہریے کے انکار خدا کی جڑ کاٹ دیتے ہیں۔ کون صاحب عقل آدمی جو تعصب سے پاک ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ سارا کارخانہ خلق واعادۂ تخلیق اس کمال حکمت و نظم کے ساتھ اتفاقاً شروع ہوا اور آپ سے آپ چلے جارہا ہے۔

اس آیت (اعراف:11) میں خَلَقْنٰكُمْ یعنی ہم نے تم کو پیدا کیا میں ضمیر اگرچہ جمع کی ہے لیکن مراد ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس طرز خطاب کو سمجھنے کیلئے قرآن مجید کی ایک اور آیت مددگار ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت 57 میں فرمایا گیا:
وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ اس آیت میں خطاب ان بنی اسرائیل سے ہے جو حضورؐ کے زمانے میں موجود تھے اور دراصل بادلوں کا سایہ ان کے سابقین پر ہوا تھا جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں تھے نہ کہ ان پر، لیکن چونکہ ان کے اکابر پر سایہ کرنا ایسا احسان تھا کہ ان کو بھی اس کا شکر گذار ہونا چاہیۓ تھا اس لئے انہی کو خطاب کر کے اپنی وہ نعمت یاد دلائی۔

اس آیت سے ایک شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ سورۃ بقرہ میں حکم سجدہ کا ذکر جن الفاظ میں آیا ہے ان سے شبہ ہو سکتا تھا کہ سجدہ کرنے کا حکم صرف آدمؑ کی شخصیت کے لیے دیا گیا تھا۔ مگر یہاں وہ شبہ دور ہو جاتا ہے۔ یہاں جو انداز بیان اختیار کیا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا سجدہ، آدمؑ کا ذاتی اعزاز نہیں تھا۔ حضرت آدمؑ کو جو سجدہ کرایا گیا تھا وہ آدم ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ نوع انسانی کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے تھا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسانیت کا آغاز خالص انسانیت ہی سے ہوا ہے۔ انسان روزِاوّل سے انسان ہی تھا۔ اس کی تاریخ کسی غیر انسانی حالت سے نہیں گذری۔ اللہ تعالیٰ نے کامل انسانی شعور کے ساتھ پوری روشنی میں اس کی ارضی زندگی کی ابتدا کی تھی۔ اس کو ابتداء سے ہی خلیفۃ اللہ فی الارض یعنی زمین پر اللہ کا نمائندہ ہونے کا ٹائیٹل دیا گیا جس سے نوع انسانی کی عظمت اور اشرف الخلق ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ چیز جو انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے وہ اختیارات کی وہ امانت ہے جسے اللہ نے اس کے سپرد کیا ہے اور جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَ لَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَاۡ خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ (اعراف۔12)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے ابلیس!) تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا ہے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے تو نے مٹی سے بنایا ہے۔ الاعراف۔12

[Allah] said, "What prevented you from prostrating when I commanded you?" [Satan] said, "I am better than him. You created me from fire and created him from clay [i.e., earth]. (7:12)

اَلَّا تَسْجُدَ میں لا زائد ہے یعنی ان تسجد تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا تھا؟ یا عبارت محذوف ہے یعنی تجھے کس چیز نے اس بات پر مجبور کیا کہ تو سجدہ نہ کرے۔ شیطان فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ خود قرآن کی صراحت کے مطابق وہ جنات میں سے تھا (الکھف۔50) لیکن آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس حکم سجدہ میں شامل تھا جو اللہ نے فرشتوں کو دیا تھا۔ چونکہ وہ جوائس اور اختیار رکھتا تھا یعنی حکم سجدہ کی نافرمانی اس نے اپنی مرضی اور اختیار سے کی تھی۔ کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا تھا اس لیے اس سرکشی پر اس سے بازپرس بھی ہوئی اور اس پر عتاب بھی نازل ہوا۔ اگر وہ اس حکم کا مکلف نہ ہوتا تو اس سے بازپرس بھی نہ ہوتی نہ وہ راندہ درگاہ قرار پاتا۔

قَالَ اَنَاۡ خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ: اس آیت میں شیطان کے دلائل کو بیان کیا گیا جو اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار پر پیش کئے۔ شیطان کا یہ عذر عذر گناہ بدتر از گناہ کا آئینہ دار ہے:

شیطان کی پہلی دلیل یہ تھی: اَنَاۡ خَيْرٌ مِّنْهُ کہ میں اس سے افضل اور بہتر ہوں۔ شیطان کا یہ سمجھنا کہ افضل کو مفضول کی تعظیم کا حکم نہیں دیا جاسکتا اصولاً ہی غلط ہے۔ حالانکہ اسے سمجھنا چاہیئے تھا کہ اصل چیز تو اللہ کا حکم ہے اس کے حکم کے مقابلے میں افضل و غیر افضل کی بحث اللہ کے حکم سے سرتابی ہے۔

شیطان نے دوسری دلیل یہ دی: خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ مٹی سے۔ لیکن شیطان نے اس انسانی شرف اور عظمت کو نظر انداز کر دیا جو حضرت آدم علیہ السلام کو حاصل ہوا تھا کہ اللہ نے انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی طرف سے اس میں روح پھونکی۔ اس شرف اور اعزاز کا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کرسکتی۔

تیسرا، اس معاملے میں شیطان نے **نص** کے مقابلے میں **قیاس** سے کام لیا، جو کسی بھی صاحب ایمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا اور یہ قیاس بھی فاسد تھا۔ آگ، مٹی سے کس طرح بہتر ہے؟ آگ میں سوائے تیزی، بھڑکنے اور جلانے کے کیا ہے؟ جب کہ مٹی میں سکون اور ثبات ہے، اس میں نبات و نمو، زیادتی اور اصلاح کی صلاحیت ہے۔ یہ صفات آگ سے بہر حال بہتر اور زیادہ مفید ہیں۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے۔

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں، ابلیس آگ کے شعلے سے اور (پہلے) انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ (مسلم)

اللہ تعالٰی نے آدمؑ (انسان) کو مٹی سے پیدا کیا

اور شیطان کو آگ سے۔

مٹی کی خصوصیات:

نرم ہونا، چیزوں کو اگانا، بڑھانا، پرورش کرنا، اصلاح کرنا، دوسروں کا بوجھ سہنا، عاجز رہنا، سکون اور ثبات، توازن، ٹھراؤ، اپنے اندر جگہ دینا۔۔۔

آگ کے اثرات:

جلنا اور جلانا، بھڑک اٹھنا، بے چینی پھیلانا، پھونک دینا، جلدی مچانا، افراتفری پھیلانا، دھواں، آلودگی، بدبو پھیلانا۔۔۔

ابلیس کا انجام

غرور کا سر نیچا

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۔ (اعراف۔13)

فرمایا: پس تو یہاں آسمان سے اتر جا۔ تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو یہاں تکّبر کرے۔ پس (میری بارگاہ سے) نکل جا۔ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔

Exclusion from heavens for being arrogant!

Allah said, "Then get down from Paradise! It is not for you to be arrogant here. So, get out! You are truly one of the disgraced." (7:13)

The Qur'anic expression (*sagharin*) means the one who invites disgrace and indignity upon himself. Satan was a showing vanity and pride, and for that very reason defied God's command to prostrate himself before Adam. Satan was, therefore, guilty of self-inflicted degradation, False pride, baseless notions of glory, ill-founded illusions of greatness failed to confer any greatness upon him. They could only bring upon him disgrace and indignity. Satan could blame none but himself for this sordid end.

تکبّر اور غـــرور ابلیـــس کو لے ڈوبا۔

ابلیـــس کو مہلـــت

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۔ (اعراف۔14۔15)

شیطان نے کہا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے مہلت ہے۔

Satan appealed: Then delay my end until the Day of their resurrection. Allah replied: You are delayed ⌜until the appointed Day⌝. (7:14.15)

The respite asked for by Satan and granted to him by God includes not only the time but also the opportunity to mislead Man and to prove his point by appealing to man's weaknesses. But At the same time, it has also been made quite clear that Satan was not granted the power to lead men into error against their will. 'As for my servants', says the Qur'an, 'you shall have no power over them. (17: 65). Thus, all that Satan can do is to cause misunderstanding, to make people cherish false illusions, to make evil and error seem attractive, and to invite people to evil ways by holding out to them the promise of immense pleasure and

material benefits. He would have no power, however, to forcibly pull them to the Satanic way and to prevent them from following the Right Way. Accordingly, the Qur'an makes it quite clear that on the Day of Judgement, Satan would address the men who had followed him in the following words: 'I had no power over you except to call you; but you listened to me: then blame yourself and not me. (14:22)

آزمائش: کون رحمان کا بندہ اور کون شیطان کا پجاری

اللہ تعالیٰ نے شیطان کی خواہش کے مطابق اسے مہلت عطا فرمادی جو اللہ کی حکمت، ارادے اور مشیت کے مطابق تھی جس کا پورا علم اسی کو ہے۔ تاہم ایک حکمت یہ نظر آتی ہے کہ اس طرح اپنے بندوں کی آزمائش کرسکے گا کہ کون رحمان کا بندہ بنتا ہے اور کون شیطان کا پجاری۔

ابلیس کا طریقہ واردات اس کی اپنی زبانی

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ (اعراف۔16)

اس (ابلیس) نے کہا: جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا میں بھی ضرور ان (اولاد آدم کو گمراہ کرنے) کے لئے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا (تاکہ انہیں بھی راہِ حق سے ہٹادوں)۔

Satan said: So, for that You caused me to be misguided, I will lie in ambush for them on Your Straight Path. (7:16)

شیطان گمراہ تو اللہ تعالیٰ کی تکوینی مشیت کے تحت ہوا۔ لیکن اس نے بھی بعض لوگوں کی طرح یہ عذر گھڑ لیا کہ کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔

بعض نحوی کہتے ہیں کہ فبما میں با قسم کے لئے ہے یعنی مجھے قسم ہے میں تو برباد ہوا ہی ہوں اوروں کو بھی برباد کرکے دم لوں گا۔ میری بربادی کی وجہ آدمؑ بنے تو اب میں اولاد آدمؑ کو بھی برباد کرنے کی کوشش کروں گا۔

بقول شاعر:

؎ ہم تو ڈوبے تھے صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے

حدیث: مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے۔وہ دین اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے کیلئے اسلام لانے والے کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔۔ لیکن ایک سچا مومن اس کے بہکاوے میں نہیں آتا۔۔

شیطان کا چیلنج

شیطان کس طرف سے وار کرتا ہے؟

ثُمَّ لَاٰ تِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۗ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔ (اعراف۔17)

پھر میں یقیناًان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر گھات لگاؤں گا،اور (نتیجتاً) توان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔

I will approach them from their front, their back, their right, their left, and then You will find most of them ungrateful. (7:17)

یہ وہ چیلنج تھا جو ابلیس نے دیا۔اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ مہلت جو مجھے ملی ہے اس کے ذریعے میں یہ ثابت کرنے کے لیے پورا زور صرف کردوں گا کہ انسان ناشکراا ور احسان فراموش ہے اور اس فضیلت کا مستحق نہیں ہے جس کا اسے حقدار بنایا گیا ہے۔یہ مہلت جو شیطان نے مانگی اور خدا نے اسے عطا فرمادی لیکن اس کے ساتھ شرط یہ لگادی کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمِ سُلْطَانٌ یعنی میرے بندوں پر تیرا طبعی یا فزیکل اختیار نہیں ہو گا۔تو صرف اس بات کا مجاز ہو گا کہ ان کو غلط فہمیوں میں ڈالے، جھوٹی امیدیں دلائے،بدی اور گمراہی کو ان کے سامنے خوش نما بنا کر پیش کرے،لذتوں اور فائدوں کے سبز باغ دکھا کر ان کو غلط راستوں کی طرف دعوت دے۔مگر یہ طاقت تجھے نہیں دی جائے گی کہ انہیں ہاتھ پکڑ کر زبردستی اپنے راستے پر کھینچ کرلے جائے اور اگر وہ خود راہ راست پر چلنا چاہیں تو انہیں نہ چلنے دے۔یہی بات سورۃ ابراہیم آیت 22 میں شیطان کی زبانی فرمائی گئی:وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُمْ مِّن سُلْطَانٍ اِلَّآاَنْ دَعَوْتَكُمْ فَاسْتَجِبْتُم لِى فَلَا تَلُوْمُوْنِى وَلُوْمُوْٓااَنْفُسَكُمْ۔ یعنی میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں کہ میں نے اپنی پیروی پر تمہیں مجبور کیا ہو،میں نے اس کے سوا

کچھ نہیں کیا کہ تمہیں اپنی راہ کی طرف دعوت دی اور تم نے میری دعوت کو قبول کر لیا، لہذٰا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ: مہلت ملنے کے بعد شیطان کہہ رہا ہے کہ اب میں ہر خیر اور شر کے راستے پر بیٹھوں گا۔ خیر سے روکوں گا اور شر کو ان کی نظروں میں پسندیدہ بنا کر ان کو اختیار کرنے کی ترغیب دوں گا۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان تمام خیر کے کاموں سے روکتا ہے اور شر کے تمام کاموں کی رغبت دلاتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آگے سے آنے کا مطلب آخرت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔

مفسرینؒ لکھتے ہیں کہ شیطان نے چار سمتوں کا ذکر کیا مگر دو سمتیں بھول گیا۔ ایک اوپر کی طرف سے اور ایک نیچے کی طرف سے۔ اوپر کی سمت کا نام آیت میں نہیں وہ سمت رب کی رحمت کے آنے کیلئے خالی ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ شیطان اوپر کی طرف سے نہیں آسکتا۔ اس طرف سے شیطان اپنا وار نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اوپر کی طرف یعنی اللہ کی طرف رجوع رہے گا تو انسان شیطان سے بچا رہے گا۔ شیطان اللہ اور اس کے بندے کے درمیان حائل ہو کر رحمت الٰہی کو روک نہیں سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ رجوع الی اللہ شیطان کی چالوں کے مقابلے میں ایک بہترین ہتھیار ہے۔ اسی طرح نیچے کی طرف یعنی عاجزی اور انکساری کی طرف توجہ سے بھی شیطان کے وار سے بچا جا سکتا ہے۔ کیونکہ عاجزی اور انکساری اللہ کو پسند ہے اور مومن بندوں کا شیوہ ہے۔

اسی طرح معوذتین، پناہ کی دعائیں، شیطانی وسوسوں کے خلاف بہترین ہتھیار ہیں۔

احادیث میں شیطان سے پناہ مانگنے اور قرآن میں اس کے مکر و کید سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔

ہدایت و عافیت کی دعا:

حدیث: حضور ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللهم انی اسألک العفو والعفته فی دینی و دنیای و اهلی و مالی اللهم استر عوراتی وامن روعاتی واحفظنی من بین یدی ومن خلقی وعن یمینی وعن شمالی و من فوقی واعوذ بک اللهم ان افتال من تحتی۔

ترجمہ: یا اللہ! میں تجھ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگتا ہوں، یا اللہ! میں تجھ سے اپنے دین، دنیا، اہل و عیال اور مال سے متعلق معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں، یا اللہ! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور مجھے دہشت زدہ کرنے والی اشیاء سے امن

عنایت فرما، یااللہ! میرے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اور اوپر سے حفاظت فرما، اور میں تیری عظمت کی پناہ چاہتا ہوں اچانک نیچے زمین کے اندر دھنس جانے سے۔(بحوالہ مسند احمد، مسند بزار)

آیت کے آخر میں فرمایا گیا:

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ: اور تو انسانوں میں سے سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

شاکرین کے دوسرے معنی موحدین یعنی اللہ کی وحدانیت کے علمبردار کے بھی کیے گئے ہیں جو شیطان کی چالوں سے بچ کر رب کی طرف منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔

ابلیس کے پیروکاروں کا انجام

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭلَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔(اعراف-18)

ارشاد باری ہوا:(اے ابلیس!) تو یہاں سے بے وقعت اور راندہ درگاہ ہو کر نکل جا۔ ان میں سے جو کوئی تیری پیروی کرے گا تو میں ضرور تم سب سے دوزخ بھر دوں گا۔

Self-Inflicted degradation of Satan

Allah said: Get out of Paradise! You are disgraced and expelled. Whoever follows you among them – I will surely fill Hell with you, all together. (7:18)

لفظ مَذْءُوْمًا ماخوذ ہے ذام اور ذیم سے، یہ لفظ بہ نسبت لفظ ذم کے زیادہ مبالغے والا ہے، پس اس کے معنی عیب دار کے ہوئے۔ مَّدْحُوْرًا کے معنی دھتکارا ہوا یا راندہ درگاہ کے ہیں۔ مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔ پس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان ذلیل اور رسواء ہو کر اللہ کی ناراضگی کے ساتھ دربار الٰہی سے نیچے اتار دیا گیا۔

انسان کا پہلا امتحان

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اعراف-19)

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو اور پھر جہاں سے جو چیز چاہو کھاؤ مگر اس درخت کے پاس مت جاؤ ورنہ تم دونوں حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

⌜Allah said,⌝ “O Adam! Live with your wife in Paradise and eat from wherever you please, but do not approach this tree, or else you will be wrongdoers.” (7:19)

یعنی صرف اس درخت کو چھوڑ کر جہاں سے اور جتنا چاہو کھاؤ تم پر کوئی پابندی نہیں۔ ایک خاص درخت کا پھل کھانے کی پابندی آزمائش کے طور عائد کی گئی۔

شیطانی کام کا آغاز

انسان پر شیطان کا پہلا وار

گناہ اور اللہ کی نافرمانی پر ابھارنا

شیطان کا پہلا وسوسہ

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔ (اعراف۔20)

پھر شیطان نے ان دونوں (آدم وحواء) کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کے جسم کے وہ حصے جو ایک دوسرے سے چھپائے گئے تھے ان کو بے پردہ کردے۔ اس نے ان سے کہا: تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے یا لافانی مخلوق نہ بن جاؤ۔

The start of arch-rivalry between human and satan

Then Satan tempted them in order to expose their hidden parts. He said, “Your Lord has forbidden this tree to you only to prevent you from becoming angels or immortals. (7:20)

وسوسہ اور وسواس زلزلہ اور زلزال کے وزن پر ہے۔ شیطان انسان کے دل میں جو بری بات ڈالتا ہے، اس کو وسوسہ کہا جاتا ہے۔

لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا : یعنی شیطان کا مقصد اس وسوسہ سے حضرت آدم وحواء کو اس لباس جنت سے محروم کر کے انہیں شرمندہ کرنا تھا، جو انہیں جنت میں پہننے کے لئے دیا گیا تھا۔ شرم گاہ کو سَوْءَۃٌ سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کے ظاہر ہونے کو برا سمجھا جاتا ہے۔

آدمؑ کو شیطان کا مفت مشورہ

شیطان کی جھوٹی ہمدردی اور خیر خواہی کا اظہار

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ (اعراف۔21)

اور شیطان نے ان دونوں (آدم وحواء) سے قَسم کھا کر کہا کہ بیشک میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

Misleading Advice of Satan

And he swore to them, “I am truly your sincere advisor.”(7:21)

جنت کی جو نعمتیں اور آسائشیں حضرت آدمؑ وحواء کو حاصل تھیں، اس کے حوالے سے شیطان نے دونوں کو بہلایا اور یہ جھوٹ بولا کہ اللہ تمہیں ہمیشہ جنت میں رکھنا نہیں چاہتا، اس لئے اس درخت کا پھل کھانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس کی تاثیر ہی یہ ہے جو اسے کھالیتا ہے، وہ فرشتہ بن جاتا ہے یا دائمی زندگی اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر قسم کھا کر اپنا خیر خواہ ہونا بھی ظاہر کیا۔

بقول شاعر:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

شیطان کی اس جھوٹی ہمدردی اور جھوٹی خیر خواہی سے حضرت آدم علیہ السلام وحواء متاثر ہو گئے کیونکہ اس نے اللہ کے نام کی قسم کھا کر ان کو اپنی سچائی کا یقین دلایا تھا۔ دنیا میں عموماً اللہ والے، اللہ کے نام پر آسانی سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔

حدیث: حدیث مبارکہ میں آتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيمٌ۔

مومن بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے، اور فاجر دھوکہ باز اور گھٹیا سوچ رکھتا ہے۔ (ترمذی)

یعنی مومن اپنی شرافت، سادہ طبیعت اور سادگی کی وجہ سے بسا اوقات دھوکہ کھا کر نقصان بھی اٹھالیتا ہے مگر حریص اور لالچی نہیں ہوتا، اس کے مزاج میں فراڈ کی حد تک چالاکی اور عیاری نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس ایک فاجر شخص دوسروں کو دھوکہ دے کر انہیں نقصان پہنچاتا ہے اور اپنی بری فطرت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اگلی آیت میں بتایا جارہا ہے کہ کس طرح شیطان نے اپنے ارادے کے مطابق انسان کو گناہ پر آمادہ کیا۔

شیطانی چال کامیاب ہوگئی

Satan succeeded in deception!

شرم وحیاء انسانی فطرت میں روزاوّل سے رکھی گئی

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْءٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ (اعراف۔22)

اس طرح اس نے فریب سے ان دونوں کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا جب انہوں نے اس درخت (کے پھل) کو کھالیا تو ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے تب ان کے رب نے انہیں پکارا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟

Sense of Modesty in humans

So, Satan brought about their fall through deception. And when they (Adam & Eve) tasted of the tree, their private areas were exposed to each other, prompting them to cover themselves with leaves from Paradise. Then their Lord called out to them, “Did I not forbid you from that tree and ˹did I not˺ tell you that Satan is your sworn enemy?” (7:22)

This Verse teaches us that modesty has been an integral part of human nature from the very beginning. Modesty is a genetic human quality which is inherent in human nature.

The primary manifestation of this instinct is seen in the sense of shame that one feels when one is required to expose the private parts of one's body in the presence of others. According to the Qur'an, this sense of modesty is not artificial, nor an outcome of advancement in human culture and civilization. Nor it is something imposed by hard core religious practitioners.

The very first stratagem adopted by Satan in his bid to lead man astray from the Right Path consisted of undermining man's sense of modesty, to direct him towards lewdness and make him shameless. This area is the most vulnerable aspect of human nature. That's why Satan sought to weaken man's natural instincts of modesty at the very beginning of human life. This devilish stratagem is still followed in our time. For them, progress is inconceivable without exposing woman to the gaze of all and making her strip before others.

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ: اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔ آیت کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے اندر شرم وحیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا اوّلین مظہر وہ شرم ہے جو اپنے جسم کے مخصوص حصّوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں آدمی کو قدرتی طور پر محسوس ہوتا ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ شرم انسان کے اندر تہذیب کے ارتقاء سے مصنوعی طور پر پیدا نہیں ہوئی ہے اور نہ یہ اکتسابی چیز ہے بلکہ در حقیقت یہ وہ فطری عادت ہے جو اوّل روز سے انسان میں موجود تھی۔

وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ: کیا میں نے تمہیں متنبہ نہیں کیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ یعنی میری ایڈوانس وارننگ اور تنبیہ کے باوجود تم شیطان کے وسوسوں کا شکار ہو گئے۔

اس قرآنی تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ شیطان کے جال بڑے حسین اور دلفریب ہوتے ہیں اور جن سے بچنے کے لئے بڑی کاوش و محنت اور ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

آدم اور حواء کی دعاء توبہ

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف۔23)

دونوں نے کہااے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

Dua of Repentance

They said, "Our Lord, we have wronged ourselves, and if You do not forgive us and have mercy upon us, we will surely be among the losers." (7:23)

توبہ واستغفار کے یہ وہی کلمات ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سیکھے تھے۔اس کی وضاحت سورہ بقرہ آیت 37 میں موجود ہے۔

قصہ آدم وابلیس میں ہمارے لئے تعلیمات

دو گناہ دو سبق

ایک گناہ شیطان نے کیا یعنی غـرور وتکبـر کیا مگر بجائے توبہ کرنے کے، شیطان اپنے گناہ پر اڑ گیا، بلکہ جواز واثبات میں عقلی وقیاسی دلائل دینے لگا، جس کے نتیجہ میں وہ راندہ درگاہ اور ہمیشہ کے لئے ملعون قرار پایا۔ ابلیس نے سزا کا نام سنتے ہی اپنی منفی سوچ کا مظاہرہ کیا۔ اپنے ابلیسی ہتھیـار یعنی ہمیشہ کی زندگی اور مہلت طلب کی تاکہ اوروں کو بھی گمراہ کر سکے۔

دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی غلطی پر فوراً ندامت وپشیمانی کا اظہار کیا اور بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کا اہتمام کیا۔ اسی وقت اللہ کی طرف رغبت کرنے لگے توبہ استغفار کی طرف جھک پڑے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے مستحق قرار پائے۔

اللہ نے دونوں کی درخواست اور دعا سنی اور دونوں کی طلب کردہ چیزیں عنایت فرمائی۔شیطان کو مہلت مل گئی اور آدم وحواء کی توبہ قبول ہو گئی۔

اس سے گویا دونوں راستوں کی نشان دہی بھی ہو گئی۔شیطانی راستے کی بھی اور اللہ کی فرمانبرداری کے راستے کی بھی۔

گناہ کرکے اس پر اترانا، اصرار کرنا اور اسکو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلائل دینا شیطانی راستہ ہے۔

اور گناہ کے بعد احساس ندامت سے مغلوب ہو کر بارگاہ الٰہی میں جھک جانا اور توبہ و استغفار کا اہتمام کرنا بندگان خدا کا راستہ ہے۔

غلطی کا کفارہ ادا کرو، جنت سے نکل کر زمین پر گذارہ کرو

آدمؑ کو زمین پر بھیجا جانا بطور امتحان تھا نہ کہ بطور سزا

آدمؑ کا جنت سے زمین کا سفر

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔ (اعراف۔24)

ارشادِ باری ہوا: تم (سب) نیچے اتر جاؤ۔ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں، اور تمہارے لئے زمین میں معیّن مدت تک جائے سکونت اور متاعِ زیست ہے۔

Adam's departure from Paradise

Allah said, "Descend (on earth) as human being you may hold enmity to each other (or there will be enmity between humans and Satan). You will find in the earth a residence and provision for your appointed stay." (7:23)

God's command that Adam and Eve 'go down' should not be misunderstood to mean that their departure from Paradise was by way of punishment. The Qur'an has made it clear many a time that God accepted Adam and Eve's repentance and pardoned them. Thus, the order does not imply punishment. It rather signifies the fulfilment of the purpose for which man was created.

اس آیت میں آدمؑ کا جنت سے زمین تک کے سفر کا اجمالی تذکرہ ہے۔ یہ جنت سے زمین کا سفر کیسے ہوا؟ آدمؑ کے اس سفرِ ارضی کے بارے میں بے شمار قصے کہانیاں مشہور ہیں۔ آدمؑ کیسے اترے؟ شیطان کس طرح زمین پر آیا؟ لیکن دراصل ان سب کا مخرج بنی اسرائیل کی روایات ہیں اور ان کی صحت کا علم اللہ ہی کو ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان تفصیلات کے جان لینے سے کوئی

دینی یا دنیاوی فائدہ نہیں۔ اگر ہوتا تو ان کا بیان قرآن میں یا حدیث میں ضرور ہوتا۔ بس قرآن میں کہہ دیا گیا کہ اے انسان! اب تمہارے قرار کی جگہ زمین ہے وہی تمہارا مستقر ہے تو ہمیں اس سے زیادہ کی تفصیلات نہیں کریدنی چاہئیں۔

آدم وحواءؑ کے جنت سے نکلنے اور زمین پر اترنے سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حضرت آدم وحوا(علیہما السلام) کو جنت سے اتر جانے کا یہ حکم سزا کے طور پر دیا گیا تھا۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی گئی ہے کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور انہیں معاف کر دیا۔ لہٰذا اس حکم میں سزا کا کوئی پہلو نہیں ہے بلکہ یہ اس منشاء کی تکمیل ہے جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا تھا۔

اگلی آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ اب انسان کا ٹھکانہ زمین ہے جہاں پر اس کی زندگی، موت اور بعث بعد الموت ہوگی:

انسان کا مستقبل زمین کے ساتھ وابستہ ہے

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۔ (اعراف-25)

فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی زمین میں سے تم اٹھائے جاؤ گے۔

Earth is your future!

He added, "On Earth you will live, there you will die, and from there you will be resurrected." (7:25)

دسواں رکوع: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا۔۔۔ (اعراف-26)

رکوع کے تفسیری موضوعات

لباس اللہ کی نعمت، انسان کی فطری ضرورت، لباس کے مقاصد: زیب وزینت، ستر پوشی، موسم سے حفاظت، بہترین لباس تقویٰ اور دین داری، لباس کی مسنون دعائیں، پرفتن دور میں شیطانی راستوں، ابلیس کے حربوں سے بچنے کی تاکید، منکرات میں آباؤاجداد کی پیروی نہ کرو، عبادات میں اخلاص (واقیموا وجوھکم عند کل مسجد)، ہدایت اور گمراہی کی پہچان، بے حیائی کی ممانعت، آدابِ مسجد (خذوا زینتکم عند کل مسجد)، مسجد میں زیب وزینت، اسراف وفضول خرچی کی ممانعت (ولا تسرفوا)۔

لباس کا مقصد

لباس انسان کی فطری ضرورت ہے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭوَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ (اعراف۔26)

اے اولاد آدم، ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو، اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تا کہ لوگ اس سے سبق لیں۔

Follow the correct Dress Code!

O children of Adam! We have bestowed upon you clothing to conceal your private parts and as adornment. But the clothing of righteousness – that is best. That is from the signs of Allah that perhaps they will remember. (7:26)

By referring to an important aspect of Adam and Eve's story, the attention of Mankind was drawn to the bad influence of Satan upon their lives. Under Satan's influence people of Arabia used to see dress merely as a shield of protection against the weather and as a means of adornment. People had no inhibition about the immodest exposure of the private parts of their body in public. To publicly take a bath absolutely naked, to attend to the call of nature in public were common practices of the people of Arabia . On top of this, in the course of Pilgrimage they used to circumambulate around the Ka'bah in stark nakedness. In their view, the performance of religious rites in complete nudity was an act of religious merit. Hence the message embodied in these verses is for everyone! Follow the correct dress code.

Qur'an also emphasizes that it is not enough for the dress to cover the private parts and to provide protection and adornment to the human body. A person's dress ought to

be the Dress of Piety. This means that a person's dress ought to conceal all required areas. It should also render a person reasonably presentable – the dress being neither too cheap nor highly expensive. No signs of Pride or arrogancy should be visible in the dress etc.

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا: اے اولاد آدم، ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے۔ لباس انسان کے لیے ایک مصنوعی چیز نہیں ہے بلکہ انسانی فطرت کا ایک اہم مطالبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم پر حیوانات کی طرح کوئی پوش پیدائشی طور پر نہیں رکھی بلکہ حیا اور شرم کا مادہ اس کی فطرت میں ودیعت کر دیا۔ پھر اس فطری شرم کے تقاضے کو پورا کرنے کے لیے اس نے کوئی بنا بنایا لباس انسان کو نہیں دے دیا بلکہ اس کی فطرت پر لباس کو الہام کیا اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا تاکہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اپنی فطرت کے اس مطالبے کو سمجھے اور مناسب لباس اختیار کرے جو اس کے فطری اور شرعی تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔ اس آیت کے اندر شرعی ضرورت کو فطری ضرورت پر مقدم رکھا گیا۔ یعنی لباس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے قابل ستر حصوں کو ڈھانپے۔ پھر اس کے بعد لباس کا دوسرا مقصد یعنی لباس کی طبعی یا فطری ضرورت کو بیان کیا گیا۔ اور وہ یہ کہ اس کا لباس اس کے لیے ریش (جسم کی آرائش اور موسمی اثرات سے بدن کی حفاظت کا ذریعہ) ہو۔

تیسری بات اس آیت کے اندر یہ بیان کی گئی کہ انسان ستر پوشی اور زیب وزینت کے بعد تقویٰ کا لباس بھی پہنے۔ اپنے اوپر نیکی کا لبادہ بھی اوڑھے۔ لباس پہننے کے بعد فخر وغرور اور تکبر وریاکاری میں بھی مبتلا نہ ہو۔ صنف مخالف کا لباس پہننا، دوسری اقوام کی نقالی کرنا بھی اسلامی لباس کے آداب کے خلاف ہے۔ جب ان ساری چیزوں پر عمل کرے گا تو اسلامی لباس کے مقاصد پورے ہونگے۔

اسلام سے پہلے عرب کلچر میں لوگ لباس کو صرف زیب وزینت اور موسمی اثرات سے جسم کی حفاظت کے لیے استعمال کرتے تھے۔ جسم کے قابل ستر حصّوں کی پردہ پوشی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ انہیں اپنے ستر دوسروں کے سامنے کھول دینے میں کوئی باک نہ تھا۔ برہنہ منظر عام پر نہالینا، راہ چلتے قضائے حاجت کے لیے بیٹھ جانا، ازار کھل جائے تو ستر کے بے پردہ ہو جانے کی پرواہ نہ کرنا ان کے شب وروز کے معمولات تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان میں سے بکثرت لوگ حج کے موقع پر کعبہ کے گرد برہنہ طواف کرتے تھے۔ ان کی نگاہ میں یہ ایک مذہبی فعل تھا اور نیک کام سمجھ کر وہ اس کا ارتکاب کرتے تھے۔ لباس کے بارے میں یہ آزادانہ تصورات عربوں ہی کی خصوصیت نہ تھے، دنیا کے باقی علاقوں میں بھی

صورتحال کوئی مختلف نہیں تھی اس لئے اس لیے اس آیت میں خطاب اہل عرب کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ عام ہے۔ آیت میں بنی آدم یعنی پوری انسانیت کو خطاب کیا گیا اور لباس کے بارے میں اہم ہدایات دیتے ہوئے مقاصد لباس کو بیان کیا گیا۔

يُوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا: ان الفاظ میں لباس کے دو مقاصد کو بیان کیا گیا۔ سَوْاٰتِ جسم کے وہ حصے جنہیں چھپانا ضروری ہے جیسے شرم گاہ۔ رِيْشًا یعنی وہ لباس جو حسن و رعنائی کے لئے پہنا جائے۔ گویا لباس کی پہلی قسم ضرورت سے اور دوسری قسم حسن اور خوبصورتی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ضروریات کیلئے لباس پیدا فرمایا۔ متوازن لباس وہی ہے جو ان دونوں ضروریات کو پورا کرتا ہے یعنی جو جسم کے قابل ستر حصوں کو بھی چھپائے اور اس کے ساتھ ساتھ اچھا اور دیدہ زیب بھی لگے۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ: اس سے مراد بعض کے نزدیک وہ لباس ہے جو متقین قیامت والے دن پہنیں گے۔ بعض کے نزدیک ایمان، بعض کے نزدیک عمل صالح ہیں۔ مفہوم سب کا تقریباً ایک ہے کہ ایسا لباس، جسے پہن کر انسان تکبر کرنے کے بجائے، اللہ سے ڈرے اور ایمان و عمل صالح کا اہتمام کرے۔

اس سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اگرچہ زیب و زینت اور آرائش کے لئے بھی لباس پہننا درست ہے، تاہم لباس میں ایسی سادگی زیادہ پسندیدہ ہے جو انسان کے زہد اور تقویٰ کو ظاہر کرے۔

تقویٰ کا لباس: بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے اپنی ستر پوشی کرنا لباس تقویٰ ہے۔

اللہ کی نعمتوں پر شکر بجالانا لازمی ہے۔ لباس بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔

لباس کی دعا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جس نے مجھے یہ لباس پہنایا، اور میری کسی قوت اور طاقت کے بغیر مجھے عطا کیا۔ (ابو داؤد)

نیا لباس پہننے کی دعا:

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کپڑے یعنی قمیص یا چادر کا نام لے کر یہ دعا کرتے:
اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُکَ مِنْ خَيْرِهٖ وَ خَيْرِمَا صُنِعَ لَهٗ، وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّمَا صُنِعَ لَهٗ۔ ترجمہ: اے اللہ! سب تعریف تیرے لیے ہے تو نے مجھے یہ (کپڑا) پہنایا۔ میں اس (کپڑے) کی خیر و

برکت تجھ سے طلب کرتا ہوں اور وہ خیر و بھلائی بھی جو اس (کپڑے) کا مقصد ہے۔ اور اے اللہ! میں اس (کپڑے) کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس شر سے بھی جو اس کی وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ (ابو داؤد کتاب اللباس)

حدیث: نیا لباس پہن کر نبی اکرم ﷺ یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے اپنی ستر پوشی کروں اور اپنے رہن سہن میں اس سے زینت بھی حاصل کروں۔ حضرت ابو امامہؓ نے نیا کرتہ پہنتے ہوئے یہی دعا پڑھی پھر فرمانے لگے میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ ہے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور پہنتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔۔ پھر پرانا کپڑا اللہ کی راہ میں دے دے تو وہ اللہ کے ذمہ میں یعنی اللہ کی پناہ اور حفاظت میں آجاتا ہے زندگی میں بھی اور بعد از مرگ بھی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

پرفتن دور میں شیطانی راستوں سے بچنے کی تاکید

اے انسان! شیطان کے دھوکے میں نہ آؤ

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا لِیُرِیَھُمَا سَوْءٰتِھِمَا ۭاِنَّہٗ یَرٰىکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ ۭاِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَاۗءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (اعراف-27)

اے اولاد آدم! (ہوشیار رہنا) شیطان تم کو کسی خرابی، فتنہ میں مبتلا نہ کردے جس طرح اس نے تمہارے والدین (آدم و حواء) کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیے تھے تاکہ ان کے جسم کے قابلِ ستر حصے ان کو دکھا دے۔ شیطان اور اس کے چیلے تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا رفیق کار بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔

O children of Adam! Do not let Satan deceive you as he tempted your parents out of Paradise and caused their cover to be removed in order to expose their nakedness. Surely, Satan and his followers watch you from where you cannot see them. We have made the devils friends of those who do not have faith. (7:27)

ابلیس کے حربوں سے بچنے کی تاکید

تمام انسانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ خبردار اور متنبہ فرمارہا ہے کہ دیکھو! ابلیس کی مکاریوں سے بچتے رہنا کیونکہ وہ تمہارا سنگین دشمن ہے۔ کہیں وہ تمہاری غفلت اور سستی سے فائدہ اٹھا کر تمہیں بھی اس طرح فتنے اور گمراہی میں نہ ڈال دے جس طرح تمہارے ماں باپ (آدم حوا) کو اس نے جنت سے نکلوا دیا اور لباس جنت بھی اتروا دیا تھا۔ تو اس شیطانی فتنہ سے بچنے کا اہتمام اور فکر بھی زیادہ ہونی چاہیے۔ تمہیں ہر صورت اس کے ہتھکنڈوں سے بچنا چاہیئے۔ جیسے فرمان ہے: اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔۔(الکھف-18) یعنی کیا تم ابلیس اور اس کے چیلوں کو اپنا دوست بناتے ہو اللہ کو چھوڑ کر؟ حالانکہ وہ شیطان تو تمہارا دشمن ہے۔ ظالموں کا انجام تو بہت برا ہے۔

منکرات میں آباؤاجداد کی پیروی نہ کرو

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭقُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (اعراف-28)

یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے آباؤاجداد کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور اللہ ہی نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اِن سے کہو اللہ بے حیائی کا حکم کبھی نہیں دیا کرتا کیا تم اللہ کا نام لے کر وہ باتیں کہتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے (وہ اللہ کی طرف سے ہیں)؟

Whenever they commit a shameful deed, they say, “We found our forefathers doing it and Allah has commanded us to do it.” Say, “No! Allah never commands what is shameful. How can you attribute to Allah what you do not know?” (7:28)

It was customary for the pagans of Mecca to circle the Ka’bah while naked. The people of those days thought that nakedness during circumambulation had been enjoined by God. This verse clearly denies this by saying that Allah never enjoins any, indecency. So, verses 26-31 of this sûrah were revealed commanding the believers to cover themselves properly when praying to their Lord.

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں لوگ بیت اللہ کا ننگا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس حالت کو اختیار کر کے طواف کرتے ہیں جو اس وقت تھی جب ہماری ماؤں نے ہمیں جنا تھا۔ یعنی چونکہ ہم ننگے پیدا ہوئے تو وہ حالت ہماری فطری حالت ہے لہٰذا ہمیں فطری حالت میں طواف کرنا چاہئے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اس کی یہ تاویل کرتے تھے کہ ہم جو لباس پہنے ہوتے ہیں اس میں ہم اللہ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، اس لئے اس لباس میں طواف کرنا مناسب نہیں۔ چنانچہ مرد وزن لباس اتار کر طواف کرتے تھے۔ اپنے اس فاحشانہ فعل کے لئے دو عذر وہ پیش کرتے تھے: ایک تو یہ کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی تردید فرمائی کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم دے؟ تم غلط باتیں کیوں اللہ کی طرف منسوب کرتے ہو۔ دوسرا عذر وہ اس کا یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے بڑے یہی کرتے آئے ہیں یعنی یہ ہمارے آباؤ اجداد کا طریقہ رہا ہے اور یہ ہم نے ان سے سیکھا ہے۔

عبادات میں راستبازی، یکسوئی، اخلاص دین

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَـهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۔ (اعراف۔29)

اے محمدؐ، ان سے کہو، میرے رب نے تو راستبازی اور انصاف کا حکم دیا ہے، اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو۔ اور اللہ کو خالص دین کے ساتھ پکارو۔ اس نے جس طرح تمہاری ابتدا کی ہے اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔

Say, [O Muhammad], "My Lord has ordered justice and fairness, and that you direct yourselves [to the Qiblah] at every place [or time] of prostration, and invoke Him, sincere to Him in religion. Just as He originated you, you will return [to life]. (7:29)

The verse seeks to suggest that God has nothing to do with pagan Arabs' baseless rituals as it were practices. As far as the correct rituals are concerned, its fundamental principles are the following:

Firstly, a person's worship should have the right orientation, i.e. that it should be performed to please only Allah swt.

Secondly, all forms of worship should be performed according to the Sunnah and teachings of Prophet Mohamad peace be upon him.

If the above two conditions are not met, then the deed has no value in the sight of God.

انصاف سے مراد یہاں بعض کے نزدیک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی توحید ہے۔

وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ: امام شوکانیؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اپنی نمازوں اپنا قبلہ درست کرلو، چاہے تم کسی بھی مسجد میں ہو اور امام ابن کثیرؒ نے اس سے استقامت بمعنی متابعت رسولؐ مراد لی ہے اور اگلے جملے سے اخلاص اور للّٰہیت مراد لیا ہے یعنی کسی بھی نیک عمل کے قبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ اس میں اخلاص ہو یعنی وہ کام صرف رضائے الٰہی کیلئے کیا جائے۔ اور دوسرا وہ عمل نبی اکرم ﷺ کے طریقے اور سنّت کے مطابق ہو۔ آیت میں ان باتوں کی تاکید کی گئی ہے۔

کون ہدایت پر، کون گمراہی پر؟

فَرِیْقًا ھَدٰی وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْھِمُ الضَّلٰلَةُ ۭاِنَّھُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ۔ (اعراف-30)

ایک گروہ کو اس نے ہدایت فرمائی اور ایک گروہ پر (اس کے اپنے کسب و عمل کے نتیجے میں) گمراہی ثابت ہوگئی۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

He has guided some, while others are destined to stray (because) they have taken devils as their guardians instead of Allah—thinking they are ˹rightly˺ guided. (7:30)

آداب مسجد

مسجد آتے وقت زیب وزینت اختیار کرو

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ (اعراف-31)

اے آدم کی اولاد! تم مسجد آتے وقت (اور ہر عبادت کے وقت) زیب وزینت اختیار کرو۔ اور کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو کہ اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

Wear suitable dress when attending Masjid!

O Children of Adam! take your adornment at every masjid (Dress properly whenever you are at worship). (7:31)

When performing Prayer people are required not only to cover the private parts of their body, but also to wear a dress that serves the two-fold purpose of covering and giving one a decent appearance. The directive to pray in a proper and decent dress is aimed at refuting the misconception entertained by some people down the ages that man should worship God either in a nude or semi-naked state, or at least have a shabby and unkempt appearance while worshipping. In this verse people are being told the opposite of this. At the time of worship, they should not only be free from all kinds of nudity and indecency but should also be in a nice outlook by wearing decent dress.

آیت میں زینت سے مراد مکمل لباس ہے۔ اللہ کی عبادت میں کھڑے ہونے کے لیے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ آدمی محض اپنا ستر چھپالے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حسب استطاعت وہ اپنا پورا لباس پہنے جس میں ستر پوشی بھی ہو اور زینت بھی۔ یہ حکم اس غلط رویہ کی تردید کے لیے ہے کہ برہنہ یا نیم برہنہ ہو کر اور اپنی ہیئتوں کو بگاڑ کر خدا کی عبادت کرنی چاہیے۔ اس کا سبب نزول بھی زمانہ جاہلیت کے ننگے طواف سے متعلق ہے۔ اس لئے انہیں کہا گیا ہے کہ لباس پہن کر اللہ کی عبادت کرو اور طواف کرو۔ بعض کہتے ہیں زینت سے وہ لباس مراد ہے جو آرائش کے لیے پہنا جائے۔ جس سے ان کے نزدیک نماز اور طواف کے وقت تزئین کا حکم نکلتا ہے۔ اس آیت سے نماز میں ستر پوشی کے وجوب پر بھی استدلال کیا گیا ہے۔ احادیث کی رو سے گھٹنوں سے لے کر ناف تک کے حصے کو ڈھانپنا ہر حال میں ضروری ہے چاہے آدمی خلوت میں ہی ہو۔

جمعہ اور عیدین کے دن خوشبو کا استعمال بھی مستحب ہے کہ یہ بھی زینت کا ایک حصہ ہے۔ مسواک بھی اس میں شامل ہے۔ سفید کپڑے پسندیدہ ہیں۔ مسند احمد کی صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو وہ تمہارے تمام کپڑوں سے افضل ہیں اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

اسراف، فضول خرچی کی ممانعت

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (اعراف-31)

اور کھاؤ اور پیئو اور حد سے نہ نکلو، بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

And eat and drink but be not excessive. Indeed, He likes not those who commit excess. (7:31)

God does not want Mankind to remain hungry, suffer misery and starvation. God also does not want to deprive humans from good things of this world. On the contrary, it pleases Him that man should appear in good decent dress and enjoy the clean food provided for him by God. There is nothing sinful in that. As for sin, it consists in transgressing the boundaries set by God. This transgression could be committed in both ways: by making the unlawful lawful, or by making the lawful unlawful.

حدیث: (حلال میں سے) جو چاہو کھاؤ اور جو چاہے پیو جو چاہے پہنو البتہ دو باتوں سے گریز کرو۔ اسراف اور تکبر سے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو چاہے کھاؤ اور پیو لیکن دو باتوں سے بچو: اسراف اور تکبر۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کھاؤ پیو پہنو لیکن صدقہ بھی کرتے رہو اور تکبر اور اسراف سے بچتے رہو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے کے جسم پر دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور پہنو اور صدقہ کرو اور اسراف سے اور خود نمائی سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ انسان اپنے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرتا۔ انسان کو چند لقمے جس سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے کافی ہیں۔۔۔۔ زمانہ جاہلیت میں عرب جہاں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے وہاں زمانہ حج میں چربی کو بھی اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ اللہ نے ان دونوں باتوں کی نفی میں یہ آیت نازل فرمائی اور تاکیداً فرمایا کہ یہ بھی اسراف ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کھانے کو

حرام کر لیا جائے۔ حرام چیز کا کھانا بھی اسراف میں داخل ہے اور حلال چیز کو بلاوجہ نہ کھانا بھی اسراف میں داخل ہے۔ اللہ کی مقرر کردہ حرام حلال کی حدوں سے تجاوز نہ کرو۔ نہ حرام کو حلال کرو اور نہ حلال کو حرام کہو۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

گیارہواں رکوع: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ۔۔۔ (اعراف۔32)

رکوع کے تفسیری موضوعات

دنیا کی نعمتیں سب کیلئے، کس نے طیب چیزیں اور زیب وزینت کو حرام کیا (قل من حرم زینتہ اللہ)، فواحش و منکرات، شرک، سرکشی کی ممانعت، سرعام منکرات یا آوٹ ڈور بے حیائی، پوشیدہ گناہ یا ان ڈور بے حیائی، اللہ کی نافرمانی اثم اور بغی میں فرق، قوموں کا عروج وزوال (ولکل امۃ اجل)، اہل ایمان کا حسن انجام، تقوٰی اور اصلاح، آیات الٰہی کی تکذیب واستکبار، اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنا، دنیا کا نصیب سب کیلئے: چاہے مسلمان چاہے غیر مسلم، سرکش جن وانس کیلئے عذاب، برائی کے موجد کیلئے دوہرا عذاب، کسی گناہ کا سبب بننا، برائی کا ورثہ، نیکی کا ورثہ یا صدقہ جاریہ، گناہ کے اثرات، نیکیوں کے اثرات۔

کس نے زیب وزینت اور طیب چیزوں کو حرام کیا؟

دنیا کی نعمتیں سب کیلئے!

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ (اعراف۔32)

اے محمدؐ! ان سے فرمادیجئے کہ کس نے اللہ کی اُس زینت و آرائش کو حرام کیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا فرمایا ہے اور کھانے کی پاک ستھری چیزوں کو (بھی کس نے حرام کیا ہے)؟ کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں، اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی اِس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔

Worldly Blessings are for everyone!

Ask, ˹O Prophet˺ “Who has forbidden the adornments and lawful provisions Allah has brought forth for His servants?”

Say: They are for those who believe during the worldly life [but] exclusively for them on the Day of Judgment. This is how We make Our revelations clear for people of knowledge. (7:32)

The pleasures of this worldly life are shared by those who believe and by those who don’t. However, all humans are under a test in this world. Hence even those who are disloyal to God have been granted respite to mend their ways and are, therefore, not denied His worldly bounties. In fact, with a view to testing those disloyal to God these bounties are at times lavished upon them even more abundantly than on God’s faithful servants. But the character of the Next Life will be totally different. For one’s station there will be determined entirely by one’s righteousness and piety. God’s bounties in the Next Life, therefore, will be for the faithful alone. As for the unfaithful, those who were disloyal to God even though every cell of their body was nourished by the sustenance provided by Him, they will have no share of those bounties in the Next Life.

اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو عبادات میں غلو اور بلاوجہ سختیاں پیدا کرتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جس طرح طواف کے وقت لباس پہننے کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے، اسی طرح بعض حلال چیزوں کو بھی بطور تقرب الٰہی اپنے اوپر ناجائز سمجھتے تھے۔ اسی طرح وہ بہت سی حلال چیزیں اپنے بتوں کے نام وقف کر دینے کی وجہ سے بھی اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کی زینت کے لئے (مثلاً لباس وغیرہ) اور کھانے کی عمدہ چیزیں بنائی ہیں انہیں استعمال کرو، ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ سلف صالحین اور آئمہ دین میں بہت سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی تھی اکثر عمدہ اور پیش قیمت لباس استعمال فرماتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو جب بھی وسعت ہوئی تو آپؐ نے عمدہ لباس زیب تن فرمایا۔ امام مالکؒ ہمیشہ نفیس اور عمدہ لباس استعمال فرماتے تھے۔ وہ حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے، نئے کپڑے پہنتے اور خوشبو لگاتے تھے اس کے بعد ادب واحترام سے حدیث کی کتابت کرتے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی نعمت اور رزق میں وسعت عطا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر اس بندے کے اوپر نظر آئے۔

اس لئے کہ **اظہار نعمت** بھی ایک قسم کا شکر ہے۔ قرآن مجید میں بھی ہے: **واما بنعمت ربک فحدث**۔ یعنی اپنے ربّ کی نعمت کا اظہار کرو۔ اس کے بالمقابل وسعت ہوتے ہوئے پھٹے پرانے یا میلے کچیلے کپڑے استعمال کرنا ناشکری ہے۔

ہاں ضروری بات یہ ہے کہ **دو چیزوں سے اجتناب** کرے۔ ایک **ریاء و نمود**، دوسرے **فخر و غرور**، یعنی محض لوگوں کو دکھلاوے اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے لباس فاخر استعمال نہ کرے۔

خوراک و پوشاک کے بارے میں خلاصہ سنت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کا یہ ہے کہ ان چیزوں میں **تکلف** نہ کرے، جیسی پوشاک و خوراک بآسانی میسر ہو اس کو **صبر و شکر** کے ساتھ استعمال کرے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں یہ **نعمتیں سب کیلئے** ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دستر خوان سب کیلئے کھلا ہے۔

حدیث قدسی: ایک حدیث قدسی کے اندر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں دنیا تو سب کو عطا کرتا ہوں ہے جس سے راضی ہوتا ہوں اس کو بھی اور جس سے راضی نہیں ہوتا اس کو بھی۔ لیکن اپنا دین یعنی دین کی سمجھ بوجھ اور عمل کی توفیق اسی کو دیتا ہوں ہے جس پر اپنا کرم کرتا ہوں۔

یاد رکھنا چاہئے! کہ دنیا میں روزی اور نعمتوں کی یہ تقسیم **عارضی** ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تکوینی مشیت اور **حکمت** ہے تاہم قیامت والے دن یہ نعمتیں صرف اہل ایمان کے لیے ہوں گی۔

فواحش و منکرات، شرک اور سرکشی کی ممانعت

ہر بے حیائی کی ممانعت

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (الاعراف۔33)

کہہ دو میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ اور ہر گناہ کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو بھی اور یہ کہ اللہ پر وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے۔

Indecencies, Sins, and Rebellion!

Say, "My Lord has forbidden immoralities – what is apparent of them and what is concealed – and sin, and oppression without right, and that you associate with Allah that for which He has not sent down authority, and that you say about Allah that which you do not know. (7:33)

What is Sin?

The word Sin (*ithm*) denotes negligence, dereliction of duty. Arabic term *Athimah* signifies the she-camel which, though capable of running at a fast pace, deliberately moves slowly. A person's deliberate negligence of his duty to God, his failure to pursue God's good pleasure despite his having the capacity to obey and follow Him. In short disobedience to God is classified as sin.

What is Rebellion?

To exceed the limits set by God and to enter an area which has been declared out of bounds for man constitute rebellion and transgression. The charge of rebellion will apply to all those who act according to their whims rather than in accordance with the directives of God. It also applies to all those who violates the rights of others. It is more than sin. Sin relates to disobedience of God in personal capacity whereas rebellion is when a person makes influence/incite others to make disobedience of God.

آیت مبارکہ میں فواحش ومنکرات، شرک اور سرکشی کی ممانعت کے ساتھ ساتھ ہر بے حیائی کی مذمت بیان کی جارہی ہے۔

اعلانیہ بے حیائی سے مراد

Outdoor Indecencies

آؤٹ ڈور فواحش و منکرات، ان کی تشہیر و اشاعت، اسی طرح اعلانیہ بدکاری یا اسباب بدکاری کی ترویج و اشاعت اور برائی کی حوصلہ افزائی کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ اس میں ہر قسم کی ظاہری بے حیائی بھی شامل ہے، جیسے فلمیں، ڈرامے، فحش میگزین ورسائل، رقص و سرور اور ناچ گانے کی محفلیں، عورتوں کی سرعام بے پردگی اور مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط، مہندی اور شادی کی رسموں میں بے حیائی کے کھلے عام مظاہرے وغیرہ یہ سب فواحش ظاہرہ ہیں۔

پوشیدہ بے حیائی سے مراد

Indoor Indecencies

ان ڈور منکرات ہیں۔ چوری چھپے فواحش و منکرات میں شامل ہونا، تنہائی میں فاحشانہ عادات اپنا لینا۔ اسی طرح خفیہ ناجائز تعلقات قائم کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الاثم ما حاک فی صدرک۔ گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور خلش پیدا کرے اور لوگوں کے اس پر مطلع ہونے کو تو برا سمجھے۔

اللہ کی نافرمانی کی دو قسمیں: اثم اور بغی میں فرق

بعض کہتے ہیں اثم وہ گناہ وہ ہے جس کا اثر گناہگار کی اپنی ذات تک محدود ہو۔

اور بغی یہ ہے کہ اس گناہ کے اثرات دوسروں تک بھی پہنچیں۔ یہاں بغی کے ساتھ بغیر الحق کا مطلب ناحق ظلم وزیادتی مثلاً لوگوں کا حق غصب کرلینا، کسی کا مال ہتھیا لینا، کسی کو جسمانی اور ذہنی اذیت دینا اور سب وشتم کرکے بے عزتی کرنا وغیرہ اس میں شامل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اثم سے مراد ہر وہ گناہ ہے جو انسان اپنی ذات کی حد تک کرے۔ تمام انفرادی گناہ اس میں داخل ہیں۔
اور بغی سے مراد وہ گناہ ہے جس میں دوسرے کا نقصان کرے یا کسی کی حق تلفی کرے۔

اسی طرح رب کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا بھی حرام ہے اور ذات حق پر بہتان باندھنا بھی۔ اسی طرح اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرنا جو اس کی شان کے خلاف ہیں۔ خلاف واقعہ باتیں کرنا بھی جہالت کی باتیں ہیں اور قول زور یعنی جھوٹی بات میں داخل ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا: فاجتنبوا الرجس من الا وثان واجتنبو قول الزور۔۔

حدیث: بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں۔ ہر گناہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ فواحش کے ساتھ ساتھ ناحق ظلم وتعدی، سرکشی اور غرور کو بھی اس نے حرام کیا ہے۔

جھوٹ کی بدترین قسم۔ اللہ پر جھوٹ

ہر فرد، ملت، قوم، کمیونٹی کو ایک خاص وقت تک مہلت دی جاتی ہے

ولکلّ امّۃ اجل: قوموں کا عروج وزوال

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (اعراف-34)

ہر امّت (قوم) کے لیے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوتی ہے تو ایک ساعت بھی آگے پیچھے نہیں ہوتی۔

For each community (or people) there is an appointed term. When their time arrives, they can neither delay it for a moment, nor could they advance it. (7:34)

The expression 'fixed term' used in the verse should not give rise to the misconception that the term of a nation (or people) expires on a definite day, month, or year. What the statement really means is that God has laid down a minimum proportion between the good and evil deeds of a nation (or individuals). As long as that community or individual is able to maintain that minimum proportion, its existence is tolerated in order that it might be able to show its performance. Once a community or nations crosses that minimum limit, it is denied any further respite.

ہر زمانے اور ہر زمانے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے انتہائی مدت مقرر ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ مہلت کی مدت مقرر کیے جانے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہر قوم کے لیے برسوں اور مہینوں اور دنوں کے لحاظ سے ایک عمر مقرر کی جاتی ہو اور اس عمر کے تمام ہوتے ہی اس قوم کو لازماً ختم کر دیا جاتا ہو۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے اس کی ایک اخلاقی حد مقرر کر دی جاتی ہے، بایں معنیٰ کہ اس کے اعمال میں خیر اور شر کا کم سے کم کتنا تناسب

برداشت کیا جاسکتا ہے۔جب تک ایک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلہ میں تناسب کی اس آخری حد سے فروتر رہتی ہیں اس وقت تک اسے اس کی تمام برائیوں کے باوجود مہلت دی جاتی رہتی ہے،اور جب وہ اس حد سے گزر جاتی ہیں تو پھر اس بدکار وبدصفات قوم کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جاتی۔

میعاد معین سے مراد وہ مہلت عمل ہے جو اللہ وتبارک وتعالیٰ ہر قوم کو آزمانے کے لئے عطا فرماتا ہے کہ وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے یا اس کی بغاوت وسرکشی میں مزید اضافہ ہوتا ہے یہ مہلت بعض دفعہ ان کی پوری زندگیوں تک محدود ہوتی ہے۔یعنی دنیوی زندگی میں وہ گرفت نہیں فرماتا بلکہ صرف آخرت میں ہی سزا دے گا کہ ان کی اجل مسمّٰی قیامت کا دن ہی ہے اور جن کو دنیا میں وہ عذاب سے دوچار کردیتا ہے،ان کی اجل مسمّٰی (مقررہ میعاد) وہ ہے جب انکی مہلت عمل ختم ہوتی ہے اور وہ ان کا مواخذہ فرماتا ہے۔

اہل ایمان کا حسن انجام

تقویٰ اور اصلاح۔اخروی غم سے نجات

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (اعراف۔35)

(اور یہ بات اللہ نے آغاز تخلیق ہی میں صاف فرمادی تھی کہ) اے بنی آدم، یاد رکھو، اگر تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں جو تمہیں میری آیات سنا رہے ہوں (تو ان پر ایمان لایا کرو)، جو شخص (اپنے رسولؐ پر ایمان لاکر اللہ کی) نافرمانی سے بچے گا اور اپنے رویہ کی اصلاح کرلے گا اس کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔

Be mindful of God and Reform yourself!

O children of Adam! When messengers from among yourselves come to you reciting My revelations—whoever shuns evil and mends their ways, there will be no fear for them, nor will they grieve. (7:35)

اس آیت میں ان اہل ایمان کا حسن انجام بیان کیا گیا ہے جو تقویٰ، اصلاح اور عمل صالح سے آراستہ ہوں گے۔ قرآن نے ایمان کے ساتھ اکثر جگہ اصلاح اور عمل صالح کا ذکر ضرور کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عند اللہ ایمان وہی معتبر ہے جس کے ساتھ اصلاح، عمل بھی ہوگا۔

آیاتِ الٰہی کی تکذیب واستکبار

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (اعراف۔36)

اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کا شمار اہل دوزخ میں ہو گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

But those who receive Our revelations (proofs, verses, lessons, signs etc.) with denial and treat them with arrogance, will be the residents of the Fire. They will be there forever. (7:36)

What has been said here should be considered in relation to the fact that at the very start of man's earthly life, he was informed of the evil results of denying the truth while being arrogant.

اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنا

دنیا میں ہر ایک کو اپنا نصیب، حصہ مل کر رہتا ہے چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭاُولٰٓىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۔ (اعراف۔37)

ظاہر ہے کہ اُس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا جو بالکل جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی سچی آیات کو جھٹلائے ایسے لوگ اپنے لکھے گئے نصیب کے مطابق اپنا حصہ پاتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ گھڑی آ جائے گی جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے پہنچیں گے اُس وقت وہ اُن سے پوچھیں گے کہ بتاؤ، اب کہاں ہیں وہ جن کو تم کو خدا کے بجائے پکارتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے۔ اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ ہم واقعی منکر حق تھے۔

Everyone will get share of worldly happiness!

Who does more wrong than those who fabricate lies against Allah or deny His revelations? They will receive what is destined for them until Our messenger-angels arrive to take their souls, asking them, "Where are those you used to invoke besides Allah?" They will cry, "They are all gone away from us" and they will confess against themselves that that they had rejected Allah. (7:37)

All men, whether good or bad, have been granted a definite term in this world which they will spend and obtain their share of worldly happiness and misery (i.e., they will receive all provisions and bounties destined for them by their Lord).

أُولَٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ: ان کو ان کے نصیب کا لکھا ملتا ہی رہے گا۔ اسکے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ایک معنی عمل، رزق اور عمر کے کئے گئے ہیں۔ یعنی ان کے مقدر میں جو عمر اور رزق ہے اسے پورا کرلینے اور جتنی عمر ہے، اس کو گزار لینے کے بعد بالآخر موت سے ہمکنار ہونگے۔ اسی کے ہم معنی یہ آیت ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۔ (یونس۔69۔70) جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہونگے، دنیا کا چندروزہ فائدہ اٹھا کر، بالآخر ہمارے پاس ہی انہیں لوٹ کر آنا ہے پھر ہم انہیں ان کے انکار و تکذیب (یعنی اللہ پر جھوٹ باندھنے) کی سخت سزا دیں گے۔

سرکش جن وانس کیلئے عذاب

برائی کے موجدوں کیلئے دوہری سزا

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِى النَّارِ ۭكُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭحَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭقَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ۔ (اعراف۔38)

ارشاد ہوگا تم بھی اسی جہنم میں داخل ہو جاؤ جس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے جن وانس کے گروہ داخل ہو چکے ہیں (اور جب بھی کوئی (جہنم میں) داخل ہوگا تو اپنے ساتھ (پیش رو) گروہ پر لعنت کرے گا۔ یہاں تک کہ جب سب وہاں جمع ہو جائیں

گے تو بعد والا گروہ پہلے گروہ کے بارے میں کہے گا: اے پروردگار! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اس لئے انہیں دوزخ کا دوگنا عذاب دے۔ ارشاد ہوگا ہر ایک کے لئے دوگنا ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو۔

Double punishment for promoting evil legacy!

Allah will say, "Enter along with the jinn and humans that preceded you into the Fire." Whenever a group enters Hell, it will curse the preceding one until they are all gathered inside, the followers will say about their leaders, "Our Lord! They have misled us, so multiply their torment in the Fire." He will answer, "It has already been multiplied for all, but you do not know." (7:38)

When a person/s creates an evil legacy and passes it to future generations, He will incur punishment for its own misdeeds and also for leaving behind evil practice for the coming generations.

A number of *Ahaadith* support this point.

Hadith: The Prophet (peace be on him) said: He who introduces a misleading innovation which does not please God and His Messenger shall be held guilty for the sins of all those who follow that innovation without lessening in the least the burden [of sins] of those who followed the innovation. (Ibn Majah)

Hadith: The Prophet (peace be on him) said: The responsibility for all the murders committed in the world is shared by the first son of Adam [i.e. Cain] for he was the first to have innovated murder. (Bukhari)

We thus know that any individual or community responsible for introducing a wrong or evil practice is not only responsible to the extent of those sins but shares the responsibility of the sins of all those who are influenced by him/them. As long as the evil effects of that influence

continue, their sins will be continually added to their account. This also shows that a person is not only accountable for the good or bad deeds that he commits. In fact, he is also accountable for the influence of those deeds on others.

جو لوگ کسی گناہ یا برائی کے موجد ہوتے ہیں اور پھر اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس برائی یا گناہ کا عادی بناتے ہیں، اسی طرح جو لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، ان کیلئے اس آیت میں دوہرے عذاب کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے: وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۔ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ (عنکبوت۔29) یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ اور جو کچھ وہ دنیا میں کرتے رہے اس جواب ان کو آخرت میں ضرور دینا پڑے گا۔ ایک دوسری آیت میں ہے کہ ان کے بوجھ ان پر لادے جائیں گے جن کو انہوں نے جہالت سے گمراہ کیا۔

اس آیت کا سبق یہ ہے کہ تم میں سے ہر قوم یا کمیونٹی کسی کا خلف تھی تو کسی سلف بھی تھی۔ اگر کسی قوم کے اسلاف نے اس کے لیے فکر و عمل کی گمراہیوں کا ورثہ چھوڑا تھا تو خود وہ بھی اپنے اخلاف کے لیے ویسا ہی ورثہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اگر ایک گروہ کے گمراہ ہونے کی کچھ ذمہ داری اس کے اسلاف پر عائد ہوتی ہے تو اس کے اخلاف کی گمراہی کا اچھا خاصا بار خود اس پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اسی بنا پر فرمایا کہ ہر ایک کے لیے دوہرا عذاب ہے۔ ایک عذاب خود گمراہی اختیار کرنے کا اور دوسرا عذاب دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔ ایک سزا اپنے جرائم کی اور دوسری سزا دوسروں کے جرائم کی پیشگی میراث چھوڑ آنے کی۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں اسی مضمون کی وضاحت یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ: من ابتدع بدعة ضلالةِ لا يرضاها الله و رسوله كان عليه من الاثم مثل أثام من عمل بها لا ينقص ذالک من اوزارهم شيئا۔ یعنی جس نے کسی نئی گمراہی کا آغاز کیا جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ناپسندیدہ ہو، تو اس پر ان سب لوگوں کے گناہ کی ذمہ داری عائد ہو گی جنہوں نے اس کے نکالے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، بغیر اس کے کہ خود ان عمل کرنے والوں کی ذمہ داری میں کوئی کمی ہو۔

حدیث: دوسری حدیث میں ہے: لاتقتل نفس ظلما الا کان علی ابن اٰدم الاول کفل من دمھا لانہ اول من سن القتل۔ یعنی دنیا میں جو انسان بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جاتا ہے اس کے خون ناحق کا ایک حصہ آدم کے اس پہلے بیٹے کو پہنچتا ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا، کیونکہ قتل انسان کا راستہ سب سے پہلے اسی نے کھولا تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص یا گروہ کسی غلط خیال یا غلط رویّہ کی بنیاد ڈالتا ہے وہ صرف اپنی ہی غلطی کا ذمہ دار نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں جتنے انسان اس سے متاثر ہوتے ہیں ان سب کے گناہ کی ذمہ داری کا بھی ایک حصہ اس کے حساب میں لکھا جاتا رہتا ہے اور جب تک اس کی غلطی یا گناہ کے اثرات چلتے رہتے ہیں اس کے حساب میں ان کا اندراج ہوتا رہتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی بدی کا صرف اپنی ذات کی حد تک ہی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس امر کا بھی جواب دہ ہے کہ اس کی بدی کے کیا اثرات دوسروں کی زندگیوں پر مرتب ہوئے۔

اس پر نیکی کو بھی قیاس کرلینا چاہیے۔ جو نیک ورثہ اپنے اسلاف سے ہم کو ملا ہے اس کا اجر ان سب لوگوں کو پہنچنا چاہیے جو ابتدائے آفرینش سے ہمارے زمانہ تک اس کے منتقل کرنے میں حصہ لیتے رہے ہیں پھر اس ورثہ کو لے کر اسے سنبھالنے اور ترقی دینے میں جو خدمت ہم انجام دیں گے اس کا اجر ہمیں بھی ملنا چاہیے۔ پھر اپنی سعی خیر کے جو نقوش و اثرات ہم دنیا میں چھوڑ جائیں گے انہیں بھی ہماری بھلائیوں کے حساب میں اس وقت تک برابر درج ہوتے رہنا چاہیے جب تک یہ نقوش باقی رہیں اور ان کے اثرات کا سلسلہ نوع انسانی میں چلتا رہے اور ان کے فوائد سے خلق خدا متمتع ہوتی رہے۔

جزاوسزاء کی یہ صورت جو قرآن پیش کر رہا ہے عین انصاف کے اصولوں کے مطابق ہے۔

بارھواں رکوع: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا۔۔۔ (اعراف۔40)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اللہ کی رحمت سے محرومی کے اسباب، اللہ کی بغاوت اور سرکشی کے بد اثرات (لا تفتح لھم ابواب السّماء)، اللہ کے احکام انسانی طاقت سے بڑھ کر نہیں (لا نکلف نفساً الّا وسعھا)، باہمی رنجشیں دلوں کا کینہ دور (ونزعنا مافی صدورھم)، ہدایت پر اللہ کا شکر (الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا)، کوتاہیوں پر استغفار ایک مومنانہ صفت، اصحاب الجنّۃ، اصحاب جھنّم، اصحاب الاعراف کے مکالمے، اہل جنت کا تذکرہ (ونادیٰ اصحاب الجنۃ)، دین کے کام میں

رکاوٹ ڈالنے والوں کیلئے تنبیہ (الذین یصدون عن سبیل اللہ) اصحاب الاعراف کون؟ ظالموں سے دوری کی دعا: ربّنا لا تجعلنا مع القوم الظالمین۔

اللہ کی رحمت سے محرومی کے اسباب

اللہ کی بغاوت اور سرکشی دائمی عذاب کا سبب ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ۔ (اعراف۔40)

بے شک جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر اور سرکشی کی، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اُن کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔ مجرموں کو ہمارے ہاں ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے۔

Disobedience and Rebellion!

Surely those who receive our revelations with denial and arrogance, the gates of heaven will not be opened for them, nor will they enter Paradise until a camel pass through the eye of a needle. This is how We reward the wicked. (7:40)

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ : ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اس سے بعض نے اعمال، بعض نے ارواح اور بعض نے دعاء مراد لی ہے، یعنی ان کے عملوں، یا روحوں یا دعا کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، یعنی ان کے اعمال اور دعا قبول نہیں ہو سکتی اور روحیں واپس زمین میں لوٹا دی جاتی ہیں (بحوالہ حدیث مسند احمد)۔

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے تینوں ہی چیزیں مراد ہو سکتی ہیں۔

ایک سعید روح کیسے پرواز کرتی ہے؟

حدیث: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کے جنازے میں ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جب قبرستان پہنچے تو قبر تیار ہونے میں کچھ دیر تھی سب بیٹھ گئے ہم اس طرح خاموش اور باادب تھے کہ گویا ہمارے سروں

پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا جسے آپ زمین پر پھیر رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں آپؐ نے سر اٹھا کر دو بار یا تین بار ہم سے فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ تعالٰی کی پناہ طلب کرو، پھر فرمایا جب ایک بندہ مومن دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے اس کے پاس آسمان سے نورانی چہروں والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کا منہ آفتاب ہے ان کے ساتھ جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے وہ آ کر مرنے والے مومن کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے اطمینان والی روح اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل۔ یہ سنتے ہی وہ روح اس طرح بدن سے نکل جاتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ ٹپک جائے۔ اسی وقت ایک پلک جھپکنے کے برابر کی دیر میں وہ جنتی فرشتے اس پاک روح کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اس میں ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو نکلتی ہے کہ کبھی دنیا والوں نے نہ سونگھی ہو۔ اب یہ فرشتے اس سعید روح کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔۔(طویل حدیث کا پہلا حصّہ)۔(مسند احمد)

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ: اُن کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا۔

یہ تعلیق بالمحال ہے جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا ممکن نہیں، اسی طرح اللہ کے باغیوں کا جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔ اونٹ کی مثال اس لئے بیان فرمائی کہ اونٹ عربوں میں متعارف تھا اور جسمانی اعتبار سے ایک بڑا جانور تھا اور سوئی کا ناکہ (سوراخ) یہ اپنے باریک تنگ ہونے کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ ان دونوں کے ذکر کر کے تعلیق بالمحال کے مفہوم کو واضح کر دیا ہے۔ تعلیق بالمحال کا مطلب ہے ایسی چیز کے ساتھ مشروط کر دینا جو ناممکن ہو۔ جیسے اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ بات ناممکنات میں سے ہے۔

اگلی آیت میں بھی ان کیلئے دائمی عذاب کا ذکر ہے:

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭوَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ (اعراف-41)

ان کے لیے تو جہنم کا بچھونا ہو گا اور جہنم ہی کا اوڑھنا۔ اور ہم اسی طرح ظالموں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

Recompense for evil doers

They will have from Hell a bed and over them coverings [of fire]. And thus, do We recompense the wrongdoers. (7:41)

اللہ تعالٰی کے احکام انسانی طاقت سے زیادہ نہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (اعراف۔42)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہم کسی شخص کو اس کی طاقت (قدرت) سے زیادہ کسی کا مکلف نہیں بناتے۔ یہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

We don’t overburden anyone!

As for those who believe and do good—We never require of any soul more than what it can afford—it is they who will be the residents of Paradise. They will be there forever. (7:42)

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ: ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی بات کا مکلف نہیں بناتے۔ یہ جملہ معترضہ ہے جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ایمان اور عمل صالح، یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ جو انسانی طاقت سے زیادہ ہوں اور انسان ان پر عمل کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ بلکہ ہر انسان ان کو باآسانی اپنا سکتا ہے اور ان کے عمل کو بروئے کار لا سکتا ہے۔ آیت مبارکہ کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل انسانی بس میں ہے۔

اس آیت سے یہ نکتہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اگر بوجوہ واقعی کوئی عمل نہیں کر سکتا تو وہ معذور شمار ہوتا ہے اور اسے رخصت حاصل ہوتی ہے۔ یہ اصول ہر شرعی حکم کے بارے میں ہے۔

ہدایت پر اللہ کا شکر

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (اعراف۔43)

ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ بھی رنجش یا کدورت ہو گی اسے ہم نکال دیں گے۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔ ہم خود راہ ہدایت نہ پا سکتے تھے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ

کرتا۔اُس وقت ندا آئے گی کہ "یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہیں اُن اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے۔

Gratefulness upon Guidance!

We will remove whatever bitterness they had in their hearts. Rivers will flow under their feet. And they will say: Praise be to Allah for guiding us to this. We would have never been guided if Allah had not guided us. The messengers of our Lord had certainly come with the truth. It will be announced to them: This is Paradise awarded to you for what you used to do. (7:43)

If there develops any rancour or ill-will among people during the course of their worldly lives, such rancour will be removed in Paradise. Their hearts will be purged of all hostile feelings, and they will enter Paradise without any negative emotions. They will not feel envious towards those who had formerly been opposed or hostile to them. Thus, they will enter Paradise in a state of complete purity of both body and soul.

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ: یعنی دنیا کی زندگی میں ان نیک لوگوں کے درمیان اگر کچھ رنجشیں، بدمزگیاں اور آپس کی غلط فہمیاں رہی ہوں تو آخرت میں وہ سب دور کردی جائیں گی۔ان کے دل ایک دوسرے سے صاف ہو جائیں گے۔ ان میں سے کسی کو یہ دیکھ کر تکلیف نہ ہو گی کہ فلاں جو میرا مخالف تھا اور فلاں جس نے مجھ پر تنقید کی تھی، آج وہ یہاں کیوں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل جنت کے سینوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض وعداوت یا رنجش وکدورت کے جذبات ہوں گے، وہ دور کردے گا، پھر ان کے دل ایک دوسرے کے بارے میں آئینے کی طرح صاف ہو جائیں گے، کسی کے بارے میں دل میں کوئی کدورت اور عداوت نہیں رہے گی۔

اسی آیت کو پڑھ کر حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے اور عثمانؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کے درمیان بھی صفائی کرا دے گا۔

اس آیت کو اگر ہم زیادہ وسیع نظر سے دیکھیں تو یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ صالح انسانوں کے دامن پر اس دنیا کی زندگی میں جو داغ لگ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان داغوں سمیت انہیں جنت میں نہ لے جائے گا بلکہ وہاں داخل کرنے سے پہلے اپنے فضل سے انہیں بالکل پاک صاف کردے گا اور وہ بے داغ زندگی لیے ہوئے وہاں جائیں گے۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جنتیوں کو، جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور ان کے درمیان آپس کی جو زیادتیاں ہونگی، ایک دوسرے کو ان کا بدلہ دلایا جائے گا، حتّٰی کہ جب وہ بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو پھر انہیں جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی۔ (صحیح بخاری)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اہل جنت ایک خاص نہر کا پانی (شراب طہور) پئیں گے جس سے ان کے دلوں کی کدورتیں دھل جائیں گی۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اہل جنت کے درمیان درجات و منازل کا جو تفاوت ہوگا، اس پر وہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ: اور وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔ ہم خود راہ ہدایت نہ پاسکتے تھے اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا۔

آیت کے اس حصے میں ایک نہایت لطیف نکتہ بیان کیا گیا۔ اہل جنت اس غرور میں مبتلا نہیں ہونگے کہ ہم نے کام ہی ایسے کیے تھے جن پر ہمیں جنت ملنی چاہیے تھی بلکہ وہ اللہ کی حمد و ثناء اور شکر و احسان مندی میں رطب اللسان ہوں گے اور کہیں گے کہ یہ سب ہمارے رب کا فضل ہے ورنہ ہم کس لائق تھے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ ان پر اپنا احسان نہ جتلائے گا بلکہ جواب میں ارشاد فرمائے گا کہ تم نے یہ درجہ اپنی خدمات کے صلہ میں پایا ہے، یہ تمہاری اپنی محنت کی کمائی ہے جو تمہیں دی جارہی ہے، یہ تمہاری سعی کا اجر ہے، تمہارے کام کی مزدوری ہے۔

درحقیقت یہی معاملہ دنیا میں بھی اللہ اور اس کے نیک بندوں کے درمیان ہے۔ ظالموں کو جو نعمت دنیا میں ملتی ہے وہ اس پر فخر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ ہماری قابلیت اور سعی و کوشش کا نتیجہ ہے، اور اسی بنا پر وہ نعمت کے حصول پر اور زیادہ متکبر اور مفسد بنتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس صالحین کو جو نعمت بھی ملتی ہے وہ اسے اللہ کا فضل سمجھتے ہیں، شکر بجالاتے ہیں جتنے نوازے جاتے ہیں اتنے ہی زیادہ متواضع اور رحیم و شفیق اور فیاض ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پھر آخرت کے بارے میں بھی وہ اپنے حسن عمل پر غرور نہیں کرتے کہ ہم تو یقیناً بخشے ہی جائیں گے۔ بلکہ اپنی کوتاہیوں پر استغفار کرتے ہیں، اپنے عمل کے بجائے اللہ کے رحم و فضل سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بنیادی طور پر کوئی شخص اپنے اعمال کے زور پر جنت میں نہیں جائے گا۔یعنی یہ ہدایت جس سے ہمیں ایمان اور عمل صالح کی زندگی نصیب ہوئی اور پھر بار گاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ بھی حاصل ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت اور اس کا فضل ہے۔ اگر یہ رحمت اور فضل نہ ہو تو ہم اخروی کامیابی یا جنت تک نہ پہنچ سکتے۔اسی بات کی تائید میں ایک حدیث بھی ہے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اعلموا ان احدکم لن یدخلہ عملہ الجنۃ۔ یادرکھو! تم میں سے کوئی بھی شخص صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ! آپؐ بھی؟ فرمایا ہاں! میں بھی۔ الا ان یتغمدنی اللہ برحمۃٍ منہ و فضلا۔ اِلّا یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت اور اپنے فضل سے ڈھانک لے یعنی میں بھی وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ رحمت الٰہی مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔(بخاری و مسلم)

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: اُس وقت اعلان کیا جائے گا کہ یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہیں اُن اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے۔یہ وضاحت پچھلی بات اور حدیث مذکورہ کے منافی نہیں، اس لئے کہ نیک عمل کی توفیق بھی بجائے خود اللہ کا فضل و احسان ہے۔

اصحاب الجنّۃ، اصحاب الاعراف، اصحاب جہنّم کے مکالمے

سورۃ اعراف کی اگلی آیات میں اہل جنت، اہل دوزخ اور اصحاب الاعراف کے باہمی مکالموں کا ذکر ہے۔بظاہر یہ گفتگو یا مکالمے ایک عام انسان کی سطحی سمجھ سے بالاتر لگتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوگا۔ مگر آج کی خلائی سائنس کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایک انسان زمین سے چاند پر یا خلائی سٹیشن میں بیٹھے شخص سے جب گفتگو کر سکتا ہے، ویڈیو کے ذریعے اسے دیکھ سکتا ہے تو عالم آخرت میں اس کا صدور کیسے ناممکن ہے۔عالم آخرت میں انسان کی قوتوں کا پیمانہ کس قدر وسیع ہو جائے گا یہ اللہ کو ہی معلوم ہے۔وہاں آنکھوں کی بینائی اتنے بڑے پیمانہ پر ہوگی کہ جنت اور دوزخ اور اعراف کے لوگ جب چاہیں گے ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔وہاں آواز اور سماعت بھی اتنے بڑے پیمانہ پر ہوگی کہ ان مختلف دنیاؤں کے لوگ ایک دوسرے سے بآسانی گفت و شنید کر سکیں گے۔یہ اور ایسے ہی دوسری آیات جو عالم آخرت کے متعلق ہمیں قرآن میں ملتی ہیں، اس بات کا تصور دلانے کے لیے کافی ہیں کہ وہاں زندگی کے قوانین ہماری موجودہ دنیا کے قوانین طبیعی سے بالکل مختلف ہوں گے۔اگرچہ ہماری شخصیتیں یہی رہیں گی جو یہاں ہیں۔جن لوگوں کے دماغ اس عالم طبیعی کے حدود میں اس قدر مقیّد ہیں کہ موجودہ زندگی

اور اس کے مختصر پیمانوں سے وسیع تر کسی چیز کا تصور ان میں نہیں سما سکتا وہ قرآن اور حدیث ان بیانات کو بڑے اجنبیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن ان کی یہ حیرانگی بلاوجہ ہے۔

اہل جنت کا تذکرہ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۔ (اعراف۔44)

پھر یہ جنت کے لوگ دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے، "ہم نے اُن سارے وعدوں کو ٹھیک پالیا جو ہمارے رب نے ہم سے کیے تھے، کیا تم نے بھی ان وعدوں کو ٹھیک پایا جو تمہارے رب نے کیے تھے؟" وہ جواب دیں گے "ہاں" تب ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ اللہ کی پھٹکار ظالموں پر۔

The Companions of Paradise!

The residents of Paradise will call out to the residents of the Fire: We have certainly found our Lord’s promise to be true. Have you too found your Lord’s promise to be true? They will reply, “Yes, we have!” Then a caller will announce to both: May Allah’s condemnation be upon the wrongdoers. (7:44)

یہی بات نبی اکرم ﷺ نے جنگ بدر میں دشمنان اسلام ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور دوسرے سرداروں کو ان کی ہلاکت کے بعد نام لے کر خطاب کرتے ہوئے کہی تھی۔اس وقت آپؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو اپنے رب کے وہ وعدے دیکھ لئے جو اس نے مجھ سے کئے تھے۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ آپؐ ایسے لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں جو ہلاک ہو چکے ہیں۔اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا تھا: اللہ کی قسم، میں انہیں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں، لیکن اب وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔(صحیح مسلم)

صراط مستقیم سے روکنے والے

دین کے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کیلئے تنبیہ

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۔ (اعراف۔45)

(یہ وہی ہیں)جو(لوگوں کو)اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔

Averting people from the Way of Allah!

Who averted [people] from the way of Allah and sought to make it [seem] deviant. They were those who denied the Hereafter. (7:45)

اس آیت میں دین کے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کیلئے تنبیہ کی جارہی ہے اور ایسے لوگوں کا ذکر ہورہا ہے جو لوگوں کو راہ حق اور صراط مستقیم سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ کی شریعت کو ٹیڑھا کردیں یعنی دین کو پیچیدہ اور مشکل کردیں تاکہ اس پر کوئی عمل نہ کرسکے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے۔۔ایسے لوگ فکر آخرت سے بھی غافل تھے۔حساب کا ڈرنہ تھا اس لئے یہ لوگ سب سے زیادہ بدزبان اور بداعمال بھی تھے۔

اصحاب الاعراف کا تذکرہ

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ۔ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (اعراف۔46-47)

اور جنت و دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے۔اور اعراف (بلندیوں) پر کچھ اور لوگ ہوں گے یہ ہر ایک کو اس کے قیافہ سے پہچانیں گے اور جنت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ سلامتی ہو تم پر۔یہ لوگ (اصحاب الاعراف) جنت میں داخل تو نہیں ہوئے مگر اس کے امیدوار ہونگے۔ اور جب ان کی نگاہیں پلٹ کر اہل دوزخ کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ فرما۔

The People of Heights!

There will be a barrier between Paradise and Hell. And on the heights ˹of that barrier˺ will be people who will recognize ˹the residents of˺ both by their appearance. They will call out to the residents of Paradise: Peace be upon you! They have not yet entered Paradise but eagerly

hopeful. When their eyes turn towards the residents of Hell, they will pray: Our Lord! Do not join us with the wrongdoing people. (7:46.47)

The people of A'raf (Heights) will be the people who are neither righteous enough to enter Paradise nor wicked enough to he cast into Hell. They will, therefore, dwell at a place situated between the two. These people will ultimately enter into Paradise because of the mercy of Allah swt.

اس آیت میں خاص قسم کے لوگوں کا تذکرہ ہے جن کو اصحاب الاعراف کہا جاتا ہے۔

اصحاب الاعراف سے کون لوگ مراد ہیں؟

اعراف، عرف کی جمع ہے ہر اونچی زمین کو عرب میں عرفہ کہتے ہیں اسی لئے مرغ کے سر کی کلنگ کو بھی عرب میں عرف الدیک کہا جاتا ہے کیونکہ اونچی جگہ ہوتی ہے۔

اصحاب الاعراف سے کون لوگ مراد ہیں؟ ان کی تعیین میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ اکثر مفسرین کے مطابق اصحاب الاعراف سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامہ اعمال میں نیکیاں اور گناہ برابر ہونگے۔ ان کی نیکیاں جہنم میں جانے سے اور برائیاں جنت میں جانے سے مانع ہونگی اور یوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی فیصلہ ہونے تک وہ درمیان میں معلق رہیں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اعراف والوں کے اعمال صالحہ اس قابل نہ نکلے کہ انہیں جنت میں پہنچائیں لیکن اتنی برائیاں بھی ان کی نہ تھیں کہ دوزخ میں جائیں تو یہ اعراف پر روک دیئے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہو گا ایک نیکی بھی اگر برائیوں سے بڑھ گئی تو داخل جنت ہو گا اور ایک برائی بھی اگر نیکیوں سے زیادہ ہو گئی تو دوزخ کا مستحق ہو جائے گا پھر آپ نے آیت: فمن ثقلت موازینہ۔۔۔ سے دو آیات کی تلاوت کی اور فرمایا کہ ایک رائی کے دانے کے برابر کی کمی زیادتی سے میزان کا پلڑا ہلکا بھاری ہو جاتا ہے اور جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونگے تو یہ اصحاب الاعراف یعنی اعراف والے ہیں یہ جنت اور دوزخ کے درمیان روک لئے جائیں گے۔ یہ جب جنت کو دیکھیں گے تو اہل جنت پر سلام کریں گے اور جب جہنم کو دیکھیں گے تو اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کے اعمال متضاد نوعیت کے ہونگے۔ان کے کچھ اعمال ایسے ہونگے جو انہیں جنت میں جانے کا حقدار بنائیں گے مگر دوسری طرف انکے کچھ ایسے گناہ ہونگے جو انکے جہنم میں لے جانے کیلئے کافی ہونگے۔ برائیوں کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکے اور نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے بچ گئے پس یہاں اعراف میں روک دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے۔یہ لوگ بالآخر اللہ کی رحمت سے جنت میں چلے جائیں گے۔

حدیث: ایک حسن سند کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے اعراف والوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ سب سے آخر میں ہوگا، رب العالمین جب اپنے بندوں کے فیصلے کرلیں گے تو ان سے فرمائیں گے کہ تم لوگوں کو تمہاری نیکیوں نے دوزخ سے تو محفوظ کرلیا لیکن تم جنت میں جانے کے حقدار ثابت نہیں ہوئے اب میں تم کو اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں تم جنت میں جاؤ اور اپنی مرضی سے رہو۔(بحوالہ ابن کثیرؒ)

سورہ اعراف کی آیت نمبر 49 سے بعض مفسرین نے اصحاب الاعرف کو مراد لیا ہے جن کو کہا جائے گا:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔(الاعراف۔49)

(اے اعراف والو)جنت میں چلے جاؤ تم پر نہ ڈر ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔

[Allah will say], Enter Paradise, [O people of the Elevations]. No fear will there be concerning you, nor will you grieve. (7:49)

تیرہواں رکوع: وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ۔۔۔ (اعراف۔48)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اصحاب الاعراف کی پکار(ونادیٰ اصحاب الاعراف)، مساکین اہل جنت، کسی کی غربت، خستہ حالی جنت میں جانے میں رکاوٹ نہیں، اہل جہنم کی پکار، دین کو کھیل تماشہ نہ بناؤ، قران مجید: کتاب مفصل، کتاب ہدایت، کتاب رحمت، انجام سے بے خبر خسارے میں مبتلا لوگ، اخروی فلاح اور صراط مستقیم۔

اصحاب الاعراف کی پکار

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (اعراف۔48)

اور اعراف والے ان لوگوں کو جنہیں وہ نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے آواز دیں گے کہ آج نہ تمہاری جماعت (جھتہ بندی) تمہارے کام آئی اور نہ تمہارے غرور و تکبر نے تمہیں کوئی فائدہ دیا۔

Those on the heights will call out to some ˹tyrants in the Fire˺, who they will recognize by their appearance, saying: Your large numbers and arrogance are of no use ˹today˺! (7:48)

یہ اہل دوزخ ہونگے جن کو اصحاب الاعراف ان کی علامتوں سے پہچان لیں گے اور وہ اپنے جتھے اور دوسری چیزوں پر جو گھمنڈ کرتے تھے اس کے حوالے سے انہیں یاد دلائیں گے کہ یہ چیزیں تمہارے کچھ کام نہ آئیں۔

مساکین اہل جنت

خستہ حالی جنت میں رکاوٹ نہیں

اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔(اعراف۔49)

کیا یہی وہ لوگ ہیں (جن کی خستہ حالت دیکھ کر) تم قسم کھاتے تھے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت میں سے کچھ بھی نہ دے گا؟ آج انہی سے کہا گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں، تمہارے لیے نہ خوف ہے نہ رنج۔

Humble People of Paradise!

Are these ˹humble people˺ the ones you swore would never be shown Allah's mercy?" ˹Finally, those on the heights will be told˺: "Enter Paradise! There will be no fear for you, nor will you grieve." (7:49)

اس سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو دنیا میں غریب و مسکین اور مفلس و نادار تھے جن کا مذاق مذکورہ منکرین اڑایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے اگر یہ اللہ کے محبوب ہوتے تو ان کا دنیا میں یہ حال نہ ہوتا؟ پھر مزید جسارت کرتے ہوئے دعوٰی کرتے کہ قیامت

والے دن بھی اللہ کی رحمت ہم پر ہو گی نہ کہ ان پر (ابن کثیرؒ) بعض نے اس جملے کا قائل اصحاب الاعراف کو بتلایا ہے اور بعض کہتے ہیں جب اصحاب الاعراف جہنمیوں کو یہ کہیں گے کہ تمہارا جتھہ اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ تو اس وقت اللہ کی طرف سے جنتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جائے گا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھاتے تھے کہ ان پر اللہ کی رحمت نہیں ہو گی۔

اہل جہنم کی پکار

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ‌ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ۔ (اعراف۔50)

اور جہنم والے جنّت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ ذرا ٹھنڈا پانی یا خدا نے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے ہمیں بھی پہنچاؤ تو وہ لوگ جواب دیں گے کہ ان چیزوں کو اللہ نے منکرین حق پر (آخرت میں) حرام کر دیا ہے۔

The residents of the Fire will then cry out to the residents of Paradise: Aid us with some water or any provision Allah has granted you. They will reply: Allah has forbidden both to the disbelievers. (7:50)

جس طرح پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ کی نعمتیں آخرت میں یعنی جنت میں صرف اہل ایمان کے لئے ہونگی: خَالِصَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ۔ (اعراف۔32) یہاں اسی نکتے کی مزید وضاحت اہل جنت کی زبان سے کر دی گئی۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال پوچھا گیا کہ کس چیز کا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل خیرات پانی ہے۔ دیکھو اہل جہنّم، اہل جنّت سے اسی کا سوال کریں گے۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

دین کو کھیل تماشہ نہ بناؤ

الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا‌ ۚ فَالۡيَوۡمَ نَنۡسٰٮهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ۔ (اعراف۔51)

جنھوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب (کھیل اور تماشا) بنا رکھا تھا اور جن کو دنیاوی زندگی نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ آج ہم بھی انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح وہ اِس دن کی ملاقات کو بھولے رہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔

Don’t make fun of Faith Practices!

Those who took this faith ⌜of Islam⌝ as mere amusement and play and were deluded by ⌜their⌝ worldly life.” ⌜Allah will say⌝: Today We will ignore them just as they ignored their meeting of this Day. (7:51)

Those who cannot perceive anything beyond the present limited world and who are incapable of imagining scales bigger than the ones relating to the present world, make fun of the statements in the Qur’an and Hadith about life in the Hereafter. This only shows their poor understanding and imagination. The fact, however, is that the possibilities for life are not as narrow and limited as their minds.

The trialogue between the People of Paradise, the People of the Fire and the People of the Heights gives some indication of the tremendous range of human faculties in the Next World. These faculties would increase to such an extent that the People of Paradise, the People of the Fire, and the People of the Heights will be able to see, hear and talk to one another. Other Qur’anic statements about the Hereafter enable us to realize that the laws operating in the Next World will be altogether different from those in the present.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کو لہو و لعب بنانے والے وہی ہوتے ہیں جو دنیا کے فریب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں کے دلوں سے چونکہ آخرت کی فکر اور اللہ کا خوف نکل جاتا ہے۔اس لئے وہ دین میں بھی اپنی طرف سے جو چاہتے ہیں اضافہ کر لیتے ہیں احکام اور فرائض پر عمل کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید: مفصل کتاب، کتاب ہدایت، کتاب رحمت

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ (اعراف-52)

اور بیشک ہم نے ان کے پاس کتاب مفصّل (یعنی تفصیلی اور واضح کتاب قرآن مجید) بھیج دی ہے جو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

And We had certainly brought them a Book which We detailed by knowledge – as guidance and mercy to the people of Faith. (7:52)

The Qur'an has spelled out in detail The Right Path. Explained the attitude that man ought to adopt and laid down the details of the way of life that he ought to follow.

The contents and teachings of the Book are perspicuous enough to show one the right way. The blessings of the Qur'an become evident if man first notes the healthy changes that it brings about in his outlook, character and morals.

The above verse in fact alludes to the wonderful effects the Qur'an had on the lives of the Companions of the Prophet (peace be on him).

اللہ تعالیٰ ہدایت سے محروم لوگوں کے ضمن میں فرمارہاہے کہ ہم نے تو اپنے علم کامل کے مطابق ایسی کتاب بھیج دی تھی جس میں آسمانی ہدایت کے سلسلے میں ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا گیا تھا۔ان لوگوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا، تو ان کی بد قسمتی، ورنہ جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں، وہ ہدایت و رحمت الٰہی سے فیض یاب ہونگے اور صراط مستقیم کو پالیں گے اور بالآخر اخروی فلاح اور ہمیشہ کی کامیابی حاصل کر لیں گے۔

آخری نتیجہ کا انتظار

انجام سے بے خبر خسارے میں مبتلا لوگ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ (اعراف۔53)

اب کیا یہ لوگ اِس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ انجام سامنے آجائے جس کی یہ کتاب خبر دے رہی ہے؟ جس روز وہ انجام سامنے آگیا وہی لوگ جنہوں نے اسے نظر انداز کر دیا تھا کہیں گے کہ "واقعی ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے، پھر کیا اب ہمیں کچھ سفارشی ملیں گے جو ہمارے حق میں سفارش کریں؟ یا ہمیں دوبارہ واپس ہی بھیج دیا جائے تاکہ جو کچھ ہم پہلے کرتے تھے اس کے بجائے اب دوسرے طریقے پر کام کر کے دکھائیں" انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے تصنیف کر رکھے تھے آج ان سے گم ہو گئے۔

Are they waiting for the fulfillment of the Warning!

Do they only await the fulfilment ˹of its warning˺? The Day it will be fulfilled, those who ignored it before will say, "The messengers of our Lord certainly came with the truth. Are there any intercessors who can plead on our behalf? Or can we be sent back so we may do ˹good˺ unlike what we used to do?" They will have certainly ruined themselves, and whatever they fabricated will fail them. (7:53)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَأْوِيْلَه: کیا یہ لوگ صرف انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں؟ تاویل کا مطلب ہے کسی چیز کی اصل حقیقت۔ یعنی کتاب الٰہی کے ذریعے سے وعدے، وعید اور جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان تو کر دیا تھا، لیکن یہ اس دنیا کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے منتظر تھے، سو اب وہ انجام ان کے سامنے آگیا۔

قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ: انہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے تصنیف کر رکھے تھے آج ان سے گم ہو گئے۔ یعنی جس انجام کے منتظر تھے اس کے سامنے آجانے کے بعد اعتراف حق کرنے یا دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو اور کسی سفارش کی تلاش، یہ سب بے فائدہ ہو نگی۔ وہ معبود بھی ان سے گم ہو جائیں گے جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، وہ ان کی مدد کر سکیں گے نہ سفارش اور نہ عذاب جہنم سے چھڑا ہی سکیں گے۔

چودھواں رکوع: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ--- (اعراف۔54)

رکوع کے تفسیری موضوعات

تخلیق کائنات اور استواء علی العرش، آسمان وزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، فی ستۃ ایّام اس سے کون سے دن مراد ہیں؟ مالک الملک سے دعا، برکت سے کیا مراد ہے؟ (تبارک اللہ ربّ العالمین)، دعا کے آداب، دعاء کے وقت چار چیزوں کا خیال رکھو: آہ وزاری، عاجزی، تنہائی، اعتدال، اخلاص وللّٰہیت (وادعوہ مخلصین)، بلند ذکر کی استثنائی صورتیں: آذان، اقامت، جہری نماز، خطبہ جمعہ وعیدین، تلبیہ، تلاوت، تکبیرات تشریق۔ فساد فی الارض کی ممانعت (ولا تفسدو فی الارض بعد اصلاحھا)۔ اصلاح اور فساد کی تعریف، اصلاح فی الارض کا وسیع مفہوم، رحمت کی ہوائیں بھیجنے والی ذات (سقنٰہ لبلد میت)، مردہ زمین کی سیر ابی کا وسیع مفہوم، ہدایت قبول کرنے والے دل کی مثال: البلد الطیب،

تخلیق کائنات اور استواء علی العرش

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًاۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اعراف۔54)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے اور پھر دن، رات کے تعاقب میں آ تا ہے۔ اور سورج اور چاند اور ستاروں کو بنایا جو سب اس کے حکم (نظام) کے پابند ہیں۔ یاد رکھو! اللہ ہی کے لئے خاص ہے تخلیق اور حکم بھی۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہاں کا رب (پرورش کرنے والا) ہے۔

Indeed, your Lord is Allah Who created the heavens and the earth in six Days, then established Himself on the Throne. He makes the day and night overlap in rapid succession. He created the sun, the moon, and the stars—all subjected by His command. The creation and the command belong to Him ˹alone˺. Blessed is Allah—Lord of all worlds!

The word day is not always used in the Quran to mean a 24-hour period. According to 22:47, a heavenly Day is 1000

years of our time. The Day of Judgment will be 50 000 years of our time (see 70:4). Hence, the six Days of creation refer to six eons of time, known only by Allah.

It is quite difficult to appreciate fully the exact nature of the Qur'anic statement: (Allah) ascended the Throne. One possibility is that after the creation of the universe God focused His effulgence at a particular point in His Kingdom which is known as the Throne, from where He showers the blessings of life and power and governs the whole universe. It is possible that the word 'Throne' stands for dominion and authority and that God's ascending the Throne signifies His actual taking over the reins of the universe after having created it. Whatever the exact meaning of the expression (Allah) ascended the Throne', the main purpose of the verse is that God is not just the creator of the universe but is also its sovereign and ruler; that after creating the universe He did not detach Himself from, nor become indifferent to, His creation. Everything in the universe is fully in His grip and is subservient to His will. Every atom is bound in obedience to Him. The fate of everything existent is in His Hands.

The word Barakah signifies growth and increase. The notions of elevation and greatness as well as of permanence and stability are also an essential part of the meaning. To say that God is full of barakah means that His goodness knows no bounds; that endless beneficence emanates from Him; that He is the Exalted One Whose loftiness knows no end.

دن سے کونسا دن مراد ہے؟

فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ: اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اس سے ہماری زمین کے دن مراد نہیں کیونکہ آسمان اور زمین کی تخلیق کے بعد ہی دن رات کا نظام قائم ہوا۔ یہ تخلیق ارض سے پہلے کا واقعہ جس کو ہماری دنیا سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

یہ زمان و مکاں اور ٹائم زون سے ماوراء امور ہیں۔ یا آیت میں دن کا لفظ دور یا پیریڈ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحج آیت نمبر 47 میں فرمایا گیا: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کے ہاں ایک دن ہزار سال کے برابر ہے اس حساب سے جو تم لوگ لگاتے ہو۔، اور سورۃ معارج کی آیت 4 میں فرمایا کہ تَعْرُجُ الْمَلٰئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ اس لئے اس دن کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم قطعیت کے ساتھ کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ تو کُنْ فیکون کی مالک ہستی ہے جو سب کچھ ایک لمحہ میں پیدا کر سکتا تھا، اس کے باوجود اس نے ہر چیز کو الگ الگ درجہ بدرجہ مختلف مراحل میں پیدا کیا۔ اس کی بھی اصل حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں تاہم بعض مفسرین نے اس کی ایک حکمت یہ بتائی ہے کہ اس اسلوب سے لوگوں کو آرام، وقار اور تدریج یعنی مرحلہ وار اور پلاننگ کے ساتھ کام کرنے کا سبق دینا مقصود ہے۔

مالک الملک سے دعا:

ایک مرفوع دعا رسول ﷺ سے مروی ہے کہ آپؐ دعا فرمایا کرتے تھے:

اللھم لک الملک کلہ ولک الحمد کلہ والیک یرجع الامر کلہ اسألک من الخیر کلہ واعوذ بک من الشر کلہ۔ یا اللہ سارا ملک تیرا ہی ہے سب حمد تیرے لئے ہی ہے سب کام تیری ہی طرف لوٹتے ہیں میں تجھ سے تمام بھلائیاں طلب کرتا ہوں اور ساری برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

برکت کا مفہوم

آیت کے آخر کے اندر فرمایا گیا کہ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اللہ ربّ العالمین بڑی برکت والا ہے۔

برکت کے معنی ہیں نمو، افزائش اور بڑھوتری کے، اور اسی کے ساتھ اس لفظ میں رفعت و عظمت کا مفہوم بھی ہے اور ثبات اور ٹھراؤ کا بھی۔ پھر ان سب مفاہیم و مطالب کے ساتھ خیر اور بھلائی کا تصور لازماً شامل ہے۔ پس اللہ کے نہایت بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی خوبیوں اور بھلائیوں کی کوئی حد نہیں ہے، بے حد و حساب خیرات اس کی ذات سے پھیل رہی ہیں، اور وہ بہت بلند و برتر ہستی ہے، کہیں جا کر اس کی بلندی ختم نہیں ہوتی، اور اس کی یہ بھلائی اور رفعت مستقل ہے، عارضی نہیں ہے کہ کبھی اس کو زوال ہو۔

دعاء کے آداب

دعا کرتے وقت چار چیزوں کا خیال رکھو

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭاِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔(اعراف۔55)

اپنے رب کو عاجزی اور خاموشی سے پکارو (دعا کرو) بے شک اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں۔

(O, Mankind!) Invoke your Lord (Make Supplication and do Dua) in humility and privately; indeed, He does not like those who does not show moderation! (7:55)

ان آیات میں دعاء کے آداب بتائے گئے ہیں، جن کی رعایت کرنے سے قبولیت دعاء کی امید زیادہ ہو جاتی ہے۔اس حوالے سے مذکورہ آیات میں چار چیزوں کی تلقین کی گئی ہے:

1: اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ آہ وزاری اور تنہائی میں دعا کی جائے۔اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنے پروردگار کو عاجزی، مسکینی اور آہستگی سے پکارو جیسے فرمان ہے: واذکر ربک فی نفسک۔۔ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو۔

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازیں بہت بلند کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی بہرے کو یا غائب ہستی کو نہیں پکار رہے، جسے تم پکار رہے ہو وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے۔(بخاری، مسلم)

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں: تَضَرُّعًا کے معنی عاجزی، مسکینی اور اطاعت کے ہیں اور خُفْيَةً کے معنی دل کے خشوع خضوع سے، یقین کی صحت سے، اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اس کے اور اپنے درمیان یقین رکھتے ہوئے پکارو نہ کہ ریاکاری کے ساتھ اور نہ بہت بلند آواز سے۔

حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیر الذکر الخفی وخیر الرزق ما یکفی۔ یعنی بہترین ذکر خفی یعنی آہستہ ہے، اور بہترین رزق وہ ہے جو انسان کے لئے کافی ہو جائے۔(مسند امام احمدؒ)

بلند ذکر کی استثنائی صورتیں: البتہ بعض خاص حالات اور اوقات میں جہری ذکر مطلوب اور افضل ہے مثلاً اذان واقامت کا بلند آواز سے کہنا، جہری نمازوں میں بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنا، تکبیرات نماز، تکبیرات تشریق، حج میں تلبیہ بلند آواز سے کہنا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگ حافظ قرآن ہوتے تھے اور کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتا تھا، لوگ بہت بڑے فقیہہ ہو جاتے تھے اور کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ (کیونکہ وہ لوگ اپنی علمیت کا اعلان نہیں کرتے تھے۔) لوگ لمبی لمبی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھتے تھے اور مہمانوں کو بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جہاں تک ان کے بس میں ہوتا تھا اپنی کسی نیکی کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ پوری کوشش سے دعائیں کرتے تھے لیکن اس طرح جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو یہ نہیں کہ چیخ کر یا چلا کر۔ یہی فرمان رب ہے کہ اپنے رب کو عاجزی اور آہستگی سے پکارو۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ان کا بیٹا اپنی دعا میں کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتیں اور اس کے ریشم و حریر وغیرہ وغیرہ کا سوال کرتا ہوں اور جہنم، اس کی زنجیروں اور اس کے طوق وغیرہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا: تونے اللہ سے بہت سی بھلائیاں طلب کیں اور بہت سی برائیوں سے پناہ چاہی، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو دعا میں حد سے گذر جایا کریں گے۔ ایک سند سے مروی ہے کہ وہ دعا مانگنے میں اور وضو کرنے میں حد سے نکل جائیں گے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا تجھے اپنی دعا میں یہی کہنا کافی ہے کہ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ۔۔۔ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول و فعل کی توفیق طلب کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے نزدیک کرنے والے قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (ابوداؤد)

جیسے اللہ ربّ العالمین نے فرمایا: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔۔۔ یوں تو میری رحمت تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن میں اسے (آخرت میں) مخصوص کردوں گا متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لئے۔۔۔ (اعراف۔156)

2: دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ دعا میں زیادتی نہ کی جائے یعنی اپنی حیثیت اور مرتبے سے بڑھ کر دعا نہ کی جائے۔ اسی طرح شرعی حدود و قیود میں دعا کی جائے۔ گناہ یا حرام چیز کا تقاضا نہ کیا جائے۔

3: اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلایا جائے یعنی اللہ کی نافرمانیاں کرکے فساد پھیلانے میں حصہ نہ لیا جائے۔

4:اس کے عذاب کا ڈر بھی دل میں ہو اور اس کی رحمت کی امید بھی ہو۔

اس طریقے سے دعا کرنے والے محسنین ہیں۔یقیناً اللہ کی رحمت ان کے قریب ہے۔

Saving Planet Earth

Islamic environmental ethics

فسادفی الارض نہ کرو

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ (اعراف۔56)

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہو۔بے شک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں (اور حسن عمل کرنے والوں) کے قریب ہوتی ہے۔

Do not spread corruption in the land after it has been set in order (or after its reformation). (7:56)

The directive not to make mischief in the earth means not to violate the rights of other people. Don't disturb order of natural life.

اس آیت میں ارشاد فرمایا:وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ اس میں دو لفظ متضاد اور متقابل آئے ہیں اصلاح اور فساد،اصلاح کے معنی درستگی اور فساد کے معنی خرابی کے آتے ہیں۔امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں فرمایا کہ فساد کہتے ہیں کسی چیز کے اعتدال سے نکل جانے کو خواہ یہ نکلنا تھوڑا سا ہو یا زیادہ،اور ہر فساد میں کمی بیشی کا مدار اسی اعتدال سے خروج پر ہے، جس قدر خروج بڑھے گا فساد بڑھے گا فساد کے معنی خرابی پیدا کرنا اور اصلاح کے معنی درستی کرنا ہے۔وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا کے مفہوم میں وہ جرائم اور گناہ بھی داخل ہیں جن سے ظاہری طور پر دنیا میں فساد پیدا ہوتا ہے۔اسی طرح ہر نافرمانی اور اللہ تعالیٰ سے غفلت و معصیت بھی اس میں شامل ہے۔

Saving Planet Earth!

The above verse (7:56) has also another meaning that we should not spoil the Land, Natural Life and resources of Planet Earth.

Indeed, the Planet Earth has been given to us as a trust from our Lord, and as a responsibility to cultivate and construct and settle upon in a way that demonstrates our concern for preserving its blessings. Hence Allah says:

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا

He has produced you from the earth and settled you in it. [Qur'an: 11:61]

So, from the obligations and duty upon us with regards to the Earth is to take care of it, to maintain its clean and green environment, to do our best to invest in its blessings and further develop its prosperity for ourselves and future generations. Hence, Allah says:

وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ * فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ۔ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ۔

He laid out the earth for all beings. In it are fruit, palm trees with date stalks and grain with husks, and aromatic plants. [Qur'an: 55:10-12]

Similarly, Allah, may He be glorified and exalted, forbade us to spoil the resources of the earth, or to squander it, or waste its blessings. Allah has forbidden waste and extravagance when He says:

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ

But be not excessive. Indeed, He likes not those who commit excess. [Qur'an: 7:31]

Our Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) ordered us to be moderate and economical in the consumption of water and do not waste it even if it appears to be a large amount and readily available such as a running river. Whether it be small or large, we should always seek to preserve it for future generations as water is a blessing which keeps us alive. It is a source of our existence. As Allah says:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

And [We] made from water every living thing. [Qur'an: 21:30]

Just as we are tasked to preserve water, we are also tasked to maintain air and its purity, this means we should abstain from everything that pollutes it such as harmful emissions and other such substances. In addition to air and water, the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) tasked us to take care of the animal and plants to preserve life and green environment on earth, alluding to the reward in looking after them. Our beloved Prophet said:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ۔

When a Muslim plant a tree or grows/cultivate a crop and then a bird, or a human, or an animal eats from it will be counted as a charity for him. [Bukhari and Muslim]

Islamic environmental ethics are based on the following principles:

Responsibility (Amanah),

Balance (Mizan)

Justice (Adl),

Cleanliness (Nizafah).

Human authority and guardianship on earth.

Allah swt says:

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔

Thus, We have made you trustees on the earth after them, to see how you would act. [Qur’an 10:14]

With the task of stewardship, Allah both honours and tests mankind. If human beings are allowed to make use of

nature on the one hand, then on the other hand they are responsible for the balanced and sustainable use of it. For nothing is in man's possession; rather, he rules over the entrusted property that Allah has placed at his disposal.

Allah swt says:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔

Verily we offered the entrusted property (Amanah) to the Heavens and the Earth and the Mountains; but they refused to undertake it, being afraid thereof: but man undertook it; He was indeed unjust and unaware ⌜of the consequences⌝. [Quran 33:72]

The principle of the *Amanah* is that the earth has been entrusted to man and it must be cared for and protected accordingly. As such, he has the task of cultivating the earth sustainably and maintaining ecological balance. Allah created a perfectly balanced world on the basis of sustainability and circularity. This balance must be maintained by man acting moderately, wisely, and justly. Waste, pollution, and destruction are the things that Allah abhors.

Our Prophet (Peace be upon him) Said:

إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ۔

The world is sweet and green, and verily Allah is going to install you as a trustee in it in order to see how you act. (Muslim)

It is reported that people asked the Prophet about the rewards of serving animals. The Prophet then replied,

فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ

There is a reward for serving any living being. (Bukhari)

The reply of the Prophet tells us how important it is to serve and care for the living beings on Earth - animals included.

Taking care of the wellbeing of the creations of Allah affects the state of the environment as it ensures the welfare of the living beings to carry out their crucial responsibilities for the world we live in. Not only do we seek the rewards, but we also seek a peaceful, balanced, and healthy co-existence for the environment of our time and for the future generations to come.

The Prophet said:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَأَخَذَهُ، فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ۔

While a man was walking along a path, he found a thorny branch of a tree on the way and removed it. Allah swts. appreciated his effort and forgave him. (Bukhari)

In this Hadith the Prophet emphasises the importance of removing whatever deems to be harmful for the environment. Anything which is among environmental hazards, litter, and debris etc should be removed. This could be done through small efforts of awareness, showing by example, and making it a priority for everyone.

So, we need to take account of and be grateful for the blessings that Allah has given us on Earth, honouring and treating them to the degree they deserve to be honoured. In this regard we should mutually strive and cooperate to ensure that its blessings and goodness remains and can continue to be enjoyed by future generations. This is actually a right of future generations upon us, and we will be held accountable to the degree we fulfil our rights to them and others.

Dua:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي خَيْرَاتِ الْأَرْضِ، وَاجْعَلْنَا فِي الْحِفَاظِ عَلَيْهَا مُسْتَمِرِّينَ، وَعَلَى تَطْوِيرِهَا مُتَعَاوِنِين

So, we ask Allah that He bless the earth, that He increase its goodness, and that He make us the means of preserving its blessings for others.

اس آیت (اعراف۔56) کا مدعا یہ ہے کہ فسادفی الارض نہ کرو، معاشرتی بگاڑ پیدا نہ کرو۔ اسی طرح زمین کا قدرتی ماحول بھی برباد نہ کرو!

رحمت کی ہوائیں بھیجنے والی ذات

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (اعراف۔57)

اور وہ اللہ ہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے، پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو انہیں کسی مردہ سرزمین کی طرف حرکت دیتا ہے، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح ہم مُردوں کو (قیامت والے دن) حالت موت سے نکالیں گے، شاید کہ تم اس مشاہدے سے سبق لو۔

And it is He who sends the winds as good tidings before His mercy [i.e., rainfall]. When they bear heavy clouds, We drive them to a lifeless land and then cause rain to fall, producing every type of fruit. Similarly, We will bring the dead to life, so perhaps you will be mindful. (7:57)

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ہدایت و علم کی مثال جو رب نے مجھے دے کر بھیجا اس بارش کی طرح ہے جو کسی زمین میں پہنچی اس کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے پانی کو جذب کیا اور گھاس اور سبزہ اگا دیا اور بعض حصہ سخت تھا جس نے پانی جمع کر لیا جس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا کہ انہوں نے خود پیا پلایا اور کھیتی کی اور ایک دوسرے حصہ میں پہنچا جو چٹیل تھا کہ نہ پانی جمع کیا اور نہ گھاس اُگائی۔۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے

دین حق کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا۔یہ دین خود بھی سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ کی وہ ہدایت لی ہی نہیں جو میری معرفت بھیجی گئی۔ (بخاری، مسلم)

ہدایت قبول کرنے والے دل کی مثال

البلد الطیب: وعظ و نصیحت قبول کرنے والا دل

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ۔ (اعراف۔58)

جو زمین زرخیز ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین بنجر ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا اس طرح ہم نشانیوں کو بار بار پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو شکر گزار ہونے والے ہیں۔

The example of fertile heart!

The fertile land produces abundantly by the Will of its Lord, whereas the infertile land hardly produces anything. This is how We vary ˹Our˺ lessons to those who are thankful. (7:58)

It is necessary to understand the point made here in order to appreciate the full purport of what is being said. The reference to rain and its advantages is intended to bring into focus God's power, and to affirm life after death. Moreover, it is also intended to draw attention to the blessings of prophethood, and how it helps men to distinguish between good and bad, between pure and impure. The intimation of Divine Guidance through the Prophets is compared to the movement of winds, the appearance of rain-laden clouds, and the fall of life-sustaining raindrops. In the same way as rainfall causes dead earth to be revived and makes the hidden treasures of life burst forth, so the impact of the teachings of the Prophets also brings dead souls back to life, causing the hidden goodness in a person to burst forth.

There is another important fact that only fertile soil profits from rainfall, so only men of a righteous nature can profit from the blessings of prophethood. As for the wicked, they are like desert land. Rainfall can cause such a land to bring forth only thorny bushes and useless grass. Similarly, when the wicked and evil soiul come into contact with the teaching of the Prophets, the hidden evils of their nature come into full play.

This verse also illustrates that whenever the Prophets preached Allah's message, the righteous received the blessings of prophethood, had flourished and brought forth the fruit of their goodness.

ایک طیب روح اور نیک دل انسان بارش کو قبول کرنے والی زمین کی طرح ہوتا ہے جو آیات الٰہی کو سن کر ایمان و عمل صالح میں مزید پختہ ہوتا ہے۔ اَلْبَلَدُ الطَّیِّبُ سے مراد سریع الفہم اور اَلْبَلَدُ الطَّیِّبُ سے کند ذہن۔ زیادہ مشہور تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد وعظ و نصیحت قبول کرنے والا دل اور اس کے برعکس دل۔ قلب مومن یا قلب منافق یا پاکیزہ انسان اور اس کے برعکس انسان جو بری خصلتوں اور عادات کا مالک ہے۔

ایک پاکیزہ انسان اور وعظ و نصحت قبول کرنے والا دل کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے برعکس دوسری قسم کا دل اس کے برعکس شورزدہ زمین کی طرح ہوتا ہے جو بارش کا پانی قبول ہی نہیں کرتی یا کرتی ہے تو برائے نام جس سے پیداوار بھی ناکارہ اور برائے نام ہوتی ہے۔

حدیث: اسی مضمون کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم ہدایت دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی۔ اس کے جو حصے زرخیز تھے انہوں نے پانی کو اپنے اندر جذب کرکے چارہ اور گھاس خوب اگایا (یعنی بھرپور پیداوار دی) اور اس کے بعض حصے سخت تھے جنہوں نے پانی کو روک لیا (اندر جذب نہیں ہوا) تاہم اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، خود بھی پیا۔ کھیتوں کو بھی سیراب کیا اور کاشتکاری کی اور زمین کا کچھ حصہ بالکل چٹیل تھا، جس نے پانی روکا اور نہ ہی کچھ اور فائدہ حاصل کیا۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کی دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ نے مجھے جس چیز کے ساتھ بھیجا اس سے اس نے نفع اٹھایا، پس خود بھی علم حاصل کیا اور

دوسروں کو بھی سکھلایا اور مثال اس شخص کی بھی ہے جس نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ وہ ہدایت ہی قبول کی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔(بخاری)

پندرھواں رکوع: لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ۔۔۔ (اعراف۔59)

سورۃ اعراف کے شروع سے یہاں تک مبادیات اسلام یعنی توحید، رسالت، آخرت کا مختلف عنوانات کے تحت ذکر اور لوگوں کو اتباع کی ترغیب اور اس کی مخالفت پر وعید اور اس ضمن میں شیطان کے گمراہ کن مکر و فریب کا بیان تھا۔ اب آٹھویں رکوع سے تقریباً آخر سورت تک تذکرہ انبیاء کرام، قوموں کا کردار، اصلاح کی کوششیں، ماننے والوں کے اجر و ثواب اور نہ ماننے والوں پر عذاب اور ہمارے لیے سبق کا ذکر ہے۔

رکوع کے تفسیری موضوعات

تذکرہ انبیاء کرام، پانچ قوموں کا تذکرہ، نوح اور ان کی قوم کا تذکرہ، دنیا میں دعوت دین کا آغاز، حضرت نوحؑ کا پیغام توحید، سیرت نوحؑ کا خلاصہ، نوحؑ کی اپنے مشن پر استقامت، داعیان دین کیلئے مشعل راہ، قوم نوح کے متکبر لوگوں کی گمراہی، نوحؑ کا حکمت بھرا جواب، بداخلاقی کا جواب اصلاح، ناصحانہ انداز میں دعوت دین، حضور اکرم ﷺ اور حضرت نوحؑ میں مماثلتیں، قوم نوح کی ہلاکت، ہمارے لئے سبق۔

تذکرہ انبیاء کرامؑ

The Life and Message of Prophets

پانچ قوموں کا تذکرہ

نوحؑ اور انکی قوم کا تذکرہ

دنیا میں دعوت دین کا آغاز

The Start of Da’wah on Earth

The first Prophet to start Da’wah work was Prophet Noah (Peace be upon him).

نوحؑ کا پیغام توحید

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ (اعراف۔59)

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا کوئی معبود نہیں۔ میں تمہارے حق میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

Prophet Noah and his message!

Indeed, We sent forth Noah to his people and he said: 'O my people! Serve Allah, you have no other god except Him. Indeed, I fear for you the torment of an awesome Day. (7:59)

This Verse is about Prophet Noah and his **Message of Tauheed (Oneness of God).** The people of Noah were the first to drift away from the Right Path which was followed by the Prophet Adam and his descendants. God, therefore, sent Noah to guide and reform them.

It is evident from the above verse and from other Qur'anic descriptions of the people of Noah were neither ignorant of, nor denied the existence of God, nor were they opposed to the idea of worshipping Him. Their main sin was that they had associated others with God in His worship. The people of Noah were also indulged in other crimes like corruption and injustice. When their corruption reached a high peak, God sent Noah to improve the state of affairs. For long, Noah strove with patience and wisdom to bring about reform. All his efforts, however, were thwarted by the negative response of his people.

اس سورت (اعراف) کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان ہوا تھا پھر اس کے متعلقات بیان ہوئے اور اس کے بعد مناظر آخرت اصحاب جنّت، اصحاب النّار، اصحاب الاعراف کا ذکر کرنے کے بعد مزید انبیاء کرامؑ، ان کا

اسلوب دعوت، تبلیغ کا طریقہ کار، پیغمبرانہ منہاج دعوت کا ذکر کیا جارہا ہے۔ان انبیاء کرام اور ان کی قوموں کے تذکرے میں داعیان، واعظین اور مبلغین اسلام کیلئے بہت بڑا پیغام ہے۔ان قوموں کے واقعات سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرتابی، انفرادی اور اجتماعی گناہ، مال ودولت کی حرص اور دنیا پرستی عذاب الٰہی کو دعوت دینے والی چیزیں ہیں۔اس لیے ہمیں بحیثیت مسلمان انفرادی طور پر اور بحیثیت امّت مسلمہ اجتماعی طور پر ان خرابیوں کو اپنے اندر پروان نہ چڑھنے دیں۔

سیرت نوحؑ کا خلاصہ

اس تذکرہ انبیاء میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا کیونکہ حضرت آدمؑ کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے۔امام محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نوحؑ جیسا کوئی اور نبی اپنی امت کی طرف سے اتنا نہیں ستایا گیا، ہاں انبیاء قتل ضرور کیئے گئے۔ایک قول کے مطابق انہیں نوح اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا نوحہ کرتے تھے۔دنیا کی ظاہری ناکامی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر اللہ کے سامنے گڑگڑاتے تھے اور التجا کرتے تھے۔جس کا اندازہ دعاء نوحؑ کے الفاظ سے بھی ہوتا ہے جو قرآن میں ذکر کی گئی۔ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔

حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گذرے تھے۔اصنام پرستی کا رواج اس کے بعد شروع ہوا۔جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے فوت ہوگئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان کی تصویریں بنالیں تاکہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں۔ لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنالئے گئے اور ان کی پوجا شروع ہوگئی۔ان کے نام نیک بندوں کے ناموں پر رکھ لئے گئے مثلاً ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ۔ان کی پوجاپاٹ، چڑھاوے اور دوسرے شرکیہ اعمال شروع ہوگئے۔اس طرح اصنام پرستی کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔اس طرح قوم نوح کے یہ صالحین ان کے معبود بن گئے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان میں نبی بنا کر بھیجا جنہوں نے ساڑھے نوسو سال دعوت وتبلیغ کی۔لیکن تھوڑے سے لوگوں کے سوا، کسی نے آپؑ کی دعوت کا اثر قبول نہیں کیا بالآخر اہل ایمان کے سوا سب طوفان نوح میں غرق ہوگئے۔

نوح علیہ اسلام کی اپنے مشن پر استقامت

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو ایک رب یعنی اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی۔ قوم نے انکار کیا، دعوت توحید کے راستے میں روڑے اٹکائے۔آپؑ کو بے حد ستایا گیا مگر وہ استقامت کے ساتھ اپنے مشن پر قائم رہے۔دعوت دین کا حق ادا کر دیا اور قیامت تک کیلئے داعیان حق کیلئے مشعل راہ بن گئے۔

حدیث: مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفے کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ اے لوگو! تم میری بابت اللہ کے ہاں پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے ؟ سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپؐ نے فریضہ تبلیغ اور حق رسالت ادا کر دیا تھا اور پوری خیر خواہی کی تھی۔ اس پر آپؐ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا: اللّٰھم اشھد ! اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ (آپؐ نے یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی)

قوم نوح کے متکبر لوگوں کی گمراہی

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔(اعراف۔60)

قوم کے سرداروں نے (نوحؑ کی دعوت توحید کے جواب میں) کہا: ہم کو تو یہ نظر آتا ہے کہ تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔

Disrespectful behaviour towards Prophet Noah!

But the leading men of his people said: We surely see that you are clearly misguided. (7:60)

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی خیر خواہی کر رہے تھے۔ ان کو دعوت دین دے کر ان کے عقائد و نظریات کی اصلاح کرنا چاہتے تھے مگر اس خیر خواہانہ رویے کا ان کی قوم نے منفی جواب دیا۔ بعض دفعہ اندھی مخالفت انسان کو ذہنی طور پر ماؤف کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں کہ انسان کی سوچ الٹی ہو جاتی ہے۔ انسان کو ہدایت، گمراہی اور گمراہی ہدایت نظر آتی ہے۔ چنانچہ قوم نوح کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ ان کو حضرت نوح علیہ السلام، جو اللہ کی توحید کی طرف اپنی قوم کو دعوت دے رہے تھے، نعوذباللہ گمراہ نظر آتے تھے۔

بقول شاعر:

تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

نوحؑ کا حکمت بھرا جواب:

قوم کی بد اخلاقی کا جواب اصلاحی انداز میں دیا

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔(اعراف۔61)

نوحؑ نے کہا: اے برادران قوم! میں کسی گمراہی میں نہیں پڑا ہوں، بلکہ میں تو ربّ العالمین کا رسول ہوں۔

Prophet Noah replied: O my people! I am not misguided! But I am a messenger from the Lord of all worlds. (7:61)

نوحؑ کا پیغام دعوت

ناصحانہ انداز میں دعوت دین

أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (الاعراف۔62)

تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں، تمہارا خیر خواہ ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو تمھیں معلوم نہیں ہے۔

Da'wah in a sympathetic way!

I convey to you the messages of my Lord and advise you; and I know from Allah what you do not know. (7:62)

قوم نوحؑ کا اظہار تعجب

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (اعراف۔63)

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس خود تمہاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعے سے تمہارے رب کی یاددہانی آئی تاکہ تمہیں خبردار کرے اور تم غلط روی سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے؟

Do you find it astonishing that a reminder should come to you from your Lord through one of your own, warning you, so you may beware and perhaps be shown mercy? (7:63)

Similarities: Prophet Mohammad & Prophet Noah!

There were similarities between Prophet Muhammad and Noah (peace be on them). The Prophet Muhammad (PBUH) received the same treatment from his people as Noah did

from his nation. The message that each of them sought to preach was also the same. Likewise, the doubts and objections raised by the people of Muhammad (PBUH) with regard to his prophethood were the same as those raised by Noah's people several thousand years ago. Again, what Prophet Muhammad (PBUH) said in response to the doubts and objections raised against him were exactly the same as what Prophet Noah had said.

The Qur'anic narration of the stories of the Prophets makes it simply clear that the attitude of the nations to whom the Prophets were sent had always been the same as that of the Makkans towards the Message of Muhammad (PBUH). Apart from this, the accounts of the various Prophets and their people, display the same resemblances. Likewise, the Prophet Muhammad's (PBUH) vindication of his teaching in response to the Makkans is identical with similar attempts by other Prophets to vindicate their teachings. The Qur'an seeks to emphasize that the Message of God's Messengers has also been the same in all places and at all times. Again, there is also a resemblance in the ultimate fate of all those peoples who reject the message of the Prophets and who persist in their erroneous and negative ways. This too has also been the same: failure in the hereafter.

حضور اکرم ﷺ اور حضرت نوحؑ میں مماثلتیں

یہ معاملہ جو حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے درمیان پیش آیا تھا بعینہ ایسا ہی معاملہ مکہ میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کی قوم کے درمیان پیش آرہا تھا۔ جو پیغام حضرت نوحؑ کا تھا وہی حضرت محمدؐ کا تھا۔ جو شبہات اہل مکہ کے سردار حضرت محمدؐ کی رسالت میں ظاہر کیے تھے۔ پھر ان کے جواب میں جو باتیں حضرت نوحؑ کہتے تھے بعینہ وہی باتیں حضرت محمدؐ بھی کہتے تھے آگے چل کر دوسرے انبیاء (علیہم السلام) اور ان کی قوموں کے جو قصے مسلسل بیان ہو رہے ہیں ان میں بھی یہی دکھایا گیا ہے کہ ہر نبی کی قوم کا رویہ اہل مکہ کے رویہ سے اور ہر نبی کی تقریر محمد ﷺ کی تقریر سے مشابہ ہے۔ اس سے قرآن اپنے مخاطبوں کو یہ سمجھانا

چاہتا ہے کہ انسان کی گمراہی ہر زمانے میں بنیادی طور پر ایک ہی طرح کی رہی ہے، اور خدا کے بھیجے ہوئے معلّموں کی دعوت بھی ہر عہد اور ہر سرزمین میں یکساں رہی ہے۔

قوم نوحؑ کی ہلاکت اور انجام

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ۔ (اعراف-64)

مگر ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور ان کو جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بیشک وہ لوگ اندھے (بصیرت سے عاری) ہو رہے تھے۔

Drowning of People of Noah!

But they denied him, so We saved him and those with him in the Ark, and drowned those who rejected Our signs. They were certainly a blind people. (7:64)

A simple reader of the Qur’an may, mistakenly conceive that the mission of each Prophet – to call his people to God – would have finished after the few attempts they made in that connection. Some people might even entertain a rather simplistic image of their mission. The fact of the matter, however, is that the Qur’an has narrated in just a few lines a story that was worked out over a long period of time. The brevity of the Qur’anic description owes itself to the fact that the Qur’an is not interested in storytelling. Hence, while recounting a historical event, the Qur’an mentions only those fragments of the event which are relevant, ignoring those details which are irrelevant to Qur’anic purposes. Again, at different places in the Qur’an the same event is mentioned for a variety of reasons. On every occasion only those fragments of the story which are relevant to a specific purpose are mentioned and the rest are left out. An instance in point is the above narrative

about Noah. In narrating Noah's story, the Qur'an aims to point out the consequences attendant upon the rejection of the Prophet's Message. Since the total period spent on conveying the Message does not have any direct relationship with that purpose, the Qur'an altogether ignores it here. However, in passages where the Prophet and the Companions have been asked to remain patient, the long duration of the Prophet Noah's missionary, effort has been mentioned. This has been done precisely, with a view to raising the morale of the believers and to prevent them from feeling low because they did not see any, good results coming out of that struggle. By mentioning how Noah strove patiently for such a long period of time and in the face of discouraging circumstances is quite relevant in this context as it helps to teach the lesson which is intended. That lesson is to persist in serving the cause of the truth and to refuse to be daunted by the adversity of the circumstances.

It would be appropriate to remove, at this stage, a doubt which might agitate the minds of some people. For one frequently reads in the Qur'an accounts of nations which rejected their Prophets and charged them with lying. One also reads about the Prophets warning them of God's punishment, and then about its sudden advent, scourging the nation and totally destroying it. This gives rise to the question: Why do such catastrophic incidents not take place in our own time? Nations still rise and fall, but the phenomenon of their rise and fall is of a different nature. We do not see it happen that a nation is served with a warning and is then totally destroyed by a calamity such as an earthquake. a flood, a storm, or a thunderbolt.

In order to understand this, it should be remembered that a nation which has directly received God's Message from a

Prophet is treated by God in a different manner from nations which have not witnessed a Prophet. For if a nation directly witnesses a Prophet – an embodiment of righteousness – and receives God's Message from his tongue, it has no valid excuse left for rejecting that Message. And if it still rejects the Message, it indeed deserves to be summarily punished. Other nations are to be placed in a different category since they received God's Message indirectly. Hence, if the nations of the present time are not visited by; the devastating punishments which struck the nations of the Prophets in the past, one need not wonder since prophethood came to an end with the advent of Muhammad (peace be on him).

سولھواں رکوع: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔۔۔ (اعراف-65)

رکوع کے تفسیری موضوعات

حضرت ہودؑ اور ان کی قوم عاد کا تذکرہ، قوم عاد کون تھی؟ عاد اولیٰ اور عاد ثانیہ، ناحق تکبر، آیات الٰہی کی نفی، ناصحانہ دعوت کے جواب میں قوم کے نازیبا کلمات، بداخلاقی کے جواب میں پیغمبر کا حکمت بھرا جواب، حضرت ہودؑ کا پیغام دعوت (ابلغکم رسالات ربّی وانا لکم ناصح امین)، اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو (فاذکرو آلاء اللہ)، اندھی تقلید اور آبائی دین کی نفی، رسوم ورواج کی مذمت، قوم عاد کا باغیانہ رویہ، قوم عاد پر اللہ کی پکڑ، باد تند کا عذاب، قوم ھود کی تاریخ میں سبق۔

حضرت ھودؑ اور انکی قوم عاد کا تذکرہ

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔(اعراف-65)

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا اس نے کہا: اے برادران قوم، اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے پھر کیا تم غلط روی سے پرہیز نہ کروگے؟

And to the people of ’Âd We sent their brother Hûd. He said, “O my people! Worship Allah—you have no other god except Him. Will you not then fear Him?”(7:65)

Âd, **an ancient Arab people, were well-known throughout Arabia. They were known for their proverbial glory and grandeur. And when they were destroyed, their extinction also became proverbial. So much so that the word *Âd* or *Âdiyat* for archaeological remains. The land whose owner is unknown, and which is lying fallow.**

The ancient Arabic poetry is replete with references to this people. Arab genealogists consider the *Âd* as the foremost among the extinct tribes of Arabia. According to the Qur’an the people of *Âd* lived mainly in the *Ahqaf* region which is situated to the south-west of the Empty Quarter (al-Rub’ al-Khali) and which lies between the areas of Hijaz and Yemen. It was from there that the people of Ad spread to the western coast of Yemen and established their hegemony in Oman and Iraq. There is very little archaeological evidence about the ‘Ad. Only a few ruins in South Arabia are ascribed to them. At a place in *Hadramawt* there is a grave which is considered to be that of the Prophet Hud.

James Raymond Wellsted (1805–1842), a British naval officer, discovered an ancient inscription in 1837 in a place called *Hisn al-Ghurab* which contains a reference to the Prophet Hud (Peace be upon him).

قوم عـــاد کون تھی؟

یہاں قوم عاد کا ذکر ہو رہا ہے جن کی رہائش یمن میں ریتلے پہاڑوں پر تھی۔ یہ عرب کی قدیم ترین قوم تھی جس کے افسانے اہل عرب میں زبان زدعام تھے۔ بچہ بچہ ان کے نام سے واقف تھا۔ ان کی شوکت و حشمت ضرب المثل تھی۔ پھر دنیا سے ان کا نام و نشان تک مٹ جانا بھی ضرب المثل ہو کر رہ گیا تھا۔ اسی شہرت کی وجہ سے عربی زبان میں ہر قدیم چیز کے لیے عادی کا لفظ بولا

جاتا ہے۔ آثار قدیمہ کو عادیّات کہتے ہیں۔ جس زمین کے مالک باقی نہ رہے ہوں اور جو آباد کار نہ ہونے کی وجہ سے افتادہ پڑی ہوئی ہو اسے عادیُّ الارض کہا جاتا ہے۔ قدیم عربی شاعری میں ہم کو بڑی کثرت سے اس قوم کا ذکر ملتا ہے۔ عرب کے ماہرین انساب بھی اپنے ملک کی معدوم شدہ قوموں میں سب سے پہلے اسی قوم کا نام لیتے ہیں۔ تاریخی حیثیت سے اس قوم کے آثار دنیا سے تقریباً ناپید ہو چکے ہیں، لیکن جنوبی عرب میں کہیں کہیں کچھ پرانے کھنڈر موجود ہیں جنہیں عاد کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ حضر موت میں ایک مقام پر حضرت ہودؑ کی قبر بھی مشہور ہے۔ اپنے دور میں یہ قوم اپنی قوت وطاقت میں بے مثال تھی۔ ان کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔ ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام، جو اسی قوم کے ایک فرد تھے نبی بن کر آئے۔ قوم عاد میں یعنی عاد اولیٰ میں سے جو لوگ حضرت ھود علیہ السلام پر ایمان لائے اور عذاب الٰہی سے بچ گئے تھے اور بعد میں زندہ رہے ان کو عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: الم تر کف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد۔ یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد ارم کے ساتھ تیرے رب نے کیا کیا؟ جو بلند قامت تھے دوسرے شہروں میں جن کی مانند لوگ پیدا ہی نہیں کئے گئے۔ یہ لوگ بڑے قوی طاقتور اور لمبے چوڑے قد والے تھے۔ ان اللہ کے باغیوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور آیات الٰہی کی نفی کی اور نعرہ لگایا کہ ہم سے زیادہ کون قوی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا انہیں اتنی بھی حقیقت معلوم نہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا: اس جیسی قوت والی قوم پیدا نہیں کی گئی تھی لیکن اپنی اس قوت کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر اس قوم نے کہا کہ مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: جس نے انہیں پیدا کیا، جو ان کا خالق ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے۔ (حٰم سجدہ۔15)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت موت کے ایک شخص سے کہا کہ تو نے ایک سرخ ٹیلہ دیکھا ہو گا جس میں سرخ رنگ کی راکھ جیسی مٹی ہے اس کے آس پاس پیلو اور بیری کے درخت بکثرت ہیں وہ ٹیلہ فلاں جگہ حضر موت میں ہے۔ اس نے کہا امیر المومنین آپ تو اس طرح کے نشان بتا رہے ہیں گویا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے آپ نے فرمایا نہیں دیکھا تو نہیں لیکن ہاں مجھ تک حدیث پہنچی ہے کہ وہیں حضرت ہود (علیہ السلام) کی قبر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی بستیاں یمن میں تھیں اسی لئے ان کے پیغمبر وہیں مدفون ہیں۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

ناصحانہ دعوت کے جواب میں قوم کے نازیبا کلمات

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَـنَرٰىكَ فِىْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَـنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ-(اعراف-66)

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو انکار حق (یعنی دعوتِ دین کی مخالفت و مزاحمت) کر رہے تھے کہا: (اے ہود!) بیشک ہم تمہیں حماقت میں دیکھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں گمان کرتے ہیں۔

Disrespectful behaviour towards Prophet Hud!

The eminent ones who disbelieved among his people: Indeed, we see you in foolishness, and indeed, we think you are of the liars. (7:66)

بداخلاقی کے جواب میں پیغمبرؑ کا حکمت بھرا جواب

قَالَ يٰقَوْمِ لَـيْسَ بِىْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ- (اعراف-67)

پیغمبر نے جواب میں کہا: اے برادران قوم، میں بے عقلی میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

Positive reply of the Prophet!

He (Prophet Hud) replied: My people, there is nothing foolish about me! On the contrary, I am a messenger from the Lord of all the Worlds. (7:67)

ہودؑ کا پیغام دعوت

اُبَلِّغُكُمْ رِسَالٰتِ رَبِّىْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ-(اعراف-68)

تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔

I convey to you the messages of my Lord, and I am to you a trustworthy adviser. (7:68)

اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو!

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕوَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔(اعراف۔69)

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری اپنی قوم کے ایک شخص کے ذریعے وعظ و نصیحت کا پیغام آیا ہے تاکہ وہ تمہیں عذاب الٰہی سے خبردار کرے۔اور یاد کرو(اللہ کے اس احسان کو) کہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا۔اور تمہیں خلقت میں یعنی قوت وطاقت اور قدو قامت میں زیادتی اور وسعت عطا کی۔پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح حاصل کرو۔

Remember the Bounties of your Lord!

Do you find it astonishing that a reminder should come to you from your Lord through one of your own so he may warn you? Remember that He made you successors after the people of Noah and increased you greatly in stature. So, remember Allah's favours, so you may be successful. (7:69)

The word *ala'* used in the above verse stands for bounties, wondrous works of nature, and praiseworthy qualities. The purpose of the verse is to impress upon man to gratefully, recognize the favours God has lavished upon him, bearing in mind that God also has the Power to take them away.

اندھی تقلیداور آبائی رسوم ورواج کی پیروی

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔(اعراف۔70)

انہوں نے جواب دیا: کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور اُنہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟ اچھا تو لے آوہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچا ہے۔

They said: Have you come to us so that we would worship Allah alone and abandon what our forefathers used to

worship? Then bring us what you threaten us with if what you say is true! (7:70)

It is worth noting that the people of ‘Ad neither disbelieved in God nor refused to worship Him. They did not, however, follow, the teachings of Hud who preached towards the Oneness of God. His basic message was that God alone should he worshipped, and that none other should be associated in his worship.

آباؤاجداد کی اندھی تقلید، جاہلیت پر مبنی رسوم ورواج اور ثقافت ہر دور میں گمراہی کی بنیاد رہی ہے۔ قوم عاد نے بھی یہی دلیل پیش کی اور شرک کو چھوڑ کر، توحید کا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ بد قسمتی سے آج مسلمانوں نے بھی قرآن وسنّت اور آئمہ دین کی پیروی کا راستہ چھوڑ کر رسوم ورواج اور بدعات کی پیروی شروع کردی ہے جس سے دین کا تشخص مجروح ہورہا ہے۔ یہ بیماری کم ہونے کے بجائے دن بدن بڑھ رہی ہے اور عام ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کے دین کی حفاظت فرمائے۔ آمین

قوم عاد کا باغیانہ رویہ

عذاب خداوندی کو دعوت (نعوذ باللہ)

قوم عاد کی سرکشی، تکبر، ضد اور عناد کا بیان ہورہا ہے، جو کہتے تھے:

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔(اعراف-70)

سو تم ہمارے پاس وہ (عذاب) لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے ہو اگر تم سچے ہو۔ الاعراف-70

جس طرح قریش مکہ نے بھی رسول اللہؐ کی دعوت توحید کے جواب میں کہا تھا: اے اللہ! اگر یہ حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر بھیج دے۔ حالانکہ عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ یہ کہا جاتا یا اللہ اگر یہ سچ ہے اور تیری ہی طرف سے ہے تو ہمیں اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔

غیر اللہ کی عبادت کی کوئی دلیل موجود نہیں

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ۔(اعراف۔71)

انہوں نے فرمایا کہ اب تم پر اللہ کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے آباؤاجدادنے خود ہی (فرضی طور پر) رکھ لئے ہیں؟ حالانکہ ان کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

He said, “You will certainly be subjected to your Lord’s torment and wrath. Do you dispute with me regarding the so-called gods which you and your forefathers have made up—a practice Allah has never authorized? Then wait! I am amongst you, also waiting. (7:71)

The People of Hud, used to worship many gods rather than one God alone. They had also given them special names. They used to consider them “remover of distress” or “helper in difficult situation”. But the reality is that God’s creatures cannot remove the distresses of other creatures like themselves, nor do they have any treasure that they might give away to others. Their titles are merely empty words, bereft of the qualities attributed to them. All argumentation aimed at justifying those titles are baseless.

اس سے مراد وہ نام ہیں جو قوم عاد نے اپنے معبودوں کے رکھے ہوئے تھے مثلاً صداء، صمود، ھبا۔ اسی طرح وہ نام بھی اس میں شامل ہیں جو قوم نوح نے اپنے بتوں کے رکھے ہوئے تھے مثلاً ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر۔ اسی طرح مشرکین عرب کے بتوں کے نام بھی اس میں شامل ہیں جیسے لات، عزیٰ، مَنَات ھُبَل وغیرہ یا جیسے بعد میں مشرکانہ عقائد واعمال میں ملوث لوگوں نے اپنے خودساختہ معبودوں کے نام پر رکھ لئے۔ ان سب کے معبود ہونے، مشکل کشاء ہونے یا لائق عبادت ہونے کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔

قوم ہود پر اللہ کی پکڑ

فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔(اعراف۔72)

آخر کار ہم نے اپنی مہربانی سے ہوؔد اور اس کے ساتھیوں کو بچالیا اور اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلا چکے تھے اور ایمان لانے والے نہ تھے۔

So, We saved him and those with him by Our mercy and uprooted those who denied Our signs and would not believe. (7:72)

The Qur'an informs us that God eliminated the People of Ad. They were destroyed and their monuments also. The only people belonging to the 'Ad who survived were the followers of the Prophet Hud (Peace be upon him). These survivors are known as the Second 'Ad ('Ad Thaniyah).

اس قوم پر بادِتند کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل جاری رہا جس نے ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور یہ قوم عاد کے لوگ، جنہیں اپنی قوت پر بڑا ناز تھا خس و خاشاک کی طرح ہو گئے۔۔ قوم ہود جس کو عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے، ان میں سے جو لوگ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے تھے صرف وہی عذاب الٰہی سے بچ سکے۔ ان لوگوں نے آسمانی عذاب سے نجات پائی اور بعد میں زندہ رہے ان کو عادثانی کہا جاتا ہے۔(مزید تفصیل کیلئے دیکھئے سورۃ الحاقہ 6۔8، سورہ ھود۔ 53۔56 سورہ احقاف 42۔25 آیات)

قوم ھود کی تاریخ سے سبق

قوم ھود کی تاریخ میں غافل انسانوں کے لئے اللہ کی یاد اور اطاعت میں لگ جانے کی ہدایت اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے سامان عبرت اور مبلغین و مصلحین کے لئے دعوت کا پیغمبرانہ طریقہ اور تبلیغ و اصلاح کی تعلیم ہے۔

سترہواں رکوع: وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔۔۔ (اعراف۔73)

رکوع کے تفسیری موضوعات

صالحؑ اور ان کی قوم ثمود کا تذکرہ، قوم ثمود کا تعارف اور تاریخ، کھنڈرات ثمود: آثار عبرت، اونٹنی کا معجزہ، حضرت صالحؑ کا پیغام دعوت، زمین میں فتنہ وفساد پیدا نہ کرو (ولا تعثوا فی الارض مفسدین)، متکبرین کا اعتراض، سرکشی کی انتہاء، قوم صالح پر زلزلے کی آفت، حضرت صالحؑ کا اپنی قوم کیلئے آخری ناصحانہ پیغام، حضرت لوطؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ، بدکردار قوم کا تعارف اور اخلاقی بے راہ روی، اخلاقی پستی کی انتہاء، قوم لوط پر عذاب۔

صالحؑ اور انکی قوم ثمود

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔(اعراف-73)

اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالحؑ کو بھیجا اس نے کہا: اے برادران قوم، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔

Prophet Ṣâliḥ and his Nation Thamûd!

And to the people of Thamûd We sent their brother Ṣâliḥ. He said, "O my people! Worship Allah—you have no other god except Him. (7:73)

The Thamûd are another ancient Arab people, next only to the 'Ad in fame. Legends relating to them were quite popular in pre-Islamic Arabia. In fact, poetry and orations of the pre-Islamic period abound with references to them. They are also mentioned in the Assyrian inscriptions and in the Greek, Alexandrian and Roman works of history and geography. Some descendants of the Thamud survived to a little before the birth of Jesus. The Roman historians mention that they entered into the Roman army and fought against their arch-enemy.

The Thamud lived in the north-western part of Arabia which is still called al-Hijr. In the present time there is a station on the Hijaz railway, between Madina and Tabuk. This is called

Mada'in Salih, which was the capital town of Thamud and was then known as al-Hijr, the rock-hewn city. This has survived to this day and is spread over thousands of acres. It was once inhabited by about half a million people. At the time of the revelation of the Qur'an Arab trade caravans used to pass through the ruins of this city.

Hadith: Once our Prophet (peace be on him) was on his way, to Tabuk, he directed his companions to look upon these monuments and urged them to learn the lessons which sensible persons ought to learn from the ruins of a people that had been destroyed because of their evil-doing. The Prophet (peace be on him) also pointed to the well from which the she-camel of the Prophet Salih used to drink. He instructed the Muslims to draw water from that well alone and to avoid all other wells. The mountain pass through which that she-camel came to drink was also indicated by the Prophet (peace be on him). The pass is still known as Fajj al-Naqah. The Prophet (peace be on him) then gathered all the companions who had been directed to look around that city of rocks, and addressed them. He drew their attention to the tragic end of the Thamud, who by their evil ways had invited God's punishment upon themselves. The Prophet (peace he on him) asked them to hastily move ahead for the place was a grim reminder of God's severe punishment and he hence called for reflection and repentance. (Reference of Hadith: Bukhari)

قوم ثمود کے لوگ کون تھے؟

قوم ثمود عرب کی قدیم ترین اقوام میں سے دوسری قوم ہے جو عاد کے بعد سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ نزول قرآن سے پہلے اس کے قصّے اہل عرب میں زباں زدعام تھے۔ زمانہ جاہلیت کے اشعار اور خطبوں میں بکثرت اس کا ذکر ملتا ہے۔ یہاں

تک کہ یونان، اسکندریہ اور روم کے قدیم مورخین اور جغرافیہ نویس بھی اس قوم کا ذکر کرتے ہیں۔ رومی مورخین کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومن افواج میں بھرتی ہوئے اور نبطیوں کے خلاف لڑے جن سے ان کی دشمنی تھی۔

اس قوم کا مسکن شمالی مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے موسوم ہے۔ موجودہ زمانہ میں مدینہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے پر ایک اسٹیشن پڑتا ہے جسے مدائنِ صالح کہتے ہیں۔ یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانہ میں حجر کہلاتا تھا۔ اب تک وہاں ہزاروں ایکڑ کے رقبے میں وہ قدیم عمارتیں موجود ہیں جن کو ثمود کے لوگوں نے پہاڑوں میں تراش تراش کر بنایا تھا۔ کسی زمانے میں اس شہر کی آبادی چار پانچ لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ نزول قرآن کے زمانے میں حجاز کے تجارتی قافلے ان آثار قدیمہ کے درمیان سے گزرا کرتے تھے۔ ارض القرآن میں سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ اس قوم کی تعمیری یادگاریں اب تک باقی ہیں اور ان پر اِرَمی اور ثمودی خط میں کتبے منقوش ہیں۔

اس قوم کی طرف حضرت صالح علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اس قوم کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا۔ قوم عاد نے اپنے پیغمبر سے مطالبہ کیا کہ ہمیں اپنی نبوت کا معجزہ دکھاؤ، جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی کا معجزہ ظاہر فرمایا۔ اس خدائی ناقہ کے متعلق انہیں تاکید کردی گئی تھی کہ اسے تکلیف پہنچانے کی نیت کے ساتھ کوئی ہاتھ نہ لگائے ورنہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آجاؤ گے۔ لیکن ان ظالموں نے اس خدائی ناقہ یعنی معجزاتی اونٹنی کو بھی قتل کر ڈالا، جس کے تین دن بعد انہیں صَيْحَة یعنی چنگھاڑ اور رَجْفَة یعنی زلزلہ کے عذاب سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس طرح یہ قوم اپنے ہی گھروں میں ہلاک ہو کر رہ گئی۔

حدیث: 9ہجری میں تبوک جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا ان کے کھنڈرات یعنی مساکن اور وادی سے گزر ہوا، جس پر آپؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ معذّب قوموں کے علاقے سے جب بھی گزرو تو گڑگڑاتے ہوئے عبرت حاصل کرتے ہوئے گذرو، یعنی عذاب الٰہی سے پناہ مانگتے ہوئے گزرو (صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ نے سفر تبوک کے دوران مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے اور وہ سبق دیا جو آثار قدیمہ سے ہر صاحب بصیرت انسان کو حاصل کرنا چاہیے۔ ایک جگہ آپ نے ایک کنویں کی نشان دہی کر کے بتایا کہ یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالح کی اونٹنی پانی پیتی تھی چناچہ وہ مقام آج بھی فَجُّ النَاقه کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے کھنڈرات میں جو مسلمان گھوم پھر رہے تھے ان کو آپؐ نے جمع کیا اور ان کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں ثمود کے انجام پر عبرت دلائی اور

فرمایا کہ یہ اس قوم کا علاقہ ہے جس پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا، لہٰذا یہاں سے جلدی گزر جاؤ، یہ سیر گاہ نہیں ہے بلکہ رونے کا مقام ہے۔

اونٹنی کا معجزہ

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (اعراف-73)

تمہارے پاس تمہارے رب کا معجزہ آچکا ہے یہ خدائی ناقہ تمہارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے، لہٰذا اسے آزاد چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی رہے اس کو تکلیف نہ پہنچانا ورنہ ایک دردناک عذاب تمہیں آلے گا۔

Miracle of She-Camel

A clear proof has come to you from your Lord: this is Allah's she-camel as a sign to you. So, leave her to graze ˹freely˺ on Allah's land and do not harm her, or else you will be overcome by a painful punishment. (7:73)

The context seems to indicate that the clear proof referred to in the verse stands for the she-camel which is also spoken of as 'a Divine portent'. The appearance of the she-camel was a miracle. Similar miracles had been performed earlier by other Prophets with a view to fulfilling the demand of their people and thus of vindicating their claim to prophethood. The Prophet Salih had also warned his people of dire consequences if they harmed it. He explained to them that the she-camel would graze freely in their fields. They were also warned that if they harmed the she-camel they would be immediately seized by a terrible chastisement' from God.

The Thamud observed she-camel graze freely in their fields. The Thamud, though unhappy with the situation, endured this for quite some time. Later, however, after prolonged deliberations, they killed her.

The Qur'an, however, does not provide any detailed information as to what the she-camel looked like or how she was born. The authentic Hadith too provide no information about its miraculous birth.

اللہ کے احسانات کو یادرکھو

قدرت کے کرشموں پر غور کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا
وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔ (اعراف-74)

یاد کروووہ وقت جب اللہ نے قوم عاد کے بعد تمہیں اس کا جانشین بنایا اور تم کو زمین میں یہ منزلت بخشی کہ تم اُس کے ہموار میدانوں میں عالی شان محل بناتے اور اس کے پہاڑوں کو مکانات کی شکل میں تراشتے ہو پس اس کی قدرت کے کرشموں سے غافل نہ ہو جاؤ اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

Remember the favours of your Lord!

Remember when He made you successors after 'Âd and established you in the land—˹and˺ you built palaces on its plains and carved homes into mountains. So, remember Allah's favours, and do not go about spreading corruption in the land. (7:74)

The Thamud were highly skilful in rock-carving, and made huge mansions by carving the mountains, as it was mentioned before in above verses. In this regard the works of the Thamud resemble the rock-carvings in the Ajanta and Ellora caves in India and several other places. A few buildings erected by the Thamud are still intact in Mada'in Salih and speak of their tremendous skills in civil engineering and architecture.

The Qur'an asks people to draw a lesson from the tragic end of the 'Ad. For just as God destroyed that wicked

people and established other people in positions of power and influence previously occupied by them, He can also destroy the current generation and replace them by Others if they should become wicked and mischievous.

حضرت صالحؑ کا پیغام دعوت

زمین میں فتنہ وفساد پیدا نہ کرو

فَاذْكُرُوْٓا اٰ لَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔ (اعراف-74)

پس تم اللہ کے احسانات اور نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

Don't spread corruption and mischief on Earth!

Then remember the bounties of Allah and do not commit abuse on the earth, spreading corruption. (7:74)

یعنی اللہ کے احسانات اور اس کی نعمتوں پر اللہ کا شکر کرو اور اس کی اطاعت کا راستہ اختیار کرو، نہ کہ کفران نعمت اور معصیت کا ارتکاب کر کے فساد پھیلاؤ۔

متکبرین کا اعتراض

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ (اعراف-75)

حضرت صالح کی قوم کے بڑے متکبرین نے کمزور مسلمانوں سے کہا کہ کیا تم کو یقین ہے کہ صالحؑ اپنے رب کے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا: جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بیشک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

The arrogant leaders of his people asked to those who were oppressed and counted as week: "Are you certain that Ṣâliḥ has been sent by his Lord? They replied, "We certainly believe in what he has been sent with". (7:75)

صالح علیہ اسلام کی قوم کے متکبر لوگوں نے کمزور مسلمانوں سے کہا کہ تمہیں کیسے یقین ہے کہ صالحؑ اور ان کی دعوت دین، حق وصداقت پر مبنی ہے۔ان کمزور مسلمانوں نے جواب دیا کہ حضرت صالحؑ جو دعوت توحید لے کر آئے ہیں،وہ چونکہ فطرت کی آواز ہے لہٰذا ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔

سرکشی کی انتہاء

اہل ایمان کے کلمہ حق کے جواب میں متکبر لوگوں نے سرکشی کی انتہا کر دی:

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اعراف۔76۔77)

اُن برائی کے مدعیوں نے کہا جس چیز کو تم نے مانا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔پھر انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور پورے تمرد کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کر گزرے،اور صالحؑ سے کہہ دیا کہ لے آوہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا تھا اگر تو واقعی پیغمبروں میں سے ہے۔

Extremely arrogant behaviour!

The arrogant said: We surely reject what you believe in. Then they killed the she-camel—defying their Lord's command—and challenged ˹Ṣâliḥ˺, "Bring us what you threaten us with, if you are ˹truly˺ one of the messengers." (7:76.77)

Although the she-camel was killed by an individual, as we learn also from surahs al-Qamar (54) and al-Sharns (91), the whole nation or community was held guilty since it stood at the killer's back. Every sin which is committed with the approval and support of a nation or community, is a national crime even if it has been committed by one person. In fact, the Qur'an goes a step further and declares that a sin which is committed publicly in the midst of a gathering is considered to be the collective sin of the people who tolerate it and don't condemn or raise voices against it.

قوم صالحؑ پر زلزلے کی آفت کا عذاب

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ۔(اعراف۔78)

آخرکار ایک دہلا دینے والی آفت نے اُنہیں آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔

Then an ˹overwhelming˺ earthquake seized them, and they become lifeless in their homes. (7:78)

Other Qur'anic expressions used for this catastrophe were Commotion, Earthquak calamity, Thunderbolt and Roaring Noise.

یہاں پر رَجْفَه یعنی زلزلے کا ذکر ہے۔ دوسرے مقام پر صَیْحَة یعنی چنگھاڑ ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں قسم کا عذاب قوم صالح پر آیا۔ بیک وقت چنگھاڑ بھی اور زلزلے کی آفت بھی۔ ان دونوں عذابوں نے انہیں تہس نہس اور تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا۔

حضرت صالحؑ کا اپنی قوم کیلئے آخری ناصحانہ پیغام

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ۔(اعراف۔79)

اس وقت (صالح علیہ السلام) ان سے (ناامید ہو کر) منہ موڑ کر چلے گئے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

So, he turned away from them, saying: O my people! Surely, I conveyed to you my Lord's message and gave you ˹sincere˺ advice, but you do not like ˹sincere˺ well-wishers. (7:79)

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ خطاب یا یا تو اپنی قوم کی ہلاکت سے قبل کا ہے یا پھر ان کی ہلاکت کے بعد کا۔ اسی طرح کا خطاب حضور اکرم ﷺ نے جنگ بدر ختم ہونے کے بعد دشمنان اسلام کی لاشوں مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ: اے ابو جہل، اے عتبہ، اے شیبہ، اے فلاں، اے فلاں، بتاؤ رب کے وعدے تم نے درست پائے؟ میں نے تو اپنے رب کے فرمان کی صداقت اپنی

آنکھوں دیکھ لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ ان کے بے روح اجسام سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اسے یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سیرتؐ کی کتابوں میں ہے کہ آپؐ نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نے میرا خاندان ہونے کے باوجود میرے ساتھ وہ زیادتی کی کہ کسی خاندان نے اپنے پیغمبر کے ساتھ نہیں کی۔ تم نے میرے ہم قبیلہ ہونے کے باوجود مجھے جھٹلایا حالانکہ دوسرے لوگوں نے مجھے سچا سمجھا۔ تم نے رشتہ داری کے باوجود مجھے اپنے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا جبکہ غیروں نے مجھے اپنے ہاں ٹھکانہ دیا۔ افسوس تم اپنے ہو کر مجھ سے برسرجنگ رہے جبکہ دوسروں نے میری نصرت و مدد کی۔ پس تم اپنے نبی کے بدترین قبیلے ہو (یعنی نبی سے خاندانی قرابت کے باوجود اس کے بدترین مخالفین میں سے ہو)۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

حضرت صالح علیہ السلام بھی اس آیت (اعراف۔79) میں اپنی قوم سے یہی فرمارہے ہیں کہ میں نے تو ہمدردی کی انتہا کردی اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن افسوس کہ نہ تم نے اس سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ حق کی پیروی کی نہ اپنے خیر خواہ کی بات مانی۔ بلکہ اسے اپنا دشمن سمجھتے رہے۔

بعض مفسرینؒ لکھتے ہیں کہ ہر نبی جب اپنی قوم کی ہدایت سے مکمل مایوس ہو جاتا ہے تو پھر مزید ان کے درمیان نہیں رہتا۔ اسی طرح جب وہ دیکھتا کہ اب میری امت پر عام عذاب آنے والا ہے تو اپنی قوم کی جگہ کو چھوڑ دیتا ہے۔

لوطؑ اور انکی قوم

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ (اعراف۔80)

اور لوطؑ کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا، پھر یاد کرو جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کی۔

And remember when We sent Lot (as a Messenger to his people and he said to them): you practise an indecency of which no other people in the world have ever done before. (7:80)

قوم لوط کا تعارف

قوم لوط اس علاقہ میں رہتی تھی جسے آج کل شرق اردن کہا جاتا ہے اور عراق و فلسطین کے درمیان واقع ہے۔یہ علاقہ اردن اور بیت المقدس کے درمیان تھا جسے سدوم کہا جاتا ہے، یہ زمین سرسبز اور شاداب تھی اور یہاں ہر طرح کے غلے اور پھلوں کی کثرت تھی قرآن نے اس جگہ کو مُؤْتَفِكَةُ یا مؤْتَفِكَاتُ کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔یہ علاقہ یا تو بحیرہ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا اب بحیرہ مردار میں غرق ہو چکا ہے۔باقی اقوام کی طرح اس قوم کا نام ونشان دنیا سے بالکل ناپید ہو چکا ہے اور یہ بھی متعین نہیں ہے کہ اس کی بستیاں ٹھیک کس مقام پر واقع تھیں۔اب صرف بحیرہ مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی رہ گیا ہے جسے بحر لوط کہا جاتا ہے۔

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے۔آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا(فامن لہ لوط)اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔کچھ مدت تک شام و فلسطین و مصر میں گشت لگا کر دعوت تبلیغ کا تجربہ حاصل کرتے رہے۔پھر مستقل پیغمبری کے منصب پر سرفراز ہو کر اپنی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح پر مامور ہوئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنی قوم کو دعوت توحید دی جو ہر نبی کی بنیادی دعوت تھی اور سب سے پہلے وہ اس کی دعوت اپنی قوم کو دیتے تھے۔دوسرے مقامات پر اس قوم کے بعض اور اخلاقی جرائم کا بھی ذکر آیا ہے، مگر یہاں اس کے سب سے بڑے جرم کے بیان پر اکتفا کیا گیا ہے جس کی مذمت اس آیت میں کی جارہی ہے۔اس سے اس قوم کی اخلاقی پستی کا اندازہ ہوتا ہے۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر قوم نوح کا تذکرہ فرما کر اس گناہ کی قباحت بیان فرمائی گئی۔اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جسے دنیا میں سب سے پہلے اسی قوم لوط نے کیا۔اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ پہلے قوم کو اس گناہ کے مفاسد سے آگاہ کیا جائے۔

قوم لوط کی اخلاقی بے راہ روی

إِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔(اعراف۔81)

بیشک تم نفسانی خواہش کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں سے تعلقات قائم کرتے ہو، حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔

Indecency of People of Lut!

Indeed, you approach men with desire, instead of women. Rather, you people exceed the limits (of decency).

لوطؑ کی دعوت کے جواب میں قوم کا ردعمل

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۔(اعراف۔82)

اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔

But his people's only response was to say, "Expel them from your land! They are a people who wish to remain chaste! (7:82)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ صرف بے حیا اور بدکردار اور بداخلاق ہی نہ تھے بلکہ اخلاقی پستی میں اس حد تک گر گئے تھے کہ انہیں اپنے درمیان چند نیک انسانوں اور نیکی کی طرف بلانے والوں اور بدی پر ٹوکنے والوں کا وجود تک گوارا نہ تھا۔ وہ بدی میں یہاں تک غرق ہو چکے تھے کہ اصلاح کی آواز کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے اور پاکی کے اس تھوڑے سے عنصر کو بھی نکال دینا چاہتے تھے جو ان کی گھناؤنی فضا میں باقی رہ گیا تھا۔ اسی حد کو پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے عذاب کا فیصلہ صادر ہوا۔ کیونکہ جس قوم کی اجتماعی زندگی میں پاکیزگی کا ذرا سا عنصر بھی باقی نہ رہ سکے پھر وہ قوم اللہ کی رحمت سے محروم اور اس کے غضب کی مستحق ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مع ایمانداروں کے وہاں سے صحیح سالم بچا لیا اور تمام بستی والوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔

دوسری جگہ سورۃ ہود کی آیات کے آخر میں قرآن مجید نے اہل عرب کی مزید تنبیہ کے لئے یہ بھی فرمایا کہ: وما ھی من الظلمین ببعید۔ یعنی یہ تباہ شدہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور بھی نہیں۔ سفر شام کے راستہ پر ہر وقت یہ کھنڈرات ان کے سامنے آتے تھے۔ مگر حیرت ہے کہ یہ اس سے عبرت حاصل نہیں نہ کرتے۔

اگلی آیات کے اندر قوم لوط پر عذاب کی تفصیل ذکر فرمائی گئی:

قوم لوط پر عـــذاب

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (اعراف۔83۔84)

آخر کار ہم نے لوطؑ اور اس کے گھر والوں کو نجات دی بجز اس کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی (کیونکہ وہ مسلمان نہیں تھی)۔ اور ہم نے ان پر خاص بارش برسائی، پس دیکھو تو گناہگاروں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔

So, We saved him and his family except his wife, who was one of the doomed. We poured upon them a ˹special˺ rain. Then see how was the end of sinful. (7:83.84)

آٹھویں پارے کا آخری رکوع: وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا۔۔۔ (اعراف-85)

رکوع کے تفسیری موضوعات

خطیب الانبیاء شعیب علیہ اسلام کا تذکرہ، نبی اپنی قوم کا حصہ ہوتا ہے (والیٰ مدین اخاھم شعیبا)، قرآن میں ہر نبی کو اس کی قوم کا بھائی کہا گیا، قوم مدین کا تعارف: یہ ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم تھی، حضرت شعیبؑ کا پیغام دعوت، اصلاح کا مشن: دو بڑی خرابیوں کی اصلاح: بگڑے ہوئے عقائد، بزنس میں بد دیانتی، (فاوفوا الکیل والمیزان)، اخلاقی خرابیوں اور کرپشن کی اصلاح، (ولا تفسدو فی الارض بعد اصلاحھا)، اللہ بہترین منصف ہے (وھو خیر الحاکمین)۔

حضرت شعیبؑ اور انکی قوم مدین کا تذکرہ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕقَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰ لِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (اعراف-85)

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا اس نے کہا: اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف رہنمائی آگئی ہے، لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو اُن کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو، اور زمین میں فساد برپانہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے، اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔

Prophet Shu’aib and his Nation!

And to the people of Midian, We sent their brother Shu’aib. He said, “O my people! Worship Allah—you have no other god except Him. A clear proof has already come to you from your Lord. So, give just measure and weight, do not defraud people of their property, nor spread corruption in

the land after it has been set in order. This is for your own good if you are ˹truly˺ believers. (7:85)

Introduction of People of Shu'aib!

The territory of Madyan (Midian) lay to the north-west of Hijaz and south of Palestine on the coast of the Red Sea and the Gulf of Aqaba, and part of the territory stretched to the northern border of the Sinai Peninsula. The Midianites and their towns were situated at the crossroads of the trade routes from Yemen through Makka and Yanbu' to Syria along the Red Sea coast, and from Iraq to Egypt. Midian was, therefore, quite well known to the Arabs. In fact, it persisted in their memory long after its destruction for the Arab trade caravans enroute to Syria and Egypt passed through territories which were full of the ruins of their monuments.

Another point worth noting about the people of Midian is that they were reckoned to be descendants of Midyan, a son of the Prophet Abraham. According to a custom of the time, persons who attached themselves to a notable family were gradually counted as members of that family, as the descendants of that family's ancestor. It is for this reason that a large majority of Arabs were called the descendants of Ismail who was son of Prophet Ibrahim. Likewise, those who embraced faith at the hands of Ya'qub's sons bore the general name 'the People of Israel'.

In view of this it should not be thought that the Prophet Shu'ayb invited them, for the first time, to follow Divine Guidance. They were originally Muslim people who had subsequently moved far away from Islam. For six to seven centuries, they lived amongst a people who were steeped in polytheism, dishonesty in business and moral corruption, and this led to other social problems. Despite

their deviation from the right path, however, they claimed to be the followers of the true faith and were proud of their religious identification. Prophet Shu'ayb devoted his efforts to reform his misguided nation.

حضرت شعیبؑ کی قوم مدین کا تعارف

مدین کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا مگر جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی اس کا کچھ سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم ہونے کے ناطے یہ اپنے دور کی بہت بڑی بزنس کمیونٹی تھی۔ قدیم زمانہ میں جو تجارتی شاہراہ بحر احمر کے کنارے یمن سے مکہ اور ینبوع ہوتی ہوئی شام تک جاتی تھی، اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی، اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اسی بناء پر عرب کا بچہ بچہ مدین سے واقف تھا اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں اس کی شہرت برقرار رہی۔ کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلے مصر اور شام کی طرف جاتے ہوئے رات دن اس کے آثار قدیمہ کے درمیان سے گزرتے تھے۔

اہل مدین دراصل حضرت ابراہیمؑ کے تیسرے صاحبزادے مدیان کی طرف منسوب ہیں۔ قدیم زمانہ کے قاعدے کے مطابق جو لوگ کسی بڑے آدمی کے ساتھ وابستہ ہو جاتے تھے وہ رفتہ رفتہ اسی کی آل اولاد میں شمار ہو کر بنی فلاں کہلانے لگتے تھے، اسی قاعدے پر عرب کی آبادی کا بڑا حصہ بنی اسماعیل کہلایا۔ اسی طرح اولاد یعقوب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہونے والے سارے لوگ بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئے۔

مشہور مؤرخ حضرت امام محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ پھر انہیں کی نسل پر مبنی قبیلے کا نام مدین اور جس بستی میں یہ رہائش پذیر تھے اس کا نام بھی مدین پڑ گیا۔ یوں مدین کا اطلاق ایک خاص قبیلے اور ایک خاص بستی دونوں پر ہوتا ہے۔ یہ بستی حجاز کے راستے میں معان کے قریب واقع ہے۔ انہی کو قرآن میں دوسرے مقام پر اَصۡحَابُ الۡاَيۡكَةِ (سرسبز باغات میں رہنے والے) بھی کہا گیا ہے۔ ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو بوجہ فصاحت وبلاغت کے خطیب الانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔

درحقیقت بنی اسرائیل کی طرح ابتداء میں قوم مدین کے لوگ بھی مسلمان ہی تھے اور شعیبؑ کے بعثت کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی طرح تھی جیسے حضرت موسیٰؑ کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ یہ قوم چھ سات سو برس تک مشرکانہ ماحول اور بداخلاق لوگوں کے درمیان رہی جس کی وجہ سے یہ لوگ شرک اور دوسری معاشرتی خرابیاں سیکھ گئے تھے اور بداخلاقیوں میں بھی مبتلا ہو گئے تھے، مگر اس کے باوجود ایمان کا دعویٰ اور اس پر فخر برقرار تھا۔ اس لحاظ سے یہ دراصل

بگڑے ہوئے مسلمان تھے اور اعتقادی واخلاقی فساد میں مبتلا ہوچکے تھے۔اس قوم کی دو بڑی خرابیاں قرآن میں ذکر ہیں: ایک شرک، دوسرے تجارتی معاملات یا بزنس میں بد دیانتی۔اور انہی دونوں چیزوں کی اصلاح کے لیے حضرت شعیب مبعوث ہوئے تھے۔

نبی اپنے معاشرے کا حصہ اور اپنی قوم کا بھائی ہوتا ہے

یہ بات بڑی اہم ہے کہ قرآن میں ہر نبی کو اس کی قوم کا بھائی کہا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسی قوم کا فرد اور اسی معاشرے کا حصہ ہوتا ہے جس کی ہدایت اور رہنمائی کا مشن اسے دیا جاتا ہے۔اسی بات کو قرآن میں بعض جگہ رسول منھم یا من انفسھم سے بھی تعبیر کی گیا ہے۔مطلب ان سب کا یہ ہے کہ رسول اور نبی انسانوں میں سے ہی ایک انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے چن لیتا ہے۔وہ اپنی کمیونٹی، قوم اور معاشرے کا حصہ ہوتا ہے کوئی اجنبی نہیں ہوتا۔وہ انہیں کی زبان بولتا ہے۔ اس کا رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا ایک عام انسان کی طرح ہوتا ہے۔وہ انہیں کی طرح کھاتا پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔وہ کوئی اجنبی مخلوق نہیں ہوتا۔

شعیبؑ کا پیغام دعوت

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ۔ (اعراف-85)

وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو اُن کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو۔

So, fulfil the measure and weight and do not deprive people of their due. (7:85)

یہ بدترین خیانت ہے کہ پیسے پورے لئے جائیں اور چیز کم دی جائے۔

ملازمین کو پوری اجرت نہ دینا۔

اسی طرح ملازمین کا ڈیوٹی پوری نہ کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

ولا تفسدو فی الارض بعد اصلاحھا۔

زمین میں فتنہ وفساد پیدا نہ کرو۔

قوم شعیب کی بد اعمالیاں

قوم شعیب کی اخلاقی خرابیوں کی اصلاح

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ۔(اعراف۔86)

اور (زندگی کے) ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ یاد کرو وہ زمانہ جبکہ تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمہیں کثرت بخشی اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

And do not sit on every path, threatening and averting from the way of Allah those who believe in Him, seeking to make it [seem] deviant. And remember when you were few and He increased you. And keep in mind what was the end of those who used to spread corruption and mischief. (7:86)

اس آیت کے خاص مفہوم میں حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف جانے والے راستوں پر بیٹھنا اور اس راہ پر چلنے والوں کو روکنا مراد ہے۔یوں لوٹ مار کی غرض سے ناکوں پر بیٹھنا تاکہ آنے جانے والوں کا مال سلب کر لیں۔امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ سارے ہی مفہوم صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ سب ہی کچھ کرتے ہوں۔(فتح القدیر)

اس آیت کے عمومی مفہوم میں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے اللہ کے راستے میں کجیاں تلاش کرنا مراد ہو سکتا ہے۔یہ ہر دور کے نافرمانوں کا محبوب مشغلہ رہا ہے جس کے نمونے آجکل کے نام نہاد ترقی پسند لوگوں میں نظر آتے ہیں۔اسی طرح لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے مختلف حربے استعمال کرنا۔جیسے آجکل سوشل میڈیا کے ذریعے دین اسلام کے خلاف منفی پروپیگنڈہ زوروں پر ہے۔اسی طرح لغوی مفہوم میں لوگوں کو ستانے کے لئے بیٹھنا، جیسے عام طور پر اوباش قسم کے لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے۔یا یا بعض کے نزدیک ناجائز محصول، بھتہ وصول کرنے کے لئے ان کے راستوں پر بیٹھنا۔

ایک حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے کہ صراط مستقیم کے ساتھ آگے پیچھے ٹیڑھے میڑھے راستے بھی ہیں۔ان میں ہر غلط راستے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو صراط مستقیم سے دور کر رہا ہے۔

حدیث: عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللهِ۔ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ اِلَيْهِ)) وَقَرَأَ: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔۔(انعام۔153)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر آپؐ نے اس خط کے دائیں اور بائیں کئی (چھوٹے اور ٹیڑھے) خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ بھی راستے ہیں جن میں سے ہر ایک راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنے راستہ کی طرف بلاتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا اس کی پیروی کرو اور (دوسرے) راستے کی پیروی نہ کرو تا کہ اس کے راستے تمہیں منتشر نہ کریں۔ (مسند احمد، نسائی)

خط مستقیم جو رسول اللہ ﷺ نے پہلے کھینچا تھا وہ اللہ کے راستہ کی مثال ہے جس سے صحیح عقائد اور نیک و صالح، اعمال مراد ہیں اور دوسرے چھوٹے و ٹیڑھے خطوط راہ شیطان کی مثال ہیں جن سے گمراہی و ضلالت کے راستے مراد ہیں۔

ایمان نہ لانے والوں کو مشورہ!

اللہ کا فیصلہ آنے تک صبر کرو!

اللہ بہترین منصف

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ۔ (اعراف۔87)

اگر تم میں سے ایک گروہ اس تعلیم پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، ایمان لاتا ہے اور دوسرا ایمان نہیں لاتا، تو صبر کے ساتھ دیکھتے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے، اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

Be patient, until Allah's Judgement!

If some of you do believe in what I have been sent with while others do not, then be patient until Allah judges between us. He is the Best of Judges. (7:87)

کفر پر صبر کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا گیا: فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ۔ تم انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ (توبہ۔52)

خلاصہ قرآن پر اپنی قیمتی تجاویز، آراء اور تبصروں سے ضرور آگاہ فرمائیں

For feedback, comments, and suggestions please contact:

Mobile: +44 785 3099 327
Email: hafiz.sajjad@ukim.org